



حیات محمد ﷺ

قرآن حکیم کے آئینے میں

ڈاکٹر عبد محمد انوار اللہ عثمانی مدظلہ العالی

Toobaa-elibrary.blogspot.com

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

حیاتِ محمد ﷺ قرآن

حکیم کے آئینے میں

تالیف:

ڈاکٹر محمد سید ابوالخیر کشفی

پیشکش: طوبی ریسرچ لائبریری

toobaa-elibrary.blogspot.com

انتساب

رہب محمد ﷺ کے نام

خداوند! اے صلی علیہ وسلم کے بار رحمت کو مری

ہستی پہ رسا دے

مجھے صدق ابو بکر رضی اللہ عنہ دے دے

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چنڈ پہ عایت ہو

نبیائے حضرت مہکن رضی اللہ عنہا ہوں کو بدل ڈالے

ہمیری ہی روائے پاک کا سامنے طے جھکو

مرا پھر رسول پاک ﷺ کا نقش قدم بن کر

اداری ڈالتی کو مٹا ڈالے

رہب العزت:

اے انتساب کو اور اس دعا کو لے کر اے درود قیامت سرور کا نکات ﷺ کے حکم کے سامنے
لے گئے ہیں پناہ دے اے اعمال کی ماہر فیس جگہ اس لئے کہ رسول ﷺ کے ذکر سے ہمارے
دل بار بار دھڑکے ہیں یہ میری میری بیوی اور میرے بچوں کی دعا اور التجا ہے۔

خداوند!

اگر یہ تحریر کسی قابل ہے تو اپنے فرشتوں کو اسے ایک درود ایک سلام کے طور پر حضور
ﷺ کے اطاعت کی بارگاہ عالیہ میں پیش کرنے کا حکم عطا کر دے۔

آمین یا رب العالمین

جس طرح حق تکلیف تین دانا شامت کراچی محفوظ ہیں

پہتاس : طیل اشرف عثمانی

طاعت : انیس سید علی کرائی

طاعت : 284 صفحات

کپڑا رنگ : محمد ہادی اقبال

کراچی سے کراچی

اپنی حق امتیاز کو پیش کی جاتی ہے کہ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ہر گز
کے لئے اور نہ ہی تعلیم کا سامان ہے۔ یہ ہے۔ بلکہ یہ کتاب علی غرض اسے تو ان لوگوں
میں لے کر رسول اللہ کی یاد کرنا شامت میں درست ہو سکے۔ 284 خط

..... لے کے چے ﴿

ادارۃ المعارف جامعہ اسلامیہ کراچی

بیت القرآن اردو بازار کراچی

ادارۃ المعارف جامعہ اسلامیہ کراچی

بیت القلم وادب اشرف الدین اشرف اقبال کراچی

بیت القلم وادب اشرف الدین اشرف اقبال کراچی

بیت القلم وادب اشرف الدین اشرف اقبال کراچی

﴿..... لے کے چے﴾

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL, IND, U.K.

Azhar Academy Ltd.
London
Tel : 020 8911 9997, Fax : 020 8911 8999
Email : sales@azharacademy.com
Website : www.azharacademy.com

﴿..... لے کے چے﴾

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 NOBESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
865 BINTULIP, HOUSTON,
TX-77062 U.S.A.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض ناشر

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دور حاضر میں انسان نے فنی اور تکنیکی اعتبار سے بہت ترقی کی ہے اور حیرت انگیز ایجادات کے ذریعے اپنی آسائشوں کا سامان وافر طور پر موجودات کے لئے بے شمار وسائل کھولنے میں لگن یہ حقیقت بھی ناقابل تردید ہے کہ دور حاضر سے زیادہ کسی گزشتہ دور میں انسان بے چین و بے قرار اور امن و سلامتی سے محروم نہیں رہا انسان کی آزادی اور شعور بیدار سے بیدار تر ہو رہا ہے۔ لیکن اس دور میں ایک انسان دوسرے انسان کے اور ایک قوم دوسری قوموں کے اتصال پر بھی آج سب سے زیادہ مستعد ہے۔ اس کی اصل اور بنیادی وجہ صرف اور صرف ایک ہے یعنی اسوۂ رسول کریم ﷺ سے انسانیت کی بے خبری۔

ہم بحیثیت مسلمان اپنے بانی و نوری رسول اکرم ﷺ سے جو بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں وہ تو ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کیونکہ اس واسطے کہ ہم ایمان کا کوئی تقاضا پورا نہیں ہو سکتا لیکن حضور ﷺ کی سیرت پاک سادے عالموں کے لئے رست ہے اس لئے عالم انسانیت کے فخر و رفاح اور امن و سلامتی کے لئے اسوۂ محمد ﷺ سے ہمراہی کی روشنی نہیں ہے حاصل نہیں ہو سکتی۔

دارالاشاعت کراچی کو اللہ تعالیٰ سے سعادت حاصل ہوئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ پر متعدد کتابیات مستند چھپائی ہوئی کتابیں شائع کیں اور جنہوں نے قبول عام حاصل کیا اور مقام سمرت ہے کہ یہ سب تمام معلقوں میں پسند کی گئیں ہیں۔ ان کے سیرگاہ و اخیر مشعلی صاحب کی تصنیف کردہ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک نئی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو خوش قبول فرمائیں اور اپنے فضل و کرم سے انحضرت ﷺ کی شفاعت عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ اوّل

محمد اس رب العزت کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ذریعہ علم عطا کیا اور اس سلسلہ کو جاری رکھا، جس نے ہمیں تفقہ فرمایا اور ایمان کی قوت عطا کی تاکہ یہ قوت و صلاحیت اس کے اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر قرآن حکیم کی تعلیمات کی اشاعت اور انسانی زندگی کی تعمیر کے لئے صرف کی جائے۔

مجھے اپنی بے انتہائی کم علمی اور کوتاہیاں کا پورا اندازہ ہے لیکن میری قننا ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ حضور ﷺ کے سیرت نگاروں و ادارہ راہوں میں میرا شمار بھی ہو۔

زیر نظر کتاب کا آغاز ۱۹۶۶ء میں شد یہ سنورہ میں ہوا کئید حضری کے جلوؤں کو نظروں میں آجاکر کے سرور و نیا دور میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضری دی اور صلوٰۃ و سلام کا زمانہ پیش کیا پھر مدد کے قریب مجھے قرآن کریم کا آغاز کیا شاید وہ خبر کی تو میں یا دوسری تاریخ تھی۔ اس طرح نے ایک مضمون کی شکل اختیار کی اور یہ مضمون سیرارہ ڈائجسٹ لاہور کے کسی شمار سے میں شائع ہوا، پھر نہیں کیسے بعض حصے حذف ہو گئے، بعد میں یہی مضمون ایک مختصر کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا، "تکسیر محمدی ﷺ قرآن کے آئینے میں"

۱۹۷۷ء میں جاپان گیا اور وہاں اس کتاب کو پڑھانے اور اسے انداز سے لکھنے کا خیال آیا اور کام شروع کر دیا۔ ۱۹۷۷ء میں مسودہ ایک محترم دوست کے ذریعے اپنے دفتر کے پاس کراچی پہنچا، مگر شائع نہ ہو سکا اور ۱۹۷۷ء میں، میں واپس آ گیا ۱۹۷۷ء میں مسلسل اس کتاب کی اشاعت کے لئے کچھ نہ کچھ کوشش کرتا رہا کئی کتابیں چھپ گئیں مگر یہ کتاب ایک مقدس خواہش کی صورت اختیار کر گئی، ایک کاتب صاحب مسودہ لے کر بھجاب چلے گئے اور دو تین سال تک کچھ پڑھیں چلا اور جب میں واپس ہو چکا تھا تو ایک دن یہ مسودہ واپس آ گیا کوئی اتنی

صلوات غائب تھے ابتدائی صغیث۔ میں اتنا اداس ہوا کہ دن بکھو نہ کھایا، سوچتا تھا کہ آخر یہ سب ہے کیا؟ اس مایوسی کے عالم میں کاندھ کے ایک باجر نے کہا کہ آپ ﷺ اس کیوں ہیں؟ یہ تو اشارہ ہے کہ آپ اس حصہ کو دوبارہ لکھیں، اس پر اللہ جل جلالہ سے پہلے سے بھیج لکھیں گے یہ کچھ کم سعادت ہے کہ آپ حضور ﷺ کے بارے میں سوچتے رہیں اور لکھتے رہیں۔

ان کلمات نے ذہن کی لٹکانی، مایوسی کی کنگدائی سکون نے لے لی لیکن کام دوبارہ شروع نہ کر سکا اور راضو راسودہ جس کی کتابت ہو چکی تھی حسین کاظمی صاحب کو دے دیا، چاہتا تھا کہ وہ اسے ایک نظر دیکھ لیں۔

پھر وہ اگست ۱۹۹۹ء میں ریلنگ اول کے آغاز سے کوئی ایک ماہ پہلے کتابت اور مسودہ دے گئے اور اس حکم کے ساتھ کس ریلنگ اول میں یہ کتاب شائع ہوگی، میں نے کتاب کی بھیج کی اور کام ہمارا اہم غرضی مسئلہ کے سپرد کیا اور گم حصہ پھر لکھتے بیٹھ گیا وقت کی کمی کی وجہ سے ابتدائی حصے کے بعض ایواب بے حد مختصر ہیں انشا واللہ اگلی اشاعت میں یہ حصے زیادہ تفصیل کے ساتھ پیش کئے جائیں گے۔

دل چاہا کہ کتاب کی روئداد قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دی جائے اس کتاب کی اشاعت کے لئے بقیہ مسلسل اصرار کرتی رہیں مگر مقررہ وقت سے پہلے شائع کیے ہوئی، رب محمد ﷺ کو تو یہ منظور تھا کہ یہ کتاب سال محمدی میں شائع ہو اس سال ہجری میں نبی اکرم ﷺ کے وصال پر چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور اس خویل مدت کے برہنہ اسے ان کائنات اور اہل ایمان کے دلوں میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی موجودگی کی شہادت دینی ہے وہ موجودگی اور موجودگی کا وہ احساس جو ہمارے لئے حیات بخش ہے اس سال تقویٰ کی قربات منائی جائیں گی حضور سرور کائنات ﷺ کے ذکر کی کئی سی مٹلیں سجائی جائیں گی، تقویٰ کی تجربہ پیش شائع ہوں گی اور اس سمنور میں یہ قطرہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس آستی کا دم یہ حقیر ہے اور آپ جانتے ہی ہیں

عشرت فقہرہ ہے دریا میں لٹا ہوا جانا

آخر میں اپنے دوست ممتاز عالم اور ام القریٰ یوسف ندویؒ میں تحقیق کے پردیس مولانا ذاکر محمد مظہر نقی صاحب کا شعر یہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے بڑی توجہ سے پورے مسودہ کو پڑھا تھا بعض افلاک کی بھیج کی تھی اور کئی منہ پر مشورے دیئے تھے جو حصے دوبارہ لکھے گئے وہ ضرور ان کی

نظر سے نہیں گزرے۔

اللہ سے دعا ہے کہ یہ دہائی آخری ماہ ﷺ کی بارگاہ میں مقبول ہو اور اس کتاب کی کسی غلطی پر میرا مواخذہ نہ کیا جائے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ مجھے میری کتابچوں کی اطلاع دیں، عاکف مسل محمد شریف ایمان مسل، اور اہم غرضی مسئلہ کے کتاب کے ہر مسئلے میں میرا ساتھ دیا اس کے لئے میرے پاس صرف دعائیں ہیں انجرب محمد مرملی ﷺ کے پاس ہے۔

سید محمد ابوالخیر شفقی

۲۹ صفر ۱۴۱۳ھ



فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۵	دعائے غلیل	۱
۲۳	عرب قبل اسلام	۲
۲۹	عکاش حق	۳
۳۱	بشت	۴
۳۳	دعوت حق اور اس کی حفاظت	۵
۴۷	محاصرہ مؤمنین کلم کا مقابلہ بان اور میر سے	۶
۵۷	کی زندگی کے اہم باب	۷
۷۵	انجرت حبشہ	۸
۸۵	انجرت نبوی ﷺ	۹
۹۳	شراب سے منع الہی ﷺ تک	۱۰
۹۹	تائیس ریاست اور توحید قبل	۱۱
۱۰۳	حکم جہاد	۱۲
۱۰۹	غزوہ بدر	۱۳
۱۱۷	غزوہ اُحُد	۱۴
۱۲۷	اُحد سے اتر آپ تک	۱۵
۱۳۳	غزوہ اُتر آپ	۱۶
۱۳۵	غزوہ بنی قریظہ سے واقعہ اُکب تک	۱۷

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
۱۶۱	صلح حدیبیہ ۱۸
۱۷۵	صلح حدیبیہ کے بعد عالم گیر دعوت اور فتح خیبر ۱۹
۱۸۳	فتح مکہ تک ۲۰
۱۸۹	فتح مکہ ۲۱
۱۹۷	غزوہ حنین ۲۲
۲۰۳	وفد بدر ۲۳
۲۰۷	تریت کے اقلی تر مرے اور اچھا ذخیرہ ۲۴
۲۱۵	غزوہ تبوک ۲۵
۲۲۳	غزوہ تبوک کے بعد ۲۶
۲۳۷	چچا الوداع ۲۷
۲۵۵	عالم ہادی کی جانب ۲۸



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ مَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَبِيرًا وَأَسْأَلُ اللَّهَ بِحُرَّةِ أَمْرِهِ وَأَصِيلِهِ هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ يَافِيكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رَجِيئًا نَّجِيئًا يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَنَادِيَ إِلَى اللَّهِ إِذَا دُعِيَ وَيَا ذِي الْقُرْبَىٰ إِذَا دُعِيَ وَيَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ كَرِيمًا

دعائے غلیل علیہ السلام اور نوید مسیح علیہ السلام

سجودی حرب میں مغرب کے وقت جب مؤذن بیت اللہ اور مؤذن مسجد نبوی ﷺ کے ہونٹوں پر اللہ ﷻ کے نام کے ساتھ ساتھ محمد ﷺ کا نام دعوتِ صلاۃ وطلاہ میں آتا ہے تو وقت کی رفتار تابی جاتی ہے اور گھڑیاں اس آواز پر اسی طرح تھمہ ہو جاتی ہیں جس طرح ان دونوں عناصر (توحید و رسالت) نے دنیائے اسلام کو متحد کر رکھا ہے۔

یہ آواز چودہ صدیوں سے گونج رہی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کائنات میں محمد ﷺ کا اب تک دھڑکتا ہے دل!

اور یہ دل ہمیشہ دھڑکتا رہے گا

یہ نام چودہ سو سال کی مدت اور عہدِ حاضر کے درمیان ایک لمبی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نام یہام کرمی جو ایک زندہ وجود ہے، اور سارے کرۂ ارض پر پھرنے والے اہل ایمان کے لیے زندگی کی علامت اور تحریک ہے۔ یہ علامت اور تحریک بیت اللہ سے دنیا کے ہر گوشے تک پہنچی ہوئی ہے۔ یہ نام اب کرمی طرح "انگٹا سے ٹیکس تک" ہر جگہ سرا ہے۔ قرآن کریم نے "سبحو وا فسی الارض" کی تعلیم دی ہے۔ اس سے ایک طرف تو "عساقبہ الممکدین" سامنے آ جاتی ہے اور دوسری طرف محمد ربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم کرمی، انطاس پاک اور زندگی بخش آثار کے حقائق مشہور طور پر ابھر آتے ہیں۔

وقت کا کوئی ٹھہرایا نہیں ہوتا جب دنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ اور درود کے چرسے نہ چٹیں کئے جاتے ہوں۔ ہر دہائی منورہ میں سچ تاروں کی چھاؤں میں صلوٰۃ اور درود کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے روضہ مبارک کے در پر دھڑکتے ہوئے گڑھ لٹایا، یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیا کے ہر ملک اور خطے کے لوگ اپنی رگوں کے سراز پر یہ نغمہ جہاں بخریب سپاس اور شہادت فرشتوں کی ہم نوائی میں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

”سلام اور درود سید الکرم ﷺ پر
اے رسول عظیم ﷺ! اے روافد و رجم! آپ پر اللہ کی برکتیں ہوں۔
اے وہ کہ قرآن ہدایتی آنکھوں کی خشک کو، اور اللہ کا آخری رسول ہے۔ اللہ اور فرشتوں کے

صلوٰۃ و سلام کے ساتھ ہم بھی شریک ہیں۔
اے نور عرش! اے خیر خلق ﷺ۔ تجھ پر لاکھوں سلام
اے رحیم للعالمین ﷺ! تجھ پر لاکھوں درود
اے یسین! اے سبط! اے شیر! اے سراج! اے خیر
”ہمیں ماہیں نہ فرماتا۔ قیامت کے دن تیرے علم کا سایہ ہمارے سروں پر ہے۔“
یا رسول اللہ! (۱) ہم اپنے ایمان کی تمام کڑیوں کو جاننے کے باوجود گواہی دیتے ہیں
کہ آپ ﷺ نے تعمیر ترین رسول کی تمام برکتوں کے ساتھ، اللہ کا پیغام ہم تک پہنچایا۔ اور ہم
آپ سے شرمندہ ہیں کہ جو بعض آپ ﷺ نے امت کے سپرد کیا تھا، ہم اسے اچھی طرح انجام
نہیں دے سکے ہیں۔
اے سلطان انبیاء و مرسلین ﷺ! تیری عظمت کی سوگند، کہ ہم اپنی زندگی کے نفع کو بدلے کی
کوشش کریں گے۔

اسے شہر و غم! تیری ایک لطف، تیرا ایک اشارہ، بس سبکی ہمیں درکار ہے۔“
سر زمین خدائے برہمے میں سفر کرتے ہوئے قدم قدم پر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم تاریخ
کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ تاریخ کی سرودھن کا نام نہیں بلکہ رشتوں کے جلوں کا
نام ہے۔ تاریخ کے عظیم افراد اپنے اقصوں میں قدم نہیں لے آئے جو درجے ہیں، اور ہر جیسے
وقت کی آمد میں ان قدم جلوں کو بچھا رہی ہیں۔ ان کے پیچھے یہ یونان کا فلسفہ، روم کی تہذیب،
مصر کی تہذیب، تورات، برہم، پاک و ہند کی مذہب اور چین کے کارنامے، سب ہی ایک فہار میں
کھو جاتے ہیں۔

جب یہ فہار چمکتا ہے تو انسان بھرہشت و بربریت کے جامے میں نظر آتا ہے۔ زمین اللہ
کے نائب سے شرماتے لگتی ہے، اور بارگاہِ نبوت حضرت کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھتی
ہے۔ زمین کی نگاہوں کی بے چارگی کا جواب، بن کر وہ تاریخیں انسان اس دنیا میں آتا ہے کہ

زمین اپنے پیدا کرنے والے کے نور سے جگمگاھتی ہے۔ حضرت خلیل علیہ السلام کی دعاؤں،
حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارمانوں اور حضرت یسعی علیہ السلام کی لویہ کو انسانی بیکریل جاتا ہے۔

ہوئی پہلوئے آفت سے ہو یا

دعائے خلیل علیہ السلام اور لویہ علیہ السلام

خداوند کے گرد حواف کرتے ہوئے، جبراسود کو بوسہ دینے وقت دو صبح، مجسم ہو کر سامنے
آ جاتی ہے جب کہ دلوں کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا تھا کہ ”وہ ائین آگیا، وہ صداقت آ
گیا ہم اس کے فیصلے کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ یہ تو محمد ﷺ ہے۔“ اور پھر خوش آشتام
کو آریں اس ائین و صادق کے فیصلے کی وجہ سے ناپاؤں میں چلی گئیں۔ یہ واقعہ سرور کائنات
کی نبوت کا پیش خیمہ ہے۔ ایسا طائر جو ہمارے کھٹنے کھٹنے سے پہلے ہی ہماری آمد کے
نظمے بنا جاتے۔

اور مقامِ انعام پر نسل ادا کرتے ہوئے وہ لحاظ تصور کی دنیا سے نکل کر حقیقت کے دائرے
میں داخل ہو جاتے ہیں، جب وہ قدی نفس انسان اللہ کے پہلے گھر کی تعمیر میں مصروف تھے، اور
ان کے ہونٹوں پر وہ دعا تھی قرآن مجید نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِلٰهِ رَبُّهُمْ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِذْ يُعْبِلُ رُفُقًا
نَقَبْلُ مِمَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَ مِمَّا وَ اِذْ نُنَاقِلُ
مُسْلِمِينَ لَكَ وَ مِمَّا دُرُفُنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَ اِذْ نُنَاقِلُ
مَسَابِكًا وَ تَبَّ عَلَيَّا اِنَّكَ اَنْتَ الْغَوَّابُ الرَّحِيمُ وَ مِمَّا
وَ اَبْعَثْ فِيهِمْ رُسُلًا يَنْفُسُهُمْ يَلْعَنُوا عَلَيْهِمْ اِنَّكَ
وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اور جب انعام پر نسل ادا کرتے ہوئے وہ دعا تھی قرآن مجید نے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔
(قرآن کے ان لوگوں پر یہ دعا تھی کہ) اے اللہ! ہمارے رب! ہماری یہ خدمت قبول

فرمایا ہے شک تو خوب سنتے اور جانے والا ہے اور اسے ہمارے سب اہم کو اپنا
فرمانبردار اور مسلم بنائے رکھنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک اہم شمس
پیدا کرے جو تیرے احکام کی پابند ہو اور ہم کو ہمارے بیچ (دو بیروں) کے احکام
بھی بتا دے عداوت و محبت کے حقیقی طریقے (مناکب) سکھا دے
اور ہمارے حال پر توجہ فرما، ہے شک تو توجہ فرمانے والا اور ہم سے اور اسے
ہمارے سب الٰہی جماعت کے اندر سے ان ہی کا ایک ایسا رسول بیٹھ کر
جو انہیں حیرتی آیات پڑھ کر شایا کرے، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے
اور ان کو پاک کر دے۔ (ان کا تزکیہ و تفسیر کرے) و لکھ تو غالب اور صاحب
حکمت ہے۔ (سورہ البقرہ آیات ۱۲۹-۱۳۵)

اور پھر خاتم کعبہ سے قدرے فاصلہ پر مولید نبوی ﷺ کی زیارت کرتے وقت حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی نوید کانوں میں گونجنے لگتی ہے۔ وہ نوید جو آج کی سرخ شدہ انجیل میں موجود ہے۔
”جب وہ مددگار (فارغیہ) آئے گا تو میری گواہی دے گا۔“ (انجیل، ص ۲۰)
”میں تم سے کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لئے مفید ہوگا، کیونکہ میرے جانے بغیر وہ
مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ جب وہ روح صداقت تمہارے پاس آئے گا تو تم کو مکمل
سچائی کی راہ دکھائے گا۔“ (انجیل، ص ۲۰)

خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری
ساتھ اپنا نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سنتا۔ (انجیل، ص ۲۰)
انجیل میں فارغیہ (معرّب) کا لفظ حضور ﷺ کی ذات کے لئے ہی استعمال ہوا ہے، جس
کے معنی ہیں ”اہم“۔ کتب میر کے مطابق آپ کا نام حضرت عبدالسلب ہے محمد (ﷺ) اور
حضرت آدمؑ کے اسم (ﷺ) کا تھکا۔ وہ نام جنہوں نے مسلمان ہوئے۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بَنِي إِسْرَآءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ
إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ
يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

”اور (وہ وقت بھی یاد کر) جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے نبی
اسرائیل امین اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے کہ مجھ سے پہلے جو تورات آچکی ہے
میں اس کی تصدیق کرتے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آئیں گے جن
کا نام (سہدک) کا اسم (ﷺ) ہوگا میں ان کی پشت پر ہے والا ہوں۔“
(الطہ، ص ۶)

چار مقدس کتابیں (تورات، زبور، انجیل اور قرآن حکیم) کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے
رسولوں پر بھی بھیجے نازل فرمائے۔ صحیفہ ابراہیم کا قرآن مجید میں ذکر ہے
صُحُفٍ اِبْرَٰهِيْمَ وَمُوسٰى
(سورہ طہ، آیت ۱۹)

قرآن مجید کے مطابق رسولوں پر ان کی زبانوں میں وہی بھیجی گئی اور کوئی قابل ذکر قوم باطلہ ارضی
وہی دعا دیتا اور رسولوں سے محروم نہیں رہا۔

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں بھی رسول اکرم ﷺ کی آمد اور بعثت کی چٹیں گونیاں موجود
ہیں۔ انہیں چھپانے اور دبانے کی بہت کوششیں کی گئیں لیکن ریشہ ریشہ کے مختلف جمعوں میں
انہیں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ حال ہی میں ہندوستان میں کلکی اوتار (KALKI AUTAR)
کے نام سے چنڈ اپو حاشائے کتاب شائع ہوئی ہے۔ ان کا تعلق آٹا پارو نیو رشی سے ہے۔
ہندو عرصے سے ہدایت یافتہ رہنا اور اتار کا انتظار کر رہے ہیں جس کے بارے میں
تفصیلات دیے اور ان کی مذہبی کتابوں میں موجود ہیں۔ چنڈ اپو حاشائے نے اپنے ہم
مذہبیوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ روح صداقت کو چور و مدین میں پہلے دنیا میں آچکا ہے۔ اس
پر ایمان لاؤ۔ اس کتاب میں جو نکات پیش کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

- ۱۔ کلکی اوتار آفریقہ میں پیدا ہوگا اور وہ سارے انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجا جائے گا۔
- ۲۔ کلکی اوتار کے والد کا نام دشنو بھگت اور والدہ کا نام سرمائی ہوگا۔ دشنو کے معنی ہیں خدا
اور بھگت کے معنی ہیں بندہ، نظام۔ یہ صاف صاف ”عبداللہ“ کا ترجمہ ہے۔ سرمائی
کے معنی ہیں امن یعنی آمنت
- ۳۔ ان جن جن لوگوں کے مطابق کلکی اوتار کی پندہ یہ خدا بھگت اور زیون ہوگی۔ وہ اپنے
علاقے کا سب سے امانت دار اور سچا آدمی ہوگا (نبی اکرم ﷺ) کو رسالت سے پہلے ہی

میں ہمارے لئے اسحاق کا نور مستحق تھا۔ وہ آگیا جو مجسمِ جاہلیت تھا اور ہمارے لئے جاہلیت کی سبب ہے۔ وہ آگیا جو حق و باطل کے درمیان حق کا ہے اور ہمارے لئے اللہ کی رحمت۔ وہ خاتم النبیین، سید المرسلین، امام الملقین اور رسول رب العالمینؐ "میرا جو اللہ کی صلیب رحمت کی ریل ہے۔"

کدھکی دوا پر آپ اس آفتاب کی کرنیں پھیل گئیں جسے اللہ کا نام یاد کیا۔ اور جو صاحبِ تاج و عصابہ ۱۰۰۰ جوگڑا کرتوں ۱۱۱۱ ہے اور کتنے تاجداروں و درجہ داروں جس کے نقوش قدم ہیں، جو روشن حلاوت و تابا ہے اور ۱۰۰۰ جو صاحبِ کور ہے۔ وہ صاحبِ کام آگیا کہ ”چھروں“ نے جس کی کھدائی کی کھدائی کر دی اور جس کا وسیع راز ہے اور روزِ فتح کے درمیان آڑ ہے۔ ﴿۱۰﴾

نبی اکرم ﷺ قرآن کے قہقہے یا سحر سے قتل رکھتے تھے کب کے سحر کی ہونے کا شرف حاصل تھا۔ دو کب جسے حضرت ابراہیم ؑ نے بیت المقدس سے تقریباً تیرہ سو سال پہلے حضرت اسماعیل ؑ کے ساتھ قہقہہ فرمایا تھا، وہ سب حضرت اسحاق نے اپنے گھر کے طور پر بے سود فرمایا، یہ نہیں بلکہ جس کی اہمیت کی تصدیق بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔

إِنْ أَوَّلَ تَبَّ وَجُعَ لِمَا بِي لَلْبَدَىٰ بِنُكَّةٍ مَرَّكَ
وَهَذَى تَعْلِيمِيهِ ۝

”بے شک وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے لئے (برائے عبادت) مقرر کیا گیا وہی ہے جو کہ مکہ ہے (جو) (مکہ) (ہے) اور جہاں ہجر کے لوگوں کے لئے موجب ہدایت ہے اور جسے عالم انسانیت کے لئے دارالامان قرار دیا ہے۔“ (آل عمران ۹۷ء)

وَأُدْخِلْنَا الْبَيْتَ مُثَابَةً لِلْبَاسِ وَأَمَّا

اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب ہم نے کعبہ کو انسانوں کا معبد اور (مقام اس بناؤ)۔ (البقرہ ۱۲۵)

● کبیر جی: آج ملت سلسلہ کا نثر دور اس ماحول میں ہے کہ ماحول اقوام عالم ہماری دہشت گردی ہے۔ کاش ہمیں اس ماحول کی پہچان ہو سکے۔

کروائے "امین" اور "صادق" کہتے تھے)

۳۔ دیکھو کہ مطابق کلمی اوتار عرب کے علاقے میں پیدا ہوگا۔

۵۔ ویدوں کے مطابق نکلے اوتار نہایت معزز قبیلے میں پیدا ہوگا (مفسر لفظ قبیلہ قریش میں پیدا ہوئے)

۶۔ کللی ادا کرنا اللہ کا عظیم ایک قار میں طے (۴) (قارحرا)

۷۔ کئی اداکار کو کمرۂ ارض اور ساتوں آسمانوں کی سیر کے لئے برق رفتار دھوکھڑا دیا گیا ہے۔
(کامراہج کی طرف اشارہ ہے)

ایک ہی دوسری حیرت میں ڈالنے والی تصنیفات اور بھی اس مقدس کتابوں میں موجود ہیں۔
حضرت طہسین علیہ السلام کا دعا اور حضرت صفی علیہ السلام کی نوبہ کو پرلے میں بارگاہِ حضرت
سے لپٹی ہوئی عطا ہوا۔ انسانیت نے قاتل توہمیں کی حشری پالی اور انسان کیے کے قاتل
ہو گیا کھٹا

مقام بندگی دے کے تہ لوں شان خداوندی

ہمارے قوم میں دو طبقہ اول کا طبقہ سمجھتے تھا جس کا عالم رنگ و پوش وہ ایسا جس کا ہم کو کوئی طہان دعا کے لئے شکر ہم کو کش ہے وہ وہ جس سے فطرت اور اک نکلتا ہے اور طبقہ اول کی بار ہوئی۔ تاریخ کو اس عالم کی نگاہ کے ذریعہ اس نے حقیقت کے نقش کو بار۔ دیکھ کر سواض ازل جس کے راستے کا فہم ہے۔ اور ان کے اس وقت میں دو ذات آج بھی کہ جو روزہ بلاقسم ہے اور ہے گی۔ ﴿﴾ جسے اس کے پیچھے والے سے سرانمیر کہ کر بھجا۔ وہ جو شرف آدم کی سہا ہے بڑی دلیل اور آیت ہے۔ وہ ایسی جس کے کلمات دیے اور روزگار کے لئے سرمایہ ہیست ہیں اور وہ جس کا نکس آج بھی انسان کے برعوض ہوتے ہوں اور برعوضی خیال میں نظر آتا ہے۔ تاریخ انسانیت کے اندر وہ کو چاک کرنا اور وہ شطہ نمودار ہوگی جسکی آغوش

۱۔ تارنگ کے بارے میں سب سے پہلے درجہ اولیٰ میں گفتگو ہے۔ اور خطِ جواب کے آغاز میں بھی نوٹی شدہ عبارتیں ہیں۔

۱۱۔ جس کے خلاف سے کھڑے ہوئے، وہاں تک
۱۲۔ جس کے ازل جس کے راستے کا طہر
۱۳۔ جس کے لئے وہاں میں وہ حالت آباد
۱۴۔ جس کا کام جسم کے خلاف کی طرح
۱۵۔ جسم لورج آباد جس کے خلاف کی طرح
۱۶۔ کے رشت میں وہ لورج کی طرح
۱۷۔ جس کے خلاف سے کھڑے ہوئے، وہاں تک

یہ حقیقت سب کی شہادت ہے کہ رب کعبہ نے کعبہ کے متوی خاندان کو رسول اللہ ﷺ کے حادثہ کے طور پر اس سنے چکا کہ خانوادہ ابراہیم علیہ السلام میل اللہ کے اس فرمودہ میں کی نکاحوں کی قضا اور آرزو اور بار بار سرگردانی کے جواب میں "تو میں قبلہ" کے ذریعہ کعبہ کی تعمیر کے مقصد کی تکمیل ہو سکے۔

عرب قبلہ اسلام

حضرت سرور کائنات ﷺ کی پیدائش کے وقت عرب اور بقعہ دینی کی جو کیفیت تھی وہ ایک معصومیت ہے اور سب میں کسی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ مختصر طور پر یہ یہ کہہ چکا ہے کہ وہ معصومیت کی انتہا کا دور تھا۔ انسان کے ذہن میں نہ اپنی مرکزی حیثیت کا کوئی تصور تھا نہ وہ تقدیر کا نجات کے "مخالفتی" ہونے کی فکر سے میں کچھ چاہتا تھا، ورنہ خالق کائنات سے اس کا کوئی رشتہ نہ تھی۔ تو یہ کیا تھا یہودی اور عیسائی اللہ کے منکر نہ تھے مگر انہوں نے اپنے حصار و دیوار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس کو "الوہا سانس دوں الفہ" کے درجہ تک پہنچا دیا تھا۔ مشرکین عرب بھی "خالق اکبر" کے منکر نہ تھے، لیکن انہوں نے اس کے حق بات اپنے ہاتھوں میں تقسیم کر دی تھے، (سوائے تحقیق کے) معاشرتی طور پر قتل و غارتگری، بدکاری اور ظلم و ستم کو قانون کا درجہ حاصل تھا۔ عرب ان تمام برائیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، مگر عربوں میں تو یہ خصوصیات ایسی تھیں جن کی بناء پر وہی اللہ کے سختی پیغام کے مخاطب اول بن سکتے تھے۔ وہ فلسفیانہ اور وحشی قہ پاز یوں سے نا آشنا تھے، اور اسی نے ان کی قوت و حرکت کے خردوں کو برائیوں کی طرف سے خیر و سعادت کی راہوں کی طرف موڑا جا سکتا تھا۔

قرآن حکیم میں عرب قبلہ اسلام کی کیفیت کی مقام پر پیش کی گئی ہے اور کتاب اللہ کی روشنی میں عربوں کی زندگی کے کئی پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ مثلاً ان کی باہمی لڑائیاں، جن سے اسلام نے اسی محبت میں بدل دیا کہ وہ اسلام لانے کے بعد آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اخلاقی حالت کا اندازہ سورہ فرقہ اخلاقی، غولگے و رٹوے، جنسی معاملات میں بے راہ روی (مثلاً وہ بیویوں کا "نکاح" نہیں منع کرتا) سے ہو سکتا ہے۔ عبادت کا یہ اندازہ کہ ہر ہر کوئی کو صرف کرتے اور بیٹیاں بچاتے۔ اور دوسری طرف یہ انتہا پسندی کہ مفرج میں سب معاش کو ممنوع قرار دے رکھا تھا۔ مشرکین عرب کا ذہن کتنے ہی اوہم قوت میں مرقہ تھا۔ انہیں اوہم کے تحت وہ چاندوں کے کان چیر کر انہیں اپنے "خداؤں" کے نام پر قرب کر دیتے۔

عربوں کی زندگی قبلہ اسلام کے بارے میں چند اشارے کئے گئے۔ مناسب ہو گا کہ ان کی

لَا يَسْمَعُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ مَسْمُوعَةً وَنَغْلَى
عَمَّا يَنْشُرُ نَحْوَهُ

"اور یہ لوگ پرستل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سون کی جو ان کو نہ نصیب نہ پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی اور نہ ہی اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ (اے محمد ﷺ) ان سے کہہ دیجئے کہ "کیا تم اللہ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور زمین میں وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور باخبر ہے۔" (اسراء: ۸۷-۸۸)

خدا کے بلند و بزرگ کے انداز بیان کا یہ حسن تو دیکھئے کہ یہ لوگ اسے اس کے شرکاء کے در سے "خیر" تو کہے ہیں۔ اور پھر ان شرکیں سے اللہ کی تائید اور جیسے "تھنیف" کر لے

وَحُورٌ مُّقْبَوَاتٌ يَمْشِينَ وَبِعِزِّ عِلْمِهِ سَخِرَ عَمَّا
يَبْغُونُ

"اور ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں ملا سترائیں بھی ہیں دو پاک و برتر جان باتوں سے جو یہ لوگ چاہتے ہیں۔"

افسوس جو "زندگان ضرورت کے تفریح" تھے ان کے شرک و سب کو اس "حق و عباد خالقوں" نے اللہ سے ملا دیا تھا۔ یہ دگ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اب ادا میرا رب کے سن "عظم" کا اندازہ تو کیجئے۔ جو انہوں نے اللہ کے عیسیٰ القدر نبی اور اپنے باری کو خدا کا بیٹا قرار دے کر کیا ہے۔

اس مقام پر عرب کے عیسائیوں اور یہودیوں کا ذکر بھی ضروری ہے۔ یہ اہل کتاب اپنی کتابوں کی روشنی میں چاہتے ہیں کہ "کوہ" "ہرگا" اور "دوح" صدقہ کا "انتظار کر رہے تھے۔" لافاش جس کی کیفیت ہاشم کی آمد آمد کی شان دہی کر رہی تھی لیکن جب محمد مرئی ﷺ اللہ کی راہ میں رحمت کی صورت سنا دی وہ دن اور اس دین کے ہر ذرے کی پیاس بجھانے کے لئے تکیف دے کر اپنے کوئی معادمت کی خاطر ان لوگوں نے حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کر دیا۔

مذہبی زندگی کے بارے میں کچھ اور عرض کر دیا جائے کیونکہ اس طرح خود قرآن حکیم کے بعض مقامات کا پس منظر معلوم ہو سکے گا، اور یہ بھی اندازہ ہو سکے گا کہ قرآن کے اولین مخاطب کس ذہن اور نفسانی کواغلب کے ملک تھے۔ اور قرآن نے کس کس انداز میں انہیں مخاطب کیا ہے اور کس طرح ان کے واقفاتی کی مثالیں کو پیش کر کے شرک کے تصورات پر کاہری ضرب لگائی ہے۔

اسلام سے پہلے عربوں میں بیت اللہ کا احترام باقی تھا بلکہ یوں کہنا مناسب ہو گا کہ خات کعبہ کو ان کی اجتماعی زندگی میں اس کی اہمیت حاصل تھی۔ حج اور عمرہ کے مہینے حرام تھے جس میں راستے سفر کے لئے مکہ نہ رہتے۔ یہ بات سے اس حقیقت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ تہذیب کے ساتھ ساتھ اس کے معمار (حضرت ابراہیم علیہ السلام) اور ان کے شریک معمار (حضرت اسماعیل علیہ السلام) سے بھی ان کی نسبت تھی۔ عہد جاہلیت کے عرب اپنے بارے میں یہی گمان رکھتے تھے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے مذہب پر قائم ہیں لیکن صورت حال یہ تھی کہ انہوں نے صدیوں اللہ کے دین میں اپنے عقائد و شریعات، ہوا و ہوس اور مفاد پرستیوں کو اس طرح شامل کیا کہ اس دین کے نقوش بھی پیکارے نہیں جاسکتے تھے۔ ان کا پورا مذہب خود ان کی نظروں میں مشہور ہو کر رہ گیا تھا، اور اس کی مثال کل ادا دے۔

وَكَمَلَتْ رُؤْيَا يَجْهَرُ فَمِنْ الْمَشْرِ كَيْفَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ
شَرَّكَاءُ هُمْ لِيَزِيدُوهُمْ وَيَسْتَوْفُوا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ

اور اسی طرح بہت سے شرک کے خیال میں ان کے شرکاء (معبودوں) نے ان کی اور ان کے کل کو تسخیر بنا دیا ہے تاکہ ان کو ہلاکت میں ادا دیں اور ان کے دین کو ان کے لئے غلام ملکہ کر دیں (مشترک چاہیں)۔ (احزاب: ۱۷)

شرکین عرب اللہ کے خالق ہونے کے قائل تھے۔ اسی طرح ادا دوسرے کو بھی عکس کر رہی تھیں تھے، مگر انہوں نے وہاں سن وہ دن اللہ کے کئے ہی ستانے ستانے تھے وہ دن ستانوں پر جہیں پوز جھکا دی تھی۔ وہ بچے جن کو خالق کعبہ کے حضور پناہ شیخ اور دہکا رہا کرتے تھے۔

وَيَسْمَعُونَ مِنْ فُؤَادِهِ مَالًا يَصْرِفُهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ
وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ ضَعُفَاءُ لَا عِلْدَ لَهُمْ قُلْ أَتَشْكُرُونَ اللَّهُ

وَلَمَّا حَالَ هُمْ كَسَبَ مَرُّ عُنْدَ نَبِيِّ مُصَافِي لَمَّا مَعَهُمْ
وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتَحُونَ عِيسَى اللَّهُ نَسْ كَهْرُوا فَلَمَّا
جَاءَهُمْ مَعَهُمْ كَهْرُوا بِهِ فَعْنَهُ مَنَّهُ عَلَى لُكْهَرِ ۝
"اور جب ان کو ایک سی کنہ (یعنی قرآن) جو نسیب اللہ سے
(اور اس کی (لکھی) تصدیق کرنے والی ہے جو پیچھے سے ان کے پاس ہے
(یعنی قرآن) سے ملتا ہے اس سے قبل وہ (جو ان کی یاد میں ہے) رستے تھے لگا رہے۔
پھر جب وہ چلے آگئے جس کو وہ (خوب جانتے) پہچانتے ہیں تو اس
کا (صاف) انکار کر بیٹھے، وہی سکڑاں پر ہدف کی کی گئی۔" (سورہ ۸۵)

یہی نہیں بھلا کہ آپ نے شریکین کے دلوں میں مختلف قسم کے شکوک پیدا کیے اور انہیں
مختلف "سوالات" پوچھائے۔ ان کا یہ رویہ اپنی سیاست و قیادت کے قیام کے لئے تھا اور یہ یہ
سمجھتے تھے کہ ہمارے برتاؤ سے مشرکوں کو یہ یقین ہو جائے گا کہ (معاذ اللہ) یہ نبی کچا نہیں ہے۔
حدیث کے قُرْب و جوار میں یہودیوں کی کئی باتیں تھیں اور یہاں کے قباک خاص طور پر
اوس و خزرج، سے ان کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ اس قبیلوں کے قبول اسلام کے ساتھ ہی
یہودیوں کے اوس کی زمین میں دشمنی کے حق تعالیٰ اور منہ کی کھاد کے سہارے ٹھونڈا پائے کر
نعرت کے درختوں میں بدل گئے، مگر اپنی دشمنی کو ان یہودیوں نے منہ کا نہ کمال کے ساتھ
چھپایا اور یہ دعوت مسلم میں اختیار بھیہ کر کے یہ ممکن کوشش کی۔ ان کی نفرت اتنی شدید تھی
کہ انہی قبیلوں کے ہادیرواں کا اظہار ہو ہی پاتا تھا۔
قرآن کریم سے مسلمانوں کو ان کی چالوں سے چوڑے ہو کر ڈال دیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰصْحٰنَا مِنْ دُوْنِكُمْ
لَا يَدْعُوْكُمْ حَتّٰى تَخْرُجُوْا عَلَيْهِمْ فَذٰلِكَ يَدْعُوْا اَصْحٰنَا مِنْ
دُوْنِهِمْ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُ ۚ فَذٰلِكَ يَدْعُوْا لَكُمْ
اٰلَا يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

"اے مسلمانو! اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا کسی کو اپنا راز دار نہ بنانا۔

تھامے ساتھ ساتھ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھامی مسرت کی ترنا
رکھتے ہیں۔ واقعی بعض اُن کے منہ (زبان) سے ظاہر ہو کر رہتا ہے اور جس
قدراُن کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ تو بہت کچھ (اور کہیں زیادہ شدید) ہے
ہم علامت تھامے سامنے ظاہر کر چکے ہیں اگر تم، اٹھل رکھتے ہو۔"
(سورہ آل عمران ۳ آیت ۱۱۸)

یہ تھا وہ اپنی، اخلاقی اور معاشرتی پس منظر جس میں رہنے پھیلنے و رویہ مسیحا کو انسانی جگر
میں ڈھالا گیا تاکہ انسانوں کے لئے اللہ کے ازلی وابدی دین کو اس کی مکمل شکل میں پیش کر
کے ہمیشہ کے لئے ان کے سامنے ایک صراطِ مستقیم پیش کر دی جائے۔ وہ صراطِ مستقیم جو
قرآن کریم کے حروف اور محرم علی اللہ کی حیات مبارکہ کے ہر حرف اور ہر لفظ میں جگہ جگہ نظر آتی
ہے اور انسانوں کو اپنی طرف بلاتی رہی ہے اور بلاتی رہے گی۔



تلاش حق

حضور سرور کائنات ﷺ کی حیات قبل موت تاریخ کے سامنے ہے آپ ﷺ نے اپنے گرد و پیش کے اثرات کے سامنے سر نہیں ٹھکایا۔ رافضی کی تلاش آپ ﷺ کو بے یمن اور مضطرب رکھتی تھی۔ آپ ﷺ قلیل ذوق متجو تھے۔ یہی صفت آپ ﷺ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت سے پہلے کی زندگی میں لڑیوں تھی۔ قرآن حکیم نے آپ ﷺ کے اسی ذوق متجو کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

وَوَحَدَكَ صَاحِبًا فَهَدَىٰ

”اور ہم نے آپ (ﷺ) کو (عاشق حق) میں سرگروں پایا پس ہدایت عطا فرمائی۔“
(سورہ الفتحی ۴۳ آیت ۷)

حضور ﷺ اکثر زندگی کے اہم ترین سوالات پر غور کرتے۔ یہ کائنات کیا ہے؟ اس کائنات کے یہ پہلے ہوئے آثار و شواہد جس ذات مطلق کی طرف اشارہ ہیں اس تک کیسے پہنچا جائے۔ اس کی صفات کیا ہیں؟ انسان کا مقصد حقیقی کیا ہے؟ اور ایسے ہی اہم اور بنیادی سوالوں پر غور کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ظاہر میں اپنی ابتدائی زندگی کے کتنے ہی شب دور و گزر کر دیئے۔ ایک طرف حرا کی تہائیوں میں اپنے سوالوں کے جواب تلاش کرنے کی یہ کوشش تھی اور دوسری طرف آپ ﷺ نے اپنے گرد و پیش کی زندگی سے اپنا رشتہ بھی نہیں توڑا۔ حضور ﷺ کا انداز زیست اس لوگوں کے لئے مثال بن گیا جو اپنے، حوال اور اپنے معاشرے سے مطمئن نہ تھے۔ اس باب میں حضرت مصطفیٰ کبر ﷺ کا نام گرامی پیش کیا جاسکتا ہے۔

رزق حلال ابتداء ہی سے آپ ﷺ کی پاک زندگی کا ایک بنیادی پہلو تھا۔ آپ ﷺ نے تجارت و اجنبیاء اور اسی سلسلہ میں آپ ﷺ کی دیانت کی شہرت نے آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ سے روشناس کر دیا۔ اور آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ انکبری کی تجارتی غنائم کی کسے فراخ بھی انہی مہر دیئے۔ حضرت خدیجہ کی پاک زندگی نے عہد قبل اسلام میں بھی لوگوں کو مجبور کر دیا تھا کہ انہیں ”طہرہ“ کے لقب سے یاد کریں۔ اور یہ طہرہ اس قدسی نفس انسان کی زندگی

حیات محمد ﷺ قرآن حکیم کے "پئے" میں

میں بھولی کی صورت، رحمت یزداں بن کر آئی، جس کی سیرت نے لفظ طہارت کو نئی محسوس، نئی گہرائیاں اور نئی معنویت عطا کی ہے۔

اس شے نے حضرت محمد ﷺ کو ایسا اثر دیا اور خابری وادی انجمن سے بے نیاز کر دیا۔ سورۃ النحل کی آیت اکریم اللہ تعالیٰ علیہ کا لکھنے کی نہایت خوبصورت مثال ہے جس میں آپ ﷺ کی تفسیر اور احادیث حق کے ذکر کے بعد اسی شے کی طرف ہی اشارہ کیا گیا ہے۔

ووجدك عائلاً فأغنى.

”ہم نے آپ کو نگہ دست پایا، یہیں مال دار بنادیا۔“ (سورۃ النمل: ۸۷)

حضرت خدیجہ کے ساتھ ہی اکرم کی زندگی کا دور دو جی زندگی کی کامل ترین مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور کے لئے ایک ذہنی سکون کا پورا پورا رکھتی تھیں۔ وہ یہ بات بھی اذکارِ شکر رکھتی تھیں کہ عہد کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی نے عمر جیسے سال اور مرد و عورت کا عالم کا سن مبارک کی پچیس سال بھاری

البحر

جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا کیا تو وہ وقت تکا جسے خدا کی رضا کے مطابق نہایت کم عہد جدید کا قاعدہ آغاز بنایا ۱۱ رمضان کا مہینہ ۱۱ تھا اور حضور کی زندگی کا چالیسواں سال کی حجرا اعلیٰ امن والہ کا بیچام کے لئے تھے۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ
اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

”اے رسول اللہ! پہنچے اپنے رب کے نام سے جس نے (قلوب) کو یاد کیا جس نے آدمی کو فوں کی ہنسی سے نکل کیا، آپ (قرآن) پڑھا کیجئے اور آپ کا لب بڑا کریم ہے جس نے (انسان) کو غم سے تعلیم دی اور (سوء) انسان کو (دوسرے مانع سے) چڑھوں کی تعلیم دی جو کوہ جانا تھا۔“ (سورۃ النحل ۹۶، آت: ۵۱)

کدے سے عرقاٹ جاتے ہوئے پہاڑیوں کے سلسلہ میں ایک پہاڑی پر سفید رنگ دامن نظر کو
 اپنی جانب کھینچتا ہے۔ یہ عمل غور ہے۔ یہی "غش" میں غار خارجہ جسے قلب محمدی ﷺ کے
 جد المذکر کے آخری سلسلہ جلالت کی پہلی وحی کو "برائش" کرنے کا شرف حاصل ہے۔
 حضور ﷺ کا رخا رہے مکان تحریف کے لئے دار حضرت خدیجہ سے ہے۔ قرآن میں فرمایا۔ انہوں
 نے نور آپ ﷺ کے سجے ہوئے کی کوئی دلیل اور اہل نئے "تم" کے سب کے علاوہ سب سے



- ۱۔ سنا توں کچھ دیکھ کر کہہ دیا کہ: "یہ ایک گھمبیر مسئلہ ہے۔" سنا توں نے اس پر غور کیا اور کہا: "یہ مسئلہ ہے کہ ہم نے اس کو حل کرنے کے لیے کوشش کی ہے، مگر ہم نے اس کو حل نہیں کیا ہے۔"
- ۲۔ سنا توں نے اس کے جواب میں کہا: "یہ مسئلہ ہے کہ ہم نے اس کو حل کرنے کے لیے کوشش کی ہے، مگر ہم نے اس کو حل نہیں کیا ہے۔"
- ۳۔ سنا توں نے اس کے جواب میں کہا: "یہ مسئلہ ہے کہ ہم نے اس کو حل کرنے کے لیے کوشش کی ہے، مگر ہم نے اس کو حل نہیں کیا ہے۔"
- ۴۔ سنا توں نے اس کے جواب میں کہا: "یہ مسئلہ ہے کہ ہم نے اس کو حل کرنے کے لیے کوشش کی ہے، مگر ہم نے اس کو حل نہیں کیا ہے۔"

اسی دور میں حضور ﷺ کو "اعزل" بھی کہا گیا۔ عزل یعنی اسے کپڑے میں پینے والے سونا
مدری کی یہ آیات حضور ﷺ کو اپنے فرائض دینے کے لیے چار کرنے کے لیے مقرر ہیں۔ حکام سے
اس مسئلہ کو واضح کیجئے۔ "مدثر" قسم کا ٹھکانا ہے۔ وہاں کے لوگ ان کا کھانا دیتے تھے۔ عالم ساریت
کی اصداغ کے مسئلہ کا آغاز کیجئے۔ غلام داروں کو عت و شفقت کے ساتھ آراہیے۔ اور قول
فصل سے اپنے رب کی بڑائی کا اعانہ کیجئے۔ اپنے پرے پاک رکھنے سے مراد عقب و غم اور
اضغاب کی پاک ہے۔ یہ گوارہ اہل عرب سے۔ علمی بھی کی اہمیت رکھتے ہیں۔ چوتھا ختم تپائی
(روز) سے اور پہلے کا ہے۔ مگر میں کے مطابق روز سے مراد اہمیت ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق ہر مصیبت اس کے دائرہ میں آجاتی ہے۔
نبی کریم ﷺ تو مصیبتوں سے گوارہ کی نصیحت سے گوارہ ایمان کی ساس ہے۔ اس نے اس غم کے
حقائق کو پہلے ہی سے کہنا تھا کہ "تو ساریت کوں ہوتو"۔ رسول کا آپ ﷺ کا فرائض ہوگا۔ اور حضور ﷺ کو
حق طہار کے اس فوں سے کام کیا جائے گا۔ یہ بھی موعنے وجہ کی ایک صورت ہے اس کے
ساتھ ہر جمل نے یہ ہریت لہو کی کہ بدلے کے خیال سے کسی کے ساتھ احسان نہ کیا
جائے۔ چنانچہ حکم یہ دیا گیا کہ اپنے رب کے لئے مجھ کو بھرتے پانچ چیزوں کی احکام کے بعد یہ حکم
"یک ما من حکم سے بڑھ کر یا پھر سہ دن کو شامل ہے اور پورے دن کا پانچ بیجا ہے۔

"آپ ﷺ کی حیثیت سے فورا بعد ازاں مل جل کر ایک طرف تو آپ کو آپ کے فرائض سے لئے
ہریت فرما رہا تھا اور دوسری طرف نہایت احتیاط کے ساتھ سماجی دعوت پر ترین طاقت تک
پہنچائی جا رہی تھی۔ اس کام اور دعوت حق کو بڑھانے میں حرم روم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی
کردار ادا کر رہے تھے۔ ساقیوں اور اہل حق کی کاوش سے ایمان مانے اور یہ وہ وقت تھے جو
اپنے معشرے سے غیر مطمئن تھے۔ یہ کسی روایات سے متعلق تھے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی مصدقہ
وہایت و اہمیت کے گواہ تھے۔ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، حضرت
بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی
اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت مسیب رضی اللہ عنہ بھی
شامل تھے۔ سماج کی دعوت جتنی قییدہ سے ساتھ اس کو توں تک پہنچائی جاتی جس سے قبول حق کی
ملاہمیت پر نبی کریم ﷺ کی نبوت و مصیبت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر کے بچے کو یقین تھا۔

یہ دور تیس سال کی حویل مدت پر محیط ہے۔ یک طرفہ اسلام حق میں اس کے اس میں گھر
رہا تھا اور دوسری طرف کارسرات کے اہل تر سے "خبری رسول اللہ" کے سامنے پیش کے
رہے تھے۔ اور آپ ﷺ کو مسلسل طرف سے وارا جابا تھا۔ وہی کسی کی گم ہونے کا ذکر کیا
جا چکا ہے۔ نبی اکرم ﷺ آیات کے خلاف کرنے اور انہیں اہل ایمان تک پہنچانے کے سلسلہ میں
عداوت حساس تھے۔ آیات کو بعد کی جلدی دہرات، انہوں کو ہر ہر حرکت دینے اس کے رب کو
اس کی یہ مدار نہاد میں کسی بھی گئی ہوں گی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبی دہی کہ کتاب اللہ کو
پڑھانا اسے یاد کرنا سے سمجھا تاہم ہماری ذمہ داری ہے۔ "آپ (ﷺ) پریشان نہ ہوں۔ اس
اپنے غم میں اضافہ کی دہرتے رہے۔

لَا تُحْزَنْ لَهُ نَسْفَتُ نَفْسٍ يَهْدِيهِ عَلَيْهِ جَنَّةٌ وَقُرْآنُهُ
فَيَا دُرُّهُ لَيْسَ فَتَنْصِبُ قُرْآنُهُ ثُمَّ إِنَّ عَيْنَ بَنَاتِهِ

"(اگر محمد ﷺ کوئی کے چمٹنے کے لئے انجیروں کو ہر ہر حرکت دو کر
جلدی یاد کر لو اس کا صحیح کرنا اور پڑھنا اس سے ڈر ہے کہ جب ہم اسے س
رے ہوں تو تم غور سے سنتے رہو اور اسی طرح پڑھا کر دو، پھر اس (کے حق) کا
دن بھی اس سے ڈر ہے۔" (سورہ القیامہ، آیات ۶-۷)

فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ تَوَلَّى تَعْلَنُ بِالْعُرْوَةِ مِنْ قَلْبٍ
لِيُفْصِلَ الْيَتِيمَ وَخُذْ وَلَوْ رَأَيْتَ رُسُلَ عُلَفَاءِ

"بھلا اللہ تعالیٰ بھلا ہے اور ہر ہر حرکت میں ہے۔ قرآن نبی دہی جہاد کی طرف بھی
جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لئے جلدی نہ کیا
کرنا اور نہ کیا کرنا کہ اس سے ہر سبب ہر کے غم میں اضافہ فرما۔"

(سورہ القیامہ، آیت ۱۱)

یوں نبوت کے پہلے تیس سال تحریک تبلیغ میں گزرے اور اللہ نے وہی کے دور میں نبی کریم ﷺ کو
"سہ" سے موصول کے لئے تربیت عطا فرمائی۔ اس مدت میں بھی مسلمانوں کے واقعات
ہوتے۔ کسی چیز کی ذمہ داری میں بھی خود نہ کہہ میں چاشت کے وقت کی چاشت کی
مہارت قریش بھی کرتے تھے اور پھر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دہرتے کے گھر میں جو کو صاف کے قرب تھا۔

اس حدیث میں سو سے زیادہ مسید روئیں، اسلام کے حصہ رحمت میں داخل ہو گئیں۔ اس میں قریش کے تمام قبیلوں کے افراد شامل تھے قبیلہ قریش کے علاوہ دوسرے قبیلوں کے دو چار افراد بھی مسلمان ہو گئے۔ ایمان لانے والوں میں کم و بیش دو خیم اور کئی یں بھی شامل تھیں۔ جن کی آغوش کی لافشاں سرد کا نام تھا ﷺ نے اپنے بچپن کے سنے گزرے تھے اور حضرت محمد عظیم بن یاسر کی والدہ حضرت سیدہ بھی جس جو اسلام کی پہلی شہیدہ ہیں۔ سلام کی تاریخ، عورت کی عظمت کا سرچشمہ ہے۔ پہلی مسلمان ایک خاتون، پہلی شہید ایک خاتون۔ ایمان لانے والے دو زہر ستوں (نحلاوں اور کثیروں) میں چھ گزیریں شامل ہیں۔

یکہ طرف غریب تہنہ کے ذریعہ مکہ کے مشرکانہ، حوال میں وہ سعادت و جوار میں آئی جس کے ارکان کی زندگی اللہ ہی اکی اور نور جسم ﷺ کے نوار سے جگمگاتی تھی۔ یہ وہ تھے جن کے سعادت اور اسلوب حیات کو دیکھ کر کہیں مکہ سے چنے گئے کہ خیر ہوئی ان کو کہیں سے ملی۔ دوسری طرف رسول کریم ﷺ کی تربیت پچھلے یوں فرمائی کہ اس دعوت حق کو عام کرنے کا مرحلہ آ گیا۔ تاریخ نبوت کے صفحات شہد ہیں کہ ہر رسول نے اپنی عملی زندگی اور سونہار و حکمت کی زبان اور زور سے اسلام کی دعوت اپنے اپنے دور میں پیش کی۔ حضور ﷺ تو خلاصہ نبوت اور جامع صفات نبوت تھے۔ اسی نے آپ ﷺ کی دعوت حق کو حکمت و نصیحت کا نظارہ عروج و انجیل بنایا تھا۔

آپ ﷺ کے رب نے آپ کو بتایا

أَدْعُ الْاِیَّی سَبِّیْلَ رَبِّیْ بِمُحْكَمَةٍ وَتَمُوْا عَطَا الْاِحْسَہ
وَحَادِیْ لَهْمُ بِالْاِیِّ هِیْ اِحْسَہ اَنْ دَنْتَ هُوَ اَعْلَمُ نَمِیْ
صَلَّ عَنْ سَبِّیْہ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُتَعَدِّیْنَ ۝

”(اے محمد) اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور رحم و شفقت کے ساتھ بلاؤ اور بہترین طریقے سے ان سے معاہدہ کرو اور تمہارا رب غیب پر مانتا ہے جو اس کے راستے سے ٹھک گیا ہے اور وہی غیب پر مانتا ہے جو ہدایت پانے والوں میں سے ہیں۔“ (آل عمران ۱۰۵)

برقہ آج بھی رسول کریم ﷺ کے متبع ر کو طریق دعوت حق بخلا رہا ہے۔ لوگوں سے ان

کے دین کے ساتھ حق و جبرائے انکبار میں ہت کرنی لازم ہے اور معاہدہ میں مزاج کا امتداد اور الفاظ کا عینیت نگاہ پر ہے۔ بحرینی کے ذمہ صرف یہ قائم ہو چکا ہے۔ سارا تو اللہ تعالیٰ صرف فرماتا ہے۔ رسوں کا اسلوب تبلیغ اور انداز حکام بھی شیعہ کے تجلیوں اور حیروں سے غفلت نہیں کھا سکتا۔ شیطان جو انسانوں کے درمیان فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے۔ سورہی اسرا میں معراج کا قطف ہے۔ اس صورت میں ہجرت سے تقریباً ایک سال پہلے دعوت حق کے ارباب کے مسئلہ میں جیسے احکام کی تکمیل فرمادی گئی ہو۔

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَعُوْذُوْا الْاِیِّ هِیْ الْاِحْسَہ بِنِیْصِیْ یَرْحُ
نِیْہُہُ نِیْصِیْ کَانَ لَاسَاسَ عَدُوْا اَحْسَہ وَنِیْصِیْ
اَعْلَمُ بِحُکْمِ الْاِیِّ بِشَآئِرِ حُکْمِہُ نَوَیْ بِشَآءِ یَعْلَمُہُ وَمَا
اُرْسَلْتُ عَنْہُہ وَکِیْلَہ

”اور (اے محمد) میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ اکی ہت گئیں جو بہترین ہیں۔ شیطان انسانوں کے درمیان فتنہ برپا کرتا ہے۔ بے شک شیطان انسانوں کا کھڑا دشمن ہے تمہارا رب تمہارے سب سے غیب واقف ہے اور چاہے تو فرما کر نہ کرے اور چاہے تو عدم ہا دے اور (اے محمد) تم سے تم کو ان کے حوالہ دہا کر نہیں بھیجا ہے۔“ (اسرا میں ۵۳)

یہ بات تبلیغ کے اس مرحلے کو پیش کرتی ہیں جب دعوت عام کو شروع ہونے لگی برس گزر چکے تھے۔ اور ہمت و یقین بھی اس سلسلہ میں یہ فریضہ انجام دے رہی تھی۔ تین سال کی فتنہ تبلیغ کے بعد جب فتنہ دعوت حق کے لئے ہمارا ہو گئی تو دو سرا مرحلہ ”مکیا اور مدینہ“ اپنے قرینی طرز و دور رس اداروں کو صداقت اور نجات کی طرف دھانے کا حکم ہوا۔

وَاَنْدَرِ عَشْرِیْ نَلْکَ لَآخِرِیْنَ

”اور اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو (مکہ کے حجاز سے) خبردار کرو اور ڈراؤ۔“ (انفال ۱۲۵)

اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قریب عزیزوں کو دعوت دی۔ ان لوگوں تک ”بے دین“ کی

”اور (اے رسول اللہ) کہنا بیٹے کو کہ میں نے اعلان کیا ہے کہ میں نے اسے (ابراہیم) (۱۸۳۵ء)

انہی میں سے ان ہدایت کے خدا کی صحت حضرت محمد ﷺ کو دھوکہ دینا چاہتا تھا اور آپ ﷺ کے ہاتھوں سے ”ایک صاحبہ“ کا فخر ہوتا تھا اور اس وقت ہند کی چلی تھی جب کسی شخص کے ہاتھ کا شیشہ ہوتا تھا اور دیکھا جاتا تھا۔ وہ دوسری پہلی ہی تھی جس نے مسلمانوں کو اللہ (اللہ کی کتابوں میں سے) قرار دیا ہے۔ (ابراہیم ۱۸۳۵ء)

حضرت باہر وہی صاحبہ اسامہ سے انہیں پہچانیں گے اور یہاں تک پہنچ گئے تھے۔ شیر حور اسماعیلؑ کی بیٹی اور ماں کی بیٹی تھی کہ رمت الہی کو پتھر کے چارے کا ”پہنا“ دے گا۔ اس واقعہ کے عداوت کے غلط فہمی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سنی کی ہند کی سرور کا نکات ﷺ نے قریش کو آواز دی تھی ”ایسا معشر الفریض“ اور قریش اس ”وہ زکی طرف ہے“ جانتے آئے تھے، کیونکہ یہ اس کی ”اتھلی جان کے معاشرہ کا ہندو“ اور میں تھا اور اس صادق و امین کے دل میں بھی ایک اضطراب تھا۔ اپنے عزیزوں اور قریبہ داروں کو گھر سے بچانے کا اضطراب۔ یہ وہ وقت تھی جو سوریہ کی جنگ گمراہوں کے غم میں اپنے آپ کو بھولتی رہی۔ اس وجہ سے ہند کی چوٹی پر تھے وہ دوسری طرف کا اضطراب ﷺ کے لئے۔ سامنے قریش کی جمع تھی اور آپ ﷺ کی بیعت پر کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ دوسری طرف دیکھ سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے بنی عبدالمطلب اسے نبی کہیں اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہلے کے دوسری طرف یہ فتنہ تیار کر رہی ہے اور تم پر خدا کا ہونا چاہتی ہے تو کیا تم میری بات مان لو گے؟ قریش سے یہ کہیں نہیں، تم سے یہ جو دھوکہ ہے تم سے بھی کوئی عداوت نہیں بنی۔ قریش کے اس اقرار کے بعد چند رسالت سے یہ عداوت دائر ہے ”میں تم چاہتا ہوں کہ میں تمہیں اس عداوت شیعہ سے آگاہ اور متنبہ کرے کہ میں جو تم سے بہت قریب ہے“ اور پھر آپ ﷺ نے دعوت معارف کی۔ اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کی دعوت۔ قریش کا مجمع حاشیہ ہو گیا۔ مکمل نہا اس عین پر چھپا ہوا تھا۔ وہ فریاد کرتے تو کیسے اہل ابد بخت ازلی ابوبہب سے اس کو کھانا سونپی کو توڑتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا دل بڑا ہوا۔ کیا اس لئے تم نے تمہیں بھلا دیا تھا۔“

منا کے انتخاب میں مصیبت کا علی مظاہر ہو چکی تھا۔ نبی کا مظلوم صرف یہ نہیں کہ وہ غیب

مظاہر تو کافی ملتی تھی۔ جس سال کی کاوش سے وہ بے خبر تو نہیں رہ سکتے تھے۔ بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب اور بنی عبد مناف کے سربراہ اور ہر لوگ دعوت پر آئے بنی کریم ﷺ کے خطاب سے پہلے ہی ابوبہب اور اس نے کہا کیجئے اور جو ہر گھر پر آئے دین کی بات نہ کرنا۔ تم سے زیادہ وہی شخص اپنے خاندان کے لئے ”فتنہ نہیں لایا۔ اور جس پہلے ہی دن ابوبہب نے اپنی اور بنی ہاشم اور بنی عبد مناف کو دیکھا۔ بنی عبد مناف کے مقلد کوئی عداوت بن گیا۔

تیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز

چراغ مصطفیٰ ﷺ سے شرار بولہبی

رسول اکرم ﷺ نے دوسرے دن پھر اپنے دوستی اور ملی کو پیش کیا اس شخص میں ابوبہب نے یہاں تک کہہ دیا کہ آؤ ہم اسے لے کر آئیں کہ اس سے پہلے کہ میرا یہ کہیں اسی شخص میں جناب ابوبہب نے کہا کہ میں اپنے آباؤ اجداد کو ترک نہیں کر سکتا۔ اس شخص میں دوسرے دن اپنے کام کر رہا تھا یہی حفاظت کریں گے۔

اس پہلی دعوت عام کے بعد ایک طرف تو مسلمانوں پر شکنیں کے مظاہر کا سلسلہ اور بڑھ گیا۔ اور دوسری طرف وہ مسلمانوں کے ساتھ تسخیر کرنے لگے۔ ان کا مذاق اڑاتے اور ان کا طعنہ بکام کا دہرائی تھا جو اقوام سابقہ کے ”نہرین“ رہا اور وہ اہل ایمان کے ساتھ روادار تھے۔ رسالت میں سلسلہ تبلیغ کو وہ عام کرنے کا حکم دیا اور وہ بھی اس سنی کے ساتھ کہ اس پر شیعہ کرنے اور مذاق اڑانے والوں کے لئے اللہ کا ہے۔

وَصَلِّعْ بِنَاؤُفُورُ وَاَعْرَضْ عَنِ الْمَشْرِيقِیْنَ ۝

نُكُفْتُ الْمَشْرِقِیْنَ ۝

”جس جو حکم تم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دے گا یہ وہ لوگوں کو نہ دہراؤ مشرقیوں کا دہراؤ نہیں کہ وہ تمہاری طرف سے ان حق رائے دہوں (کو سراہنے) کے لئے کافی ہیں۔“ (ابراہیم ۱۸۳۵ء)

اور اسی حکم کے سلسلہ میں یہ بھی ارشاد ہوا۔

وَقُلْ اِنِّیْ اَنَا الْمَدِیْنَةُ الْمُنِیْنَةُ

گی خبریں ہم تک پہنچتا ہے۔ بلکہ نبی اس کو کہتے ہیں جو مقام بلند پر کھڑا ہو اور دوسوں طرف دیکھ سکے۔ رسول کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ دوسوں انبیاء میں اس کے دائرہ نگاہ میں ہوتی ہیں یہ دنیا تو اس کے سامنے ہوتی ہی ہے۔ اللہ سے آخرت کا مشہد ہو بھی گرا دیتا ہے۔ اور نبی انہیں خدا کی طرف جاتا ہے جو اس کے لئے "وہ ہوتی ہیں۔ جنہیں وہ دیکھ جیتا ہے۔"

قرآن حکیم مسلسل نازل ہو رہا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں جو کچھ کی کتاب قرآن ہے جو ہونے لگا وہ اس کی کتاب کے نواس کا مقصد بھی ہے کہ تم مقرر (کہ) اور اس کے طرف سے وعدہ اس کا اس کی روشنی میں ان کی گزشتہ حیات کے گناہ گار سے شہید کرو۔

وہذا یحییٰ نسلککم مصلحتی لئلا یتوبوا
وینزلناکم القرآن و من حیوینہ

اور یہ کتاب جسے ہم نے نازل کیا بڑی خبر و برکت والی ہے اور اس چیز (کتاب) کی تحدید کرتی ہے جو اس سے پہلے آئی تھی اور اس لئے نازل کی گئی ہے کہ تم اس کے ذریعہ ایمان لائے (کہ) اور اس کے طرف سے لوگوں کو جڑ کر دو۔ (احزاب ۶۴ آیت ۳۷)

اس حکم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قریشی بستیوں کا دورہ فرمایا اسی کے ساتھ زمانہ رخ میں مختلف علاقوں کے آنے والوں سے بھی آپ ﷺ نے مذاقات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اسی سلسلہ میں عرب کے کوفہ سے بعد کے برس میں آپ ﷺ کی مذاقات کے بعد ہی ہجرت مدینہ کی منزل آئی۔ مگر اس سے پہلے ہی صحت کی بہتر حالت کی منزل آگئی تھی۔ تعلیمات آپ آگے چلنے لگیں۔

برہوت تاریخی مراحل سے گزرتی ہے۔ حضور ﷺ کی دعوت کے مراحل کی تکمیل اس اتحاد کے ساتھ ہوئی۔

فمن یناہل الناس شیءاً منہم لیسوا منکم جمیعاً یأتی
لہ مثلکم المسموب ولا یصل لآلہہ الاھل ونحبی
ویمیت فناموسہ لہ ودرسولہ نبی ذلھن لئلا

یؤمن باللہ و کعبہ و اشعورہ لعلکم یسئلونہ

"(اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے کہ اسے (اے ہم اسامیت) میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ تمہاری اور میں کی بادشاہت جس کے لئے ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہی اللہ کا ارادہ ہے کہ اس ایمان والا اللہ تعالیٰ پر اور اس کے پیچھے جوئے نبی الہی پر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے ارشادات کو پاتا ہے اور اس کی اتباع کرتا کہ حیات پائے۔" (سورہ احزاب آیت ۵۸)

ابن کثیر کے سامنے آپ ﷺ نے رنگ کی کار کوٹھ یک کھلی کتاب کے صفحات کی طرح تھا اور اس کتاب کی عبارت میں کہیں ایک نقطہ کی غلطی انہیں بھی نظر نہیں آئی تھی۔ سی کے جب صفحہ ۱۱ دیکھا کہ آپ ﷺ نے انہیں دعوت دی تو وہ خاموش رہے۔ اور اس کے بعد سلسلہ تبلیغ پھیل گیا۔ تو آپ ﷺ نے آیات الہی کی روایت کے طور پر پیش کیا۔

یہ آیات مجزہ کا رد بھی رکھتی تھیں۔ جی ہجرات بھی اہل قریش کے سامنے آئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ نے اپنی حیات حسیہ کو نبوت کے طور پر پیش کیا۔

فعلیٰ لیس فیکم غفران فیلہ اولا یغفرون

"(تم میں سے پہلے ایک مرتبہ رہے درمیان مگر پہنچاؤں بھارم عقل کے کام کرنا نہیں پڑے۔" (سورہ بقرہ ۱۰۱ آیت ۱۰۱)

اللہ رب العزت نے رسول اکرم ﷺ کی رہائی کفار سے جو بات کہہوائی ہے، اور اس کی معافی پر غور فرمائیے۔ سامنے کے معنی تو یہ ہیں کہ جس نے تمہارے درمیان ایک غمگرازی سے اور میری ساری رشتہ، میرا ارادہ، میری شہادت و برہوت میری گفتگو اور میرے معاملات تمہارے سامنے ہیں۔ پھر تم عقل سے کام لیں لیکن جیتے اور میری صداقت کے اقرار کی جگہ یہ سوا کیوں۔ جس اس بیکار سات اللہ کا مہمبہ اس سے کہیں زیادہ گہرا ہے۔ اپنی زندگی سے، کہتے ہیں اسی بیت میں نبی کریم ﷺ سے اللہ نے یہ عطا کیا ہے کہ اگر اللہ کی مشیت نہ ہوتی تو میں تمہیں قریش میں نہ دے دیتا جس میں تو اس کا علم ہی نہیں ہوتا۔ میں نے ایک مرتبہ رہے درمیان نہ کی ہے۔ کہ تم نے اس سے پہلے یہاں کیا نہ کام، اس کی صداقتیں

انسانیت دینے کے خلاف تھے۔ اور پھر یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ ان جیسے ایک شخص
خدا کا رسول کیسے ہو سکتا ہے۔

فَقَالُوا لَوْلَا أَلَمْنَا لَكُم كُفْرُكُمْ وَمِنْ قَوْمِكُمْ أَفْكَارٌ أَلَمْنَا
فَكُنَّا مَرْكُومًا ۚ وَسَاءَ مَا تُوعِدُ ۚ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ عَادَتِكُمْ
إِبْرَآءٍ تَوَمَّلُوا هِيَ الْحَبْلُ الْمَمْلُوكُ

"نوح کی قوم کے سرور و جنوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا،
ہوئے تم ہماری عادتوں میں اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ جس میں ہم انسان
ہو اور ہم دیکھ رہے کہ ہماری قوم میں جوڑی تھے جنہوں نے سچے سچے
تمہاری عادت اختیار کر لی ہے، اور ہم کسی چیز میں تم کو اپنے سے زیادہ صاحب
فضیلت نہیں پاتے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔" (سورہ نوح: ۲۷-۲۸)

میں روئے قریش کے لئے اختیار کیا۔ ان کی مخالفت کا ایک اور قوی سبب اسلاف پرستی اور پاؤ
اجید کے راستے کو گنج جھاننا تھا۔ ان سب کا ذکر قرآن حکیم میں ہمارے کیا گیا ہے۔ قریش نے
اللہ پر کئی نئی جنتیں جوڑ رکھی تھیں، اور عقل سے کام نہ لیتے اور

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ عَادَتِكُمْ إِبْرَآءٍ تَوَمَّلُوا هِيَ الْحَبْلُ الْمَمْلُوكُ
وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ عَادَتِكُمْ إِبْرَآءٍ تَوَمَّلُوا هِيَ الْحَبْلُ الْمَمْلُوكُ
وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ عَادَتِكُمْ إِبْرَآءٍ تَوَمَّلُوا هِيَ الْحَبْلُ الْمَمْلُوكُ

"اور جہاں سے کہا جاتا ہے کہ کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس کی طرف
اسراں کے رسول اللہ کی طرف آؤ اور کہتے ہیں کہ جس راستے پر ہم نے اپنے
باپ دادا کو پیلا ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے چاہے ان کے آقا و جد اور کچھ نہ
چاہتے ہوں اور اس راستے کی انہیں خبر نہ ہو۔" (الحاکم: ۵۵۰۳)

مشرک یا تم کہتے تھے کہ تمہارے لفظ ظہر کو انکار کرنا جانتے تھے کہ یہوں نے فتح کو اپنے
مفسد بنالو۔ بہت باتوں کو اللہ سے منسوب کرنے کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے نبی اکرم

کچھ سمجھ سے ہی ہیں جس کے دائرے میں یہ رہنمائی دہانے والی رہنمائی سے آتی ہے۔ تم عقل
سے کام نہیں لیں لیتے اور یہ بات نہیں لکھیں گے کہ ان تعلیمات کا سرچشمہ کچھ اور ہے۔ یہ اللہ
کی وحی ہے اور اللہ علم و خبر ہے۔

عقل سے کام لینے کے جگہ اور حضور ﷺ کے پیشخ کا جواب دینے کی جگہ سردارانِ قریش نے
آپ کی اور آپ کے پیغام کی مخالفت شروع کر دی اور نہایت شدت کے ساتھ حضور ﷺ کی
مخالفت اتنی شدت کے ساتھ کیوں کی کہ قرآن کریم نے مختلف مقامات پر اس سال کا جواب
دیا اور تمام احوال و عناصر کو پیش کر دیے ہیں جو اس مخالفت کی بنیاد بن رہے تھے۔ ان احوال کے مطالعے
سے اس عہد کے مکی اور مدینہ کے دربار اور طبقے کے مفادات کا تجربہ کیا جا سکتا ہے۔

یہاں یہ بات عرض کر دینی مناسب ہوگی کہ انہیں سے بعض میں سے پیش کی مخالفت کے
بیک سبب تھے اور ان بھی کئی کئی اسباب و احوال کی بنا پر وہیں حق کی مخالفت کرتا ہے۔ اس
سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ کفر کا ذوق چاند ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی مخالفت برسرِ اقتدار طبقے نے اس عادی کی کہ یہ
پیغام ان کے اقتدار کے لئے موت کے دروازہ کھولتا ہے۔ "افوت" اور "مبادات" کے
تصورات ان کی عبادت کے خاتمہ کے مترادف تھے۔ اس طرح تو حید کا نظریہ ان کی عقلی تسلیم
پر کافی ضرب تھا۔ اور قبا کی اعتبارات کے سوا یہی ان کی پرانی ہی عمارت تھی۔ وہ
ایک ایسے دین کو کیسے تسلیم کرتے جس میں وقوف اور پرانی کا تصور قبیح، بدعادت اور دولت کی
جگہ کر دیا اور ان کو ہی تھا۔ معاشرے کے ریاست اور غریب و گناہ اس نظام سے وابستہ ہو کر ان
کے سرسبز بن جاتے، ابوبکر و عثمان وحی اور مصیب و ہلال و قمر میں کوئی فرق نہ دیکھتا تھا۔ حضرت
نوح کی قوم نے بھی نوح سے یہی کہا تھا۔

قَالُوا إِنَّا مِنْ دُونِ مُوسَىٰ عَلَىٰ عَدْوٍ شَدِيدٍ ۚ

"انہوں نے کہا، ہم تو تمہارے ایمان لے آئیں حالانکہ میری بیوی مرد ہیں
ترین ہو گوں گے اختیار کر لگی ہے۔" (شوریہ: ۲۴)

قرآن حکیم نے اس مسئلہ میں یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ قوم و ملت کے سرور انہیں
کرامت کی مخالفت میں پیش نہیں رہتے تھے، بلکہ وہ معاشی اور تمدنی طور پر کمزور لوگوں کو متحرک

کے سچے دو دل میں اتر جانے والے ارشادات کے اثر کو کم کرنے کے لئے ”پھل“ کو جنوں سے حریم اور ارشادِ عظیم شروع کر دیا۔ یہی باہم آپ کو کذاب (معاذ اللہ) کہنے کی امت نہ پڑی تھی مگر مجبوراً یہ لفظ بھی استعمال کرنا پڑا۔ ”قرآن حکیم میں یہ سارے الزامات اور بہتان تفصیل کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔ اس کا معنی اور ہمیشہ قائم رہنے والا پہلو یہ ہے کہ ہر دور میں حق کی آواز بلند کرنے والوں کو انہیں راستوں سے گزرتا پڑتا ہوگا۔

رسول کریم ﷺ ایسے رسالت تھے کہ ان کا رسول ہونا براہِ اعتبار سے واضح تھا۔ دورِ رسولِ مبین تھے مگر اہل قریش کی بدعتی اور سخت دلی نے انہیں اعتراضِ حق سے راک رکھ دیا۔ ان کی فطرت کا عالم یہ کہ

”اَیُّ لَہُمُ الْاِشْرَی وَفَیْضَ حَآءِہُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ؕ لَیْسَ یُوْلُوْا غَیْبَہٗ وَفَیْضَہٗ مُعَلَّمٌ مَّحْصُوْنٌ ؕ

”ان کی نصرت کب دور رہی ہے تاکہ بے پاس رسولِ مبین آگیا پھر بھی انہیں اسے سنہ سوڑا یاد رکھ کر یہ تو کسی دور سے (اس کا پڑھنا سکھایا ہے اور انہوں نے)۔“ (سورہ صافات: ۱۳)

”لَہُمُ کَاوِبُوْا اِنَّہٗ فَضْلٌ لَّہُمْ لَا اِلَہَ اِلَّا اِنَّا نَسْکُرُوْنَ ؕ وَیَقُوْنُوْنَ اِنَّا لَنَارِکُمْ ؕ اَلَا اِنِّہِیْہِیْنَا شَاعِرٌ مَّحْصُوْنٌ ؕ

”یہ ادھوک تھے کہ جب ان سے بے جا حد کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ فرد اور انھار سے کیجئے کہ کیا ہم اپنے ایک شاعر جنوں کے کہنے سے انہیں اس کی خاطر اپنے معبودوں کو گھبرا دیتی؟“ (اشفاد: ۳۷، ۳۸)

”جنوں“ ”شاعر“ ”کذاب“ ”مکذوب“ ”معلم“ اور ”شاعر“ ایسے خطبات کی آزمائی، پھروں کی پادشہائی، مقاصد، انہیں سال تک ایک کھٹی میں تنہی شاعر کے ساتھ بناؤ گزرتی اور انکی ہی دوسری صبر ”راہ اور بچاؤ“ کی طرف سے دوسری ان کی تہمتیں اللہ کے راستے پر چلتے رہے اور لوگوں کو اللہ کی طرف دلتے رہے۔ یہ تھا قریشی عورت کی تخیل کا کال ترین مظاہرہ۔ اس سلسلہ میں حضور ﷺ نے ان راہی حادیات کے برعکس پورے عمل فرمایا جس کا آیت قرآنی نے

حوالوں سے کیا جانچا ہے۔ سرورِ دین ﷺ نے ولی الہی کو دوسروں تک پہنچانے میں حکمت و موعظت سے کام لیا اور بہت کی شگفتگی اور دیہ کی بے غرضی کا وہ معیار قائم فرمایا کہ آج کی مہذب، مشارکت اور متقدم دنیا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

حضرت محمد مصطفیٰ، انور نبی ﷺ کا قلب مبارک ان نیت کے درد اور محبت کا ایسا سرچشمہ تھا کہ کہ انہیں کی گزرتی پر آپ ﷺ کا دل دلتا رہتا۔ اس حقیقت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ حوالیان نہیں۔ ”آپ ﷺ ان کے لئے ہلاکت ہیں۔ اس کیونکہ ان کے ضمیر مردہ ہیں اور کام حق ان کے سہرے کانوں کے لئے نہیں ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو مسحت حق اور قبول حق سے محروم کر لیا ہے۔“

”فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ عَلٰی الْغُیْبِیْنَ ؕ اِنَّکَ لَا تَسْمَعُ الْمَوَسٰی وَاَلَا تُسْمِعُ الْمَلٰٓئِکَ اِذَا وَاوَاوَا مُذٰبِرِیْنِ ؕ وَمَا اَنْتَ بِہٰذِی الْغُیْبِیْ عَزَّ صَلَاتُہُمْ ؕ اِنْ تَسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ فَہُمْ مُسْلِمُوْنَ ؕ

”جہاں آپ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتے ہیں آپ مرنا اور بالکل واضح حق پر ہیں آپ نہ روکیں نہ سکتے نہ ہیں اور ان تک الہی دعوت پہنچا سکتے ہیں جس سے پھر کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ اور سادھوں کو نہ بتا کر بھٹکتے سے بچ سکتے ہیں۔ آپ قرآنی بات تھی لوگوں کو سیکھتے ہیں جو اللہ کی آیت پر ایمان لائے ہیں اور پھر مسمیٰ بن جاتے ہیں۔“ (سورہ اہل: ۱۷، ۱۸)

حضور ﷺ کے اسے اللہ تعالیٰ نے ”مہذب“ اور ”تہذیب“ کے فرائض قبول فرمائے تھے۔ ان لوگوں کو کتنا بے ”کہا کرتا جو راہِ باطل پر گامزن تھے۔ اور انکی جنت شہم در بھرا دیں گی بشارت دینا جو اسراطِ مستقیم کے راہی تھے۔

”ہم الانبیاء وعلیہم السلام نے خود دیکھ کر افاضات جن فرائض بشری و عبادت، اور شہادت کے ساتھ انہیں سارے کے چارہ صدیوں اس سے تیار کیا اور یہ کتنی ہیں۔ آپ ﷺ کے اسراطِ مستقیم کی سعادتوں کو اپنے اسوۂ حسنہ سے اپنا کر لیا اور ”خود ساری“ سے قیام کے ذریعہ ایمانی زندگی کو اللہ کے رنگ میں رنگ دیا۔ وہ اسوۂ حسنہ کی رو سے آج بھی صرف ہمہ لئے ہی نہیں بلکہ تمام عالمِ انبیت

حیات محمدیہ قرآن حکیم کے "میزے" میں

[illegible]

فَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُ لِيَكُونْ لَكُمْ كِتَابٌ مُرْسَلٌ
مِنَ السَّمَاءِ وَأَنْزِلُ الْكُتُبَ الْمُبِينَةَ

اسے نبی (ﷺ) کہہ لو گے آپ کی نگاہ بہت اونچے سے پہنچے گی
 بہت سے رسولوں کی نگاہ بہت کم چاٹکی ہے، جو بہت واضح کائناتوں اور جہنموں
 اور رشتوں سے کہنے والی کتابیں اسے تھے۔ (۲۰۰۰ سال پہلے ص ۱۸۳)

اللہ تعالیٰ نے انبیائے سلف کی تاریخ کے حوالے سے اپنے رسول ﷺ کو قسماً دیتے ہوئے فرمایا کہ کافروں کا تم سے کوئی فی جنج نہیں۔ باطل کے ہاتھ میں صرف یہی حربہ ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا نِسْمَآءَ رِئَاسِي مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالْأُولَئِينَ نَجْمُهُمْ
مِنْهُمْ فَكَذَّبُوا بِبَشْرِهِمْ قُلْ يَسِيرُونَ فِي الْأَرْضِ
ثُمَّ يَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ

”اے نبی (ﷺ) آپ سے پہلے بھی رسولوں کا خالق ازل وابد کا ہے مگر بن خالق
 نواسہ وادب پر سرکار ورضیقت مسند ہو کر ہی جس اوراد وائے اتے تھے
 رسول (ﷺ) اسے بن خالقوں اور مقرر کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ ذرا میں پر
 عمل ہو کر کہیں کہیں سے اور کمال کا نام ہو۔۔۔ (سورہ قمر ۱۰۰ تا ۱۰۲)

حضور اعلیٰ کی زندگی کو تاریخ میں شامہ کے یہ عہد ملے۔ وہ دولت کی زندگی اور عالم پاک
موت سے دوچار ہوئے۔ اور اسے بھی اس زمین پر چھوڑ دی۔ ہمارے ملک میں سے جو عہد
اور خوش بخت تھے وہ تمام ختم کرنے کے بعد ہدایت کے ستارے کے دریا سے عہد اور اسے
ہمارے دور کے تعمیر کاروں میں شامل ہو گئے۔



جماعت مؤمنین

ظلم کا مقابلہ ایمان اور صبر سے

گھر کو نہ دے دے صرف تنہا ایک عہدہ انیس رہے بلکہ وہ اہل بیاد کے دلوں میں غم کے یہ ہواست کرتے ہیں۔ ان مظلوم کا جواب اللہ کے دے گا میرے اور صفا ہے دیتے ہیں اور جس تاریخ کا رتہ ہوتا ہے تو غم کی کافی مراد دیتے ہیں۔ اور یہاں قریش کا کہہ کہ اس وقت اس رحمت پہنچیں ہے نہ تھا۔ جو مذاق اڑنے والوں کے لئے دیا گیا کرتا اور صبر کو اس طرح اختیار کرتا کہ غم کو نہ کھڑی کر کا احساس ہوتا ہے۔ یہ وہ نہیں جس جھڑپی اور مجھرونی کی پیہ اور ہوتا ہے۔ بلکہ وہ صبر کو اپنے راستے پر چڑھ کر اس طرح جم کر کھڑے رہنے کی کیفیت ہے۔ اور اسی صبر کا سبق اللہ تعالیٰ کے صابر و عظیم کے لئے جو عفت مؤمنین کو دینا ہے۔ کہ اگر کسی ایذا رسانی کے سلسلے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ صَرَفَهُمْ هُوَ جَزَاءُ لَعْنَتِهِ ۖ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ
إِلَّا مَأْتَهُ وَلَا تُحْزِنُ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي صِفِّ مَمَّا
يَعْمَلُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ
شَحِيحُونَ

”کہ تم میرا (جیل) لینے کی جگہ کویتینا پر میرا رہن کے حق میں بہتر ہے اسے جی میرے کام لے گا اور جس پر اس مقدمہ کی توثیق ہے۔ یہ ان لوگوں کی حرکت ہے جو شہر کے کاروبار و شان کے کھراؤ پر چالیں ہیں جس کا وہ اپنے ملک اور مقامی ان کے ساتھ ہے جو حقوق کو اختیار کرتے ہیں اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔“ (جولائی ۱۹۴۲ء)

اسی مسئلہ کو دہلی سے صبح کے چار بجے اور دوپہر کے چار بجے کے درمیان میں کھانے کے لئے کھانا کھاتے ہیں۔

ہے۔ وہ شہم جو جدی گویا جس میں اثر کر ثابانی بن جاتی ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے۔ اللہ سے رشہ قائم رہے تو قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح عالم بہت چھوٹے نظر آتے ہیں۔ اس کی چالیس تا ر حکومت اور اس کے علم اظہار کر زوری۔ اللہ کی توفیق میر کے ساتھ توفیق بھی عطا کرتی ہے۔ یہ توفیق جس کی طاقت کار رادیت میں کردار کے رسمی ران کو کاغذ سے گہرا نہیں ہونے لیتی اور ظلم کے متحمل حسان کا اظہار، خاموشی کو روش بر اعلا م گرد جاتا ہے اور حق کے آستانے پر جھک جاتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اور راستہ ان کے لئے ہی نہیں رہتا۔ اس میر اور ظلم کے مقابلے کی کچھ عجائبات عطا ہوں۔

ایک دن صاحب کوثر اور امین رعب اللہ کہنے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ اور یہ سچے ہوئے کہ یہاں رہا ابو نعیم علیہ السلام کی پرستش شروع ہو گئی اور سناؤں کے تراشے ہوئے دیوتاؤں سے یہ عمارت کب خالی ہوگی کہ سرداران کد آپ پر فوٹ پڑے۔ ایک دن پہلے بھی انہوں نے بنی رادو کہا تھا۔ مگر جب ان کے حکم و دشنام کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تمہارے لئے ذبح عقیم لے کر آتا ہوں" تو "نہ کر کچھ سے" روح رو رہے چلے ہوئے اور دوسرے دن انہوں نے اپنا تک حمد کا فیصلہ کیا۔ درمیان میں سردار کائنات تھے اور چاروں طرف سرداران کد اپنے دُڑے کو کھنکھ کر رہے تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے آپ ﷺ کی پار چھینی شروع کی۔ یہاں تک کہ چاروں سے آپ ﷺ کے گلے مبارک پر فراش پڑنے لگی اور دم گھسنے لگا۔ وہ گلوئے مبارک جس سے دشمنوں کے من بھی وہ نہیں نکلتے تھے۔ اس دم بھی کوئی خوف آپ ﷺ کے احسانات میں شامل نہ ہو سکا۔ نہ سب بات لہجہ کی عداوت اور پھر سے پروہ کوں۔ جوا اللہ پر احماد کا نشان تھا۔ مصطفیٰ اکبر صلی اللہ علیہ وسلم میں "مکے اور ظالم کے ہاتھ کو راک کر دیتے ہوئے کہنے لگے کہ" تم اس انسان کو صرف اس سے رو ڈاؤں جتنے ہو کہ وہ اعلا م کرتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے۔" صدیق اکبر جیسے کہ "سو اپنے صاحب اپنے دینی تکلیف کے لئے تھے۔ اور نہ کا حقد" عا میں "مگر انہیں رانوں کے ایمان اور شہادت کی دلیل تھا۔ اللہ اور مسام کے دشمنوں نے نبی کریم ﷺ کو چوڑ کر حضرت ابو بکر جی پر حملہ کر دیا۔ ان کے سر پر گہرا زخم آ پادور ریش مبارک لپو لپو گئی۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہر دن، آزمائش اور فتنہ کے متحمل مقامات کا دن تھا۔ کبھی آپ نے رستے میں کانٹے بچھائے جاتے، کبھی راجہ گرتے آپ پر گندگی پھینکی جاتی اور آپ کو کلمہ ہاتھ کی آپ ﷺ جو سر سے گزرتے، قریش واسے طرہ پر جسے کہتے، جسفر امیر فقر سے چست کرتے اور آپ ﷺ کی کھلبلی کرتے۔

جماعت تو مشن میں ایمان اور مسام کے دینی اور بدعت جسم ﷺ کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق جی جگہ سب سے عزت اور با اثر ہوتے، لیکن قریش میں حق کی دشمنی میں سارے آباء قریش اور تہذیب کے سرے ڈاب فراموش کر بیٹھے، ایک دن حضور ﷺ کی معیت میں حضرت ابو بکر صدیق جی جگہ سے ایک مجمع میں تبلیغ اسلام کے لئے رہاں کوئی عقیقی کہ قریش نے ہر طرف سے پٹار کر دی۔ جس بن، سیدے نہ پرانے اور سخت تھے وہاں جوتوں سے آپ کے چہرہ مبارک پر پانی خیریں لگائیں کہ چہرہ خوش میں ادب گیا، اور خدا داخل، چوٹوں کی اجہ سے پیچھے نہ جاتے تھے۔ نبی کریم آپ کو بیٹھنے کے نام میں اٹھا کرے گئے۔ سوت ابو بکر کو چھو کر گزرتی۔ گھٹوں کے بعد جب ہوئی آیا تو جو لفظ زبان سے اڑ ہوئے وہ یہی تھے کہ "رسول اللہ تو خیریت سے ہیں؟"

آپ کو اپنے قبیلہ کی محبت کی بنا پر بچا کرنا سے واسے علامہ ابو نعیم براہم کہے گئے کہ دیکھو حاجی پرانہ بیک، اسی کا کہ رہے جس کی حد سے اس ص کو پہنچے۔ ہم نیکل مسلمان ہو چکی تھیں۔ وہ جب قریب آئیں تو ان سے بھی یہی سوال کیا۔ یہاں نے اشارہ سے کہا کہ کیسے بتاؤں؟ آپ کی وحدہ بن میں کی۔ حضرت ابو بکر صدیق جی جگہ نے فرمایا کہ ان کے سامنے تیار، کوئی، دست نہیں۔

امیر میں نے حضور ﷺ کی خیریت سے مطلع فرمایا تو سب مسرتہ مند ہو گئے۔ جب کوئی مشروب پیش کیا گیا تو چائا ر محمد عربی ﷺ نے اٹھا کر دیا اور کہا اللہ کے حضور یہ میری نذر ہے کہ چوڑا فرمایا رسول اللہ ﷺ کو دیکھے غلیہ نہ کچھ کھاؤں گا، نہ پیوں گا۔ جب قہر داسے چلے گئے تو انہی والدہ اور ام جیل ﷺ کا سہارا لے کر ہزار دقت سے اپنے آپ کو کھینچے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ ابو بکر جی جگہ کی دعا ادا کی اس تھل و تھل کر سر کا ٹھنسی مرتبت ﷺ کی نگاہوں میں ہوتی چلنے لگے، اور ہاتھوں پر مسکرمہٹ کی وہ نیکر نمود رہوئی جس میں مستقبل کے پردے میں بھیجی ہوئی اسلام کی ساری کامیابیوں اور سعادت کی روشنی تھی۔ صاحب فضل عظیم ﷺ نے

صداقت پر مبنی ایمان تھا۔ یہ وہ تھیں جو نبیؐ کے اپنے عمل کے ذریعے یا تھا اور جو زندگی کے آپ کو اپنے عمل کے ذریعے دانی صدقوں کے لئے مرتب کر رہے تھے۔ یہ لوگ جانتے تھے کہ کفر کی طرف دارا بھگا جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ اور اللہ کی نصرت صرف بات قدرتی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

وَسَنَقِمْ كَمَا أَمَرْتُ قَوْمًا نَابِ مَعَدٍّ وَلَا تَنْصُرُوا
بَنِي نَعْمَانٍ بِصِيرٍ ۚ وَلَا تَسْجُدُوا لِلْإِدْنِ فَلْنُعَذِّبْ
مَنْ مَنَعَكُمْ الْإِذْنَ ۖ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ نَاصِرٍ
لَا تَنْصُرُون ۝

”میں اسے ہی حکم دوں گا کہ وہ رے دار سچی جو (کفر و غفلت اور ان کی مدد کی طرف) اٹھتے آئے ہیں اور راست پر اپنی طرح ثابت قدم ہیں جیسا کہ تم کو حکم دیا گیا ہے اور تم کو اطاعت سے قہر نہ کرو۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ تمہارے رب کی ناکامی ہے۔ ان ظالموں کی طرف دانا نہ بھگناؤ۔ جہنم کی آگ کی لپیٹ میں آنا تمہارے اور تمہیں کوئی ایسا دینی سرپرست نہیں ہے کہ جو تمہیں اللہ تعالیٰ سے بچ سکے اور نہ کہیں سے تم کو مدد پہنچ سکے۔“ (سورہ ابراہیم آیت ۱۳)

رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا گذر ان کی طرف بھگنا جیسا کہ ان کو فرمایا ہے۔ یہ قرآن حکیم کا وہ خدا بول ہے جو ایمان و کفر کے درمیان فرق قائل کو ثابت دیتا ہے اور سب سے بڑھ کر آنے والے اہل ایمان بھی اس حق مطلب سے اپنے آپ میں تصدیق کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ جب داخل ہوا ۱۱ سالے کی طریقوں میں کام لگا رہا تو ایک جب ہر ناک تم خود غلطوں کے سینوں میں برسات ہو گی تو تم اس راہی سے کام نہ لیو۔ قریش کے دار بانی صل و عقد نے آپ سے کہہ کر کہ تمہیں دوست کی قہن سے تو تھرا۔ سے سونے چاندی کے انہار لگائے پائے ہیں اور انہار انہیں گھوڑوں کی میں اپنا وقت گزارا جاتا ہے ہوتا جس کو لے کہ کو تھری شادی کر دی جاتے اور حکومت کی خواہش ہے تو یہ کھڑے ہوئے قیدی تھرا رہے نے ایک ملک کی صورت میں منظر کے پائے ہیں۔ ان ترقی یافتہ اور نبی اللہ کے رسول ﷺ سے یہ یاد کر کہ رب جمیل کی قسم اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سو دن اور دوسرے پر چاند بھی رکھ دو تو بھی میں دینی انکی

حضرت صدیق کبیرؓ کی مدد کا شکر یہ دیکھ لیں اور یہی تھرا کہ ان کا دل اسلام کے لئے کھل گیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔ حضرت بلالؓ بھی تھرا کہ ایک طرف دعوت صلوٰۃ کا راستہ رو ہیں تو دوسری طرف استقامت امیر کی عداوت۔ یہ کہ گری کی دو پہریں، بیٹے کے پیچھے جتنی ریت، بیٹے پر بھاری حلا ہو چھڑا، تاکہ کا مقابلہ کر کے اللہ تعالیٰ کی مدد سے انکار کر دالات و نیک کی عظمت کا آواز بلند کرو۔ دراصل مال ہیں کہ انہوں پر خدا احد۔ حکم کے مقابل احسان کے لئے کافی ہے۔ یوں ہاں آگ میں انداز لگائیں پیدا کرتے۔

تو جیہ تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے تھا میرے لئے ہے

کون چاہے کہ یہ شعر کہتے وقت مونا نا مھلی جو ہر کے ذہن میں ہلال بھٹکی کر پائش ہوں۔
لگاؤ کھیل کے سامنے انکی تصویریں مسس آتی جاتی ہیں۔ سٹاپ کیاں تک، ہرائی جائیں۔
صرف یہی موضوع انکی دھڑوں کا مضمون ہے۔ یہ خوب بھٹکے ہیں۔ ان رشت ہیں۔ قریش نے انہیں دیکھتے ہوئے انکاروں پر غلامی اور ایک قوی و نیک دینی نے بیٹے پر پوری قوت سے پناہ دیکھ دیا تاکہ ان کی پشت انکاروں پر رہے مگر یہ تو وہ تھے جس کا ذوق سر ہر سزا کے بعد اور بڑھتا تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کو ان کے بچے حکم میں اہل انہیں نے رسولوں سے بڑھ کر انہیں اس اعلان کے ساتھ کہ محمدؐ (ﷺ) کے لئے وہ دین کو نیک چھوڑ دے تو سب تک یوں ہی گرفتار ہا رہو گے۔ مگر ہم عثمانؓ کے آگے یہ دعویٰ تو یہ دہرا گیا۔ حضرت کبیرہ ام ہمارا تو شکر کوں کے سر میل اور انہیں نے تھرا ہر کر شہید کر دیا اور وہ اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک اسلام کے علمبردار چنے سے استقامت کا احسان کرتی رہیں۔ ان کے شوہر حضرت علیؓ رشتہ بھی اپنی جہاں کی قیمت پر تقدیر سے رستہ کی۔ وہ نگینہ مفلح بن امیہ کے خادم تھے۔ مصلوں میں شریار و بڑا پندہ لوگوں کے حوصلے کو تھرا کر پندہ تھی۔ ہر روز اور وہ دینی کی سر زمین ان کے جسم پر لپیٹ کر تھے۔ قرآن انہیں کے گھر آنے کی تیز سرعت دینے والے تھے کہ اسلام دینے سے پہلے ان کی مسلسل سزا کا نشانہ تھیں۔ اور ایک بار وہ انہیں نے انہیں تھرا کہ جس مصلوں پر چوٹ پانے سے انہوں کی بھارت سے انہیں کے لئے کرم ہو گیا۔

یہ دیتے جس کے یوں کی طاقت کا سرچشمہ دینی ہی، تھی کہ ہم بھٹکی و است گرائی اور اپنی

کی اشد عت تجنی سے نہیں رک سکتا۔ اس استقامت کا سبب اپنی رسالت پر عین اور اللہ اور اس کے تعادل و انصاف پر کمال ترین ایمان تھا۔

اس ایمان کا ایک ہی پتہ ہو چکا تھا کہ عمر کفر کے بارے میں قرآن حکیم جو کچھ رشتہ دار ہاتھ سے اللہ کا رسول ﷺ جو سب مرد و سال تھا نہایت جرات کے ساتھ اس ایمان اور اہل مکہ تک پہنچا رہا تھا۔

دَرَسُ وَمَنْ خَلَقْتَ وَجِئْنَا ۚ وَخَلَقْتَ لَهُ مَا لَا مُنْكَوْنَا
وَبَيْنَ شُهُودَ ۚ وَهَدَيْتَ لَهُ نَهْدًا ۚ ثُمَّ صَغَمْنَا
رَهْنًا ۚ كَلَّا ۚ إِنَّهُ كَانَ لَنَا عَسَاةٌ ۚ هَافَةً صَعُودَ ۚ
ثُمَّ فَعَرَّ وَفَعَّرَ ۚ فَعَرَّ كَفَ فَعَرَّ ۚ ثُمَّ فَعَّ كَيْفَ فَعَّرَ ۚ
ثُمَّ نَظَرَا ۚ ثُمَّ غَسَّ ۚ وَنَسَرَا ۚ ثُمَّ أَذْبَرَ ۚ وَاسْتَكْبَرَ ۚ فَعَالَا ۚ
هَذَا ۚ لَا سِحْرَ يُؤْتَرَةُ ۚ إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۚ سَأُضْلِيهِ
مَنْفَرَهُ

”چھوڑ دیجئے اور اس شخص کو جسے میں نے نکال دیا اور اسے بہت سال دیو۔
اس کے ساتھ رہنے والے بیٹے اسے دیکھنے والے کے لئے راست کی راہ دور
کی راہ پر لگائی گئی رکھتا ہے کہ اسے اور لوگ۔ ہرگز نہیں۔ وہ انسانی آیات سے
معاذ اور دشمنی رکھتا ہے، میں مغرب سے اسے ایک شخص پر حالی چڑھاؤں گا۔
(اختیار آپ میں ہلا اور گا) اس نے سوچا اور بات ہانے کی کوشش کی، اس پر
اللہ تعالیٰ کی رہنمائی بات ہانے کی کوشش کی، میں اس پر اللہ کی رہنمائی بات
ہانے کی کوشش کی، پھر (لوگوں کو) ادیکھو، پھر جتنی چڑھائی اور سناٹا پھر بیٹے
پھیری اور غرور کا اعتبار کیا پھر یہ کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادو پر پہلے
سے چلا آ رہا ہے یا انسانی کلام ہے۔“ مغرب سے اور اس جھوٹکوں گا۔

(دراحد ۱۰۰۰)

یہ امیدیں میں میرے دکھ کر رہے ہیں، جس کی حیرت و دنیا کا کوئی تھا کہ میں تھا۔ اس کی سائنس آدنی

ایک کرنا، یہ تھی۔ اور یہ ہے۔ آپ کو جیسا دین الٰہیہ کیا تھا (قرآنی بیب میں اس طرف
اش روگیتی سے) اس کے لئے قرآن حکیم کے کام اللہ ہونے پر گواہی۔ اور یہ گواہی رہاں
تک آگئی۔ عرب کے سب سے مالدار سردار کی اس چوٹی قلب سے اپنی جہل پریشاں ہوا اور اس
نے کذب و سازش سے ولید کا دل اسام سے پھیرا، مگر ولید نے یہ ضرور کہا کہ محمد ﷺ کو شاعر
بچوں، کذاب، لوہا کا بن کہنے سے کام نہیں چلے گا۔ انہیں برا کر کہو۔ آپ ت ہا میں اس کے ذہن
کی کیفیت اور عقلمندی میں صوفیوں کو اس اندر سے بیان کیا گیا ہے۔ ہرگز ایک ذہنی موڑ ہے۔
ولید بن مغیرہ کو اس قابل نہیں سمجھا گیا کہ اس کا نام اللہ کی کتاب میں آتا، لیکن تمام قرآن
اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور قریش تک پر آپ کا مہیوہا نکل واضح تھا۔ ہاں ابولہب کا
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ سب بد بخت زلی کا روئے اور اسام دشمنی کا ذکر
اور اوراقِ گزشتہ میں پیش کیا جا چکا ہے اور وہی میں نظر میں سورۃ ابولہب کو سمجھا جا سکتا۔

بِسْمِ لِلّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَسْتَ بِذَا اِنِّیْ لِهَبٍ ۚ وَثَّةَ مَا نَعْسَى عَنْهُ مَا لُهُ وَمَا
كَسَبَتْ ۚ مُنْضِلِّیْ نَارًا ۚ ذَاتَ لَهَبٍ ۚ وَامْرَاَتُهُ ۚ حَمَّالَةَ
لُحْمٍ ۚ فَهِيَ جَبِيْطٌ ۚ حَمْلٌ ۚ مِّنْ مُّسْبِیۡ

”ابولہب کے ہاتھوں مجھے دو ہاتھوں ہو گا اس کا دل اور جو کچھ میں نے کہا
اس کے کچھ کام نہ آدو ضرور خطرہ زن آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی
جور دھجی لگائی جھگائی کرنے والی، اس کی گردن میں جو لکھی گئی ہوگی۔“

(سورۃ ابولہب ۱۰)

یہ سورت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب حضور ﷺ نے کو صفائی باندی سے قریش کو آواز
دے کر متبع کیا تھا۔ ابولہب سے آپ ﷺ کی دعوت سن کر گستاخانہ کہا تھا کہ ”آپ کو ہر کہہ دے کیا
ہمیں دی لئے منع کیا تھا۔“ اور آپ کے مارنے کے لئے چھرا اٹھایا تھا۔ یہ لئے قرآن حکیم نے
اس کے ہاتھوں کے ٹوٹنے کی خبر دی۔ یہ بھی اوس کی کے منصوبوں کی برہادی کا ثبوت کرتا ہے۔ اور
پھر ابولہب بذی الوت کے ساتھ ہلاک ہوا۔ غزوہ بدر کے سات دن بعد عطا عون میں جنگ
ہوا۔ ہر دونوں سے اسے الگ کر کے ایک کو نے میں ڈال دیا اور وہیں وہ اپنے پیسے رگڑ رگڑ کر م

گئے۔ تین دن تک اس کی مائش کو کسی سے ہاتھ نہ لگایا۔ پھر کئی سڑی فیش کو حذر دہوں نے ایک گڑھے میں ڈال کر پھر دوسرے پاٹ دیا۔

اس کی بیوی ضرور کانگے میں اس نیت ﷺ کے راستے میں ذاتی تھی۔ آپ ﷺ کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف چلنے پھرنے کا اپنا شعار بنالیا تھا۔

ان واقعات و آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اپنی مظلومیت کے انتہائی دور میں بھی مسلمانوں کے گھر میں حقیقتاً ہلکتی کھجور کے کعبے کے لئے کھڑے ہارے میں اعلان حق شامل تھا۔ قریش کے معاملہ میں عام مسلمانوں کی زندگی پر جو جن کی تھی، حضور ﷺ کے لئے اپنے چاندروں کی تکلیف جب قطعاً ناقص برداشت ہو گئیں تو قریش میں آپ ﷺ نے انہیں حبش ہجرت کی اجازت دے دی۔ حبش کی دو سو ہجرتوں کا ذکر ہجرت ہدی سے پہلے کیا جائے گا تاکہ ہجرت کی اہمیت جاگرو ہو سکے۔

قریش کے اس معاملہ میں مسلمانوں کی تربیت ہوئی۔ ان میں اللہ پر اعتماد اور توکل بڑھا۔ ظلم کی سہ رات میں انہیں اس نئے والے دشمن دن کی آمد پر مکمل ایمان تھا جب اسلام کا سورج اپنی چوٹی پر پہنچا، جس سے سرزمین عرب کے دوسرے آئینہ نگار بن جائیں گے۔ دوسری کوئی کوئی سورج کی روشنی سے ایمان کی کمرہ مستقیم نہ کی۔ افروا کی آزمائشوں کے بعد وہ منبر آگئی جس پر رب العزت نے ہجرت ہدین کے کردار اور ان کی استقامت اور حقیقی خداوند کو دیکھا کہ اسے سستے چیل کرنے کی تدبیر فرمائی اور اس جماعت کے ممبر و استخوان کے اٹھارے کے لئے شعب الہی طاب کی مہموری کا واقعہ عرب فرمایا۔

کنارے کے قلم و حکم کا ایک مشت پہلو یہ بھی تھا کہ بعض بہت دیر افراد اس علم سے انکار برت کر نے کے لئے مسلمان ہو گئے۔ مغفوس کے ممبر نے ان کے دلوں کو برادیا۔ شعب الہی طاب کے واقعہ سے ایک سال پہلے یمن کے انبوی میں حضرت خزرجیہ مسلمان ہو گئے۔ خزرجیہ شام تھے ۱۱ ہجری، سرحد کا کاشوق تھا، رند کی نوکدار کا میدان سمجھتے تھے۔ اپنے پیچھے محمد ﷺ سے بہت محبت تھی مگر اسلام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ایک دن وہ صفا کے قریب ابو بکر نے حضرت سید مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت گفتاشیں کیں۔ خزرجیہ کا رخ کر گئے ہوئے تھے جب وہ شام کو واپس آئے تو چہرہ گردے سے تھوہا تھا۔ منہ ہاتھ دھوئے سے پیچھے کی گئے تھے، جس نے ابو بکر کی گستاخوں کو خرد دیکھ کر ہوا تو قہر دیا۔ وہ توفیق الہی کی سماعت اور قبول حق کی

گھڑی تھی۔ خزرجیہ ای حال میں تیر کر نے حرم میں داخل ہوئے، مگر ان ابو بکر کے سر پر داری اور جمال کے حام میں اعلان کیا۔ "میں تو میں مسلمان ہو گیا ہوں" یہی دوسرا تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ بھی اسلام لائے۔ عمر کے اسلام قبول کرنے کے لئے زبان رسالت نے اپنے مسعود کے حضور دعا فرمائی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ نہایت معروف ہے۔ اس کے ہم تقصیل سے گزیر کر تے ہیں۔ ہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ بھی ایک مسلم خاتون کی جرأت و ہمت کا کارنامہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی کن فاطمہ کو زور کوکب کیا مگر جیتے ہوئے لوگوں کے ساتھ زندگی طحہ نے یہی کہ بھائی پکھ کر نور رسول اللہ ﷺ سے رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا اور کام انہی ہوتاؤں پر یوں ہی جاری رہے گا اور ان کی طرف جس ہی سفر کرتا رہے گا۔ اور یوں فاطمہ نے تقدیر محمد ﷺ بدل دی۔

قریش سے اسے اپنی انگلیوں کاٹ رہے تھے اور اپنے غضب کی آگ میں مل رہے تھے۔ ان کے بھتیجین اطرا و حلقہ بکوشان محمد ﷺ میں شامل ہو گئے تھے۔ اللہ کی دینوں کے لئے وسیع تر ہو رہی تھی۔ مسلمان مہاجروں کے اوقافے حبش چکے تھے۔ و قریش کے جو سفیر انہیں دیکھ لائے اور حبش نکوانے کے لئے گئے تھے وہ نامزد نہ پاس آچکے تھے۔ بڑی خود بھی اولیت اسلام سے سرفراز ہوا۔ ان حادثات میں قریش نے یہ نبی تدبیر ہوئی کہ مسلمانوں کو محصور کر کے رزق اور سہا پہن حیات سے محروم کر دیا جائے تاکہ دیا سے ان کا رشتہ ٹوٹ جائے اور وہ اپنی دوست کی داوی میں پھنسا جائیں۔

قریش نے مکمل مقلد (ایکایکات) کا معاہدہ عرب کی جس کی دوسرے ملے ہوا کوئی قبیلہ اپنی ہاشم سے کوئی شخص نہیں رکھے گا۔ ان تک کہ نہ پینے کا سامن نہیں لکھنے دیا جائے گا۔ ان کے ساتھ تجارت اور لین دین ممنوع ہوگا۔

یہ معاہدہ ہاشم میں آویزاں کر دیا گیا۔ یہی ہاشم میں سے ابو بکر اس معاہدہ میں قریش کے ساتھ شریک تھا۔

معاہدہ طاب نے مکہ جرأت کے ساتھ مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ ہاشم نے نبوی میں شعب الہی طاب میں ہاشم کر زین ہو گئے، ۱۱ چاروں ۱۱ چار مہینے کے لئے مکہ لکھ کر پھر سے تین سال کے لئے۔ یہی ہاشم دشمنوں کے پتے لکھ کر کے کے کٹارے ہاں اپنا کر کھانے پر مجبور ہو گئے۔ شعب الہی طاب میں جب مصمم بچوں کے روانے کی آوازیں گونجیں تو محمد مصطفیٰ ﷺ

حکمی زندگی کے اہم باب

شق قمر، ام اکرم، طائف، ایام حج میں تبلیغ اور معراج

بہاؤ کسی مقدمہ کے حصول میں عروج و مشقت اور امکان بھر کوشش کو کہتے ہیں۔ سیدنا رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کا یہ سہارا تھا۔ آپ ﷺ تو شعب ابی طالب کے عہد معصوری میں بھی فریضہ تبلیغ میں بہت مصروف رہے۔ پیغام حق کی تبلیغ و ترسیل میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور حیات اہم محلات کا ذکر بھی ہیں۔ ہم اس مسئلے میں کسی مقام پر عرض کر چکے ہیں کہ منہ کے تحت بھر لکھ کے یہ دونوں محلات یعنی آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور قرآن حکیم کی امت تک کے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی رسالت ہزاروں کے لئے ہے ان محلات کے علاوہ کسی محلات بھی عطا کئے گئے تاکہ ان کے منکروں پر حجت قائم ہو سکے۔

شعب ابی طالب کا عصر ہمارے چاند تھا۔ ایک طرف قریش کے بعض سردار معاندانہ دشمنی میں خست ہو رہے تھے۔ اور دوسری طرف ہشام، زبیر اور عطلیم بن عدی کے دلوں میں مرنے کی کوئیں پھلنے لگیں۔ یہ بھی ایک فوج تھی۔ اس دور میں غزوہ بدر قرآن کے سامنے آ گیا۔ عصرہ بنوادی حور پر معاشرتی تشدد تھا۔ حضور ﷺ اس لئے بھی مکہ کے دوسرے مقامات پر تشریف لے جاتے تھے۔ وہ چاند فی رات تھی۔ حضور ﷺ میں تشریف فرما تھے۔ اہل مکہ آپ ﷺ کی کھد کھد و تعذیب کے لیے ہر جگہ تکیے کرتے۔ وہ مٹی میں بھی گانچے لگے اور بادی و موسم کے مطابق۔ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے سو سو کی کرچی ہوتے کے لئے کوئی نکتہ فی (غزوہ) اٹھائیں تو اللہ تعالیٰ نے جانے کے دنگلہ کر کے دکھا دی یہاں تک کہ انہوں نے میں حرا کو دروں گلوں کے گردمان دیکھا۔ ۲

قرآن حکیم نے سورۃ اعراس میں اس مجاہد کو اہل ایمان و نصیرت کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔

اَقْرَبُ سَبِّ الشَّاعِقُوْا اِنَّ سَبَّكَ لَمَعْرُوْا وَ اَنْ تَرُوْا اَيْدِيَهُمْ صَوَاو

۲۔ سورۃ اعراس (۱۵) اَقْرَبُ سَبِّ الشَّاعِقُوْا اِنَّ سَبَّكَ لَمَعْرُوْا وَ اَنْ تَرُوْا اَيْدِيَهُمْ صَوَاو

کے قلب میں روناؤمیں اصرار پدید کر دیتیں۔ اگر وہ اللہ کے رسول نہ ہوتے اور اللہ کی وحی کو انہوں تک پہنچانے کے لئے مختلف نہ ہوتے تو یہ سب کچھ کیسے برداشت کرتے۔ اس شدت و کثرت کے لئے اس نکتہ پر غور کیجئے کہ اس اہل میں بھی سرکارِ رحمت اللہ نے اپنی تحفہ جاری رکھی۔

یہ ذکر مہلائی اس استقامت سے دہرا رہی پھلتے لگے جو ہر طرح سخت تھے اور انہیں بھی اسامی کی حقانیت کا یقین نہ ہونے لگا۔ قریش میں یہ لوگ بھی تھے جو مخالف اور اہل بیت کے قصبات سے بے بہرہ نہ تھے۔ وہ صدیقی اور حسن سلوک کا واضح تصور رکھتے تھے۔ ہشام بن عمرو بن زبید ایسے ہی انسان دوست اور بہادر انسان تھے انہوں نے اور ان کے چار ساتھیوں نے قریش کے اس ظالم و معاند کے خلاف آواز بلند کیا۔

یہ کہ ان جب قریش کی محفل کی ہوں تھی۔ حقیقت لگ رہے تھے۔ ہر ام خراٹے جا رہے تھے ربیع بن ابی صہب کی آواز گونجی کہ مجھ پر ہمیشہ روزِ وفی حرام جب تک میں اس ظالمانہ معاملہ کو چاک نہ کر دوں گا۔ ایسا کہ اور اس کے ساتھیوں نے بہت شور مچایا مگر ہزاروں کا یہ قادرِ معادہ کو چاک کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ اس میں ہشام، زبیر اور عطلیم بن عدی شامل تھے۔ جب وہ کعب پہنچے تو دیکھا کہ وہ دو کدو ایک پاٹ لگی ہے۔ اللہ نے فیصلہ سے چکا تھا۔ مگر اس واقعہ کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ قریش میں بہادر و وفی کا اس شخص کے دلوں کا خمیر پاک لگا۔ حق میدان جنگ میں سر فرزدکن ہوتا تو قلب کی، نہ کو اس کا علم اور اگر لوگوں کو بتا ہے۔

مکہ کے اس دور میں خراوی تربیت کے ساتھ ساتھ ہر امت موسیقی کی شیر ذہندی ہوتی۔ ایک ایسا گروہ خراش یا جیسے اپنے رب پر، اپنے رسول پر اور اپنے دین پر عمل ایمان تھا۔ یہ وہی امت تھی جو حکم کے سامنے جھک نہیں سکتی تھی اور جسے کوئی خراش و ترغیب فریاد نہ کٹی تھی۔ یہ اور استقامت اس امت کی تھی کہ مقامات میں اور ان کے ممبر کی بنیاد صلا پر قائم تھی۔ یہ ہر امت مبروصہ کے ذریعہ نہ تھی نہ ہمت طلب کر تھی نہ رانہ کی دعا جب باب ابوبت پر دستک دینی تو سے ٹکڑ ہو جاتی۔ اس میں ہمت کے ممبر نے دوسری طرف مٹاؤں کے دلوں کو لگی ہل دی۔



وَمَا حَسْبُ بَعْضُنَا

”اور کبھی یہ کہیں ہوگا کہ ہم نے کسی ایسی ہی کوئی خبردار کرنے اور کفر کی روٹی کے تباہی سے ڈرانے والا بھیجی ہو جس سے کسی خوشی کو توں نے یہ مذکب ہو کہ جو (پیغام) تم سے کرتا ہے ہو ہم اس کو نہیں جانتے۔ یہاں سے یہی کہہ کر ہم مال اور دین سے تم سے زیادہ اور بزرگ خطاب میں جتنا کہیں کے چاہیں گے۔“

(سورہ سب ۳۳ آیات ۳۴-۳۵)

کہ جس آپ کو تبلیغ کرتے ہوئے اس سال ہو رہے تھے، لیکن قریش کے سرداروں کا وہی رویہ رہا۔ آپ ﷺ ہر سے آنے والے عقول میں بھی تبلیغ کرتے۔ اس مرحلے پر آپ کے ذہن میں اب تک میں طائف سے سرکافیاں رہیں۔ کہ سے تک کا قصہ کوئی یہاں میل ہے۔ بعض راہنوں کے مطابق حضرت زید بن حارثہؓ آپ کے شریک سفر تھے۔ لیکن منظر تک کی جو تھکیل سامنے آتی ہیں۔ اس سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ آپ تہ تشریف لے گئے تھے۔ اس عہد میں یہ قائل نہ تھے کہ زید اور اس کی پہاڑی تھ۔ حالات ایسے تھے کہ کسی سواری کا بندوبست بھی نہیں کیا جاسکا۔ آپ ﷺ کے صدمہ کا شکار کر کے گئے تھے۔ بلاور جتے لیکن اس سفر میں آپ ﷺ نے کسی کو ساتھ نہ لیا۔ تبلیغ اور رسالت کا واسطہ کاراستہ تھ۔ یہ چارہ فرض تھا اور اس مسئلہ میں آپ ﷺ کی تکلیف دینے کے لئے تھ۔ نہ تھے کہ کمزوروں کے لئے آپ ﷺ کو روف و رحم بنا کر بھیجا گیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے اس سفر کی مدت اور تک میں قیام کے بارے میں اختلاف ہے۔ مختلف روایات کے مطابق آپ کی مدت قیام میں دس سے ستر ایک ماہوں یا چل در باپ مہرو اختلاف مت بن گیا۔ آپ ﷺ کا تک کے سرداروں سے اور اس کا دہ رکا یہ تھ۔

”تم رسول ہو؟ خدا کا تھارے ملا ہو کوئی نہ لا؟“

”نہ خدا سے ہمیں بھیج کر بھیجا ہے تو میں کبھی کا دے جاؤں گا۔“

”تم تم سے بزرگ بات نہیں کروں گا۔ اگر تم واقعی رسول ہو تو میں تمہاری بات کا

نجات نہیں دے سکا۔ اگر تم جو لے ہو تو بات کرنے کے لائق نہیں“

یہاں سرداروں کا تک سے لینی باتوں سے آپ ﷺ کے چند کوشش کیا اور پھر جب کارور

وَلْيَبْوَءَهُمْ نُونًا مِّنْ مَّرْءٍ عَلَيْهِمْ يَنْفِكُونَ ذَا وَرْ حُرْفًا وَابٍ
كُنْ ذَلَّتْ مَثَ مَن لَّحْوَدِ الدُّنْيَا ۚ وَالْأَحْرَةُ عَد رِبَتْ
لَمُعْتَفَس ۝

”اور یہ شرک کیجے ہیں کہ یہ قرآن دونوں بڑے شعروں کے کسی بڑے ادبی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ کیا تھارے رب کی رحمت نے لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے تقسیم کی ہے حیات اور بنی میں اس کی روٹی اور بعض کو بعض پر فوٹیت دی ہے تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت سے ملیں اور تھارے رب کی رحمت (نجات) اس مال دستان سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو یہ لوگ بیخ کر رہے ہیں اور گریہ اندیشہ نہ ہو کہ سارے لوگ ایک ہی طرح کے ہوا نہیں گئے تو ہم ہیں (اللہ) سے نکل کر دلوں کے مکانوں کی جھین دوران کے رہنے جن سے وہ اپنے پالا خانوں پر چڑھتے ہیں اور ان کے دروازے اور اس کے تحت جس پر وہ بیٹھ کر بیٹھتے ہیں سب چاندی سونے کے بنائے ہیں یہ بھیج کر بنی زید کی کھانا اسباب ہے اور تھارے رب کے پاس آخرت (اور اس کے انعام) صرف حقینوں کے لئے ہے۔“

(تکوین ۳۳ آیات ۳۴-۳۵)

ان آیات کی سے اعلیٰ تک اور باضغوض وہاں کے سربراہوں کوں کے انداز و ریت اور طرز و فکر کا چہرہ پورا اندازہ ہو جاتا ہے۔ طائف کے مکے بعد دوسرے باشندہ بنی قریظ تھ بلکہ دوسرا انہر لحدیہ مرکز بھی تھ۔ قریش کے بڑے مذہب ”کبل“ کے بعد طائف کے بت انعم ”لات“ کا درجہ تھ۔ قریش بھی اصل و ذاتی ملت کی قسم مانتے تھے۔ طائف لوگوں کا شہر تھ۔ اور کرب میں میں سارے عرب کے سردار و امیر تھ۔ قریش میں نہ تھا۔ طائف کے رہنمائی میں متار اندلی پر تار کرتے ہوئے اپنے آپ کو خطاب بھی سے تھ۔ اور ان کو سارا تھ کے خوشحال لوگوں کے اس اسلوب فکر کی ترجمان تھے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي حَرْبٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا قَالَ مَرْفُوهَا ۚ إِنَّا بِهَا
أَرْسَلْنَاهُ مَهْ كَهْرُونَ ۚ وَمَا نُوْنًا مِّنْ مَّحْنٍ ۚ كُنْزٌ أَمْوَالُ الْوُؤُولَا ذَا ۚ

جواب دیا کہ نہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی دلاؤ میں دو بیچہ اہوں کے جو اللہ کی عبادت کریں گے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شک نہیں کریں گے۔

”پ کی حالت زار و آپ کے سر کا ہفت کے سر داہل جب بن ربیعہ و ریشہ بن ربیعہ پر اثر پڑا۔ انہوں نے اپنے ایک حبیبی خادم کے ہاتھ پ کو انگو بھجوانے تاکہ آپ کو ش فرمیں۔ آپ سے مل کر اور آپ کی حریت سے سنا ہوا کہ وہ خادم مسلمان ہو گیا۔ دیکھ کر کہ اتنی تکلیف دینے والوں کے لئے بھی یہ راحت دے کر رہی ہے اس کے ذہن میں آپ ﷺ کی رسالت کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہا۔ اور وہ کہا تھا کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔“

اپنے اعزاء اور اپنے قبیلہ اللہ کا بیٹا م بچپانے کے بعد ہادی برحق قرآن مطلق مبلغ عظیم نے مضافاتی بیٹیوں کے علاوہ عربوں کے جماعت اور ایام میں جن اطراف و جہ سے آئے انوں کے اور میان تبلیغ شروع کر دی تھی۔ کھٹ کا سفر اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔

اجتماعات عرب اور بالخصوص حج کے اجتماع میں یہ قبیلے اپنے خیمے ایک ساتھ لگا کر اپنے ”چراغ قائم کرتے۔ ایسا ہر قبیلہ کی ایک چھوٹی عمارت جیسی وجود میں آ جاتی۔ حضور ﷺ ہر قریش کے پاس مقرر تھے۔ جب بھی کسی قبیلہ کا رخ کرتے۔ کسی اجتماع میں تبلیغ کے لئے روانہ ہوتے تو اہل عرب اور اہل جنس آپ کے پیچھے لگ لیتے۔ آپ ﷺ پر ہزار کرتے اور جب کسی قبیلہ سے آپ ﷺ گفتگو کرتے تو وہاں پہنچ کر شہر پڑتے۔ آپ ﷺ کی کھدیب کرتے۔ جب آپ اللہ کی وحدت و انسانوں کی وحدت، آئے والی رعد کی کے نکات بیان کرتے تو اہل عرب کو اپنی اور قریشی سردارانہ کردار و عمر کی دہائی دیتا۔ قریش کے کسی مرد میں کے طور پر ۱۱۵ اور ۱۲۵ سے آئے والے قبیلوں کے ذی شعور لوگ سوچنے لگے کہ خیر یہ لوگ اس حد تک طاقت کیوں کر رہے ہیں۔ پھر عرب شجاعت سے اور ہزار انسانوں کو علم سے نعت ہوتی ہے۔ قریش کے خاندان ریتا کو دیکھ کر ان قبیلوں کے بعض فرما سوچتے کہ خیر قریشیوں سے عربوں کے ذہنی خلق، آداب کو کیوں ترک کر دیا ہے۔ لیکن اس چاندن مثر سے میں ایسے ذی شعور لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔

سرد عالم ﷺ نے منوبی عرب کے ہاڑ قبیلہ کہ وہ ثانی عرب کے قبیلہ کلب کے سردار وہی الہ دتہ می منفیہ، سلیم، بنی مہس۔ بنی عذرا، بنی بکر، بنی عمن اور کئی دوسرے قبیلوں کے افراد

اوباش لوگوں اور فوجوں کے ساتھ اپنے غلاموں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ آپ ﷺ ہر صحر سے گزرتے دہائیوں بجاتے، مذاق اڑاتے، گالیوں سے آپ ﷺ کو کھسکرتے اور ہزار آپ پر جھڑکی ہارش ہوتی کہ یہاں کے لوگ سے طین مبارک خلیجی نے لگے۔ آپ ﷺ انھوں سے چور چور کر بھگور کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ پتے لہو پانی سے سردمانی کے احساس، کھری تار کی کے غلبہ اور لوگوں کے حق سے گزرتے آپ ﷺ کو ایک کرب عظیم میں مبتلا کر دیا۔ تھکراں سے میں بھی آپ ﷺ کو تھکائی کا احساس نہیں تھا کیونکہ یکتا علی کی محبت پر آپ ﷺ کا پیش پندہ اور آپ ﷺ کا رب آپ ﷺ کا چارہ دار اور پناہ دہا تھا۔ اس عالم میں آپ کے ہونٹوں پر یہ دعا ابھری۔

”اے میرے معبود! میرا اپنی کمزوری، اپنے وساکی کی اور لوگوں کی حقیر کے سلسلہ میں تھکے سے فریاد کرتا ہوں۔ یا ارحم الراحمین! تو ہی درمیانوں اور ضعیفوں کا رب ہے اور میرا مالک بھی تو ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرے گا بیگنے اور ترش خودی کے؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے کسی چیز کی پروا نہیں۔ تیری مالت میرے لئے بہت دیکھا ہے۔ میں تیرے ہی اور کی پناہ چاہتا ہوں جو ہرگز اپنی گورنڈن کر دیتا ہے۔ اور جس سے دین دینا کا ہر کام سرور ہوتا ہے۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے۔ سبکی کے عمل کی قبول اور شے سے بچنے کی طاقت تو ہی مجھے عطا کرے۔“

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے سوال کیا کہ احد کے صحرے سے بھی سخت تر کوئی صحرہ آپ کی زندگی میں آیا؟ آپ نے فرمایا طائف اور فرمایا کہ میں تم سے عالم میں جہ ان تھا کہ کھر ہوں۔ اچانک میں سے دیکھ کر میں قرن الزمان دل میں ہوں۔ ایر کا ایک ٹکڑا مجھ پر ہی لگن سے دراز میں بن رہا میں موجود ہیں۔ چرا میں دیکھنے سے آپ کو آپ کے رہے وہ سب کچھن سے آپ سے پائی تو سے کیا اور اس عاجز جواب دیا کیا۔ آپ کے رب نے آپ کے پاس بھیجے سے تاکہ آپ مجھے اپنے حکم سے مطلع کریں۔ اس وقت کی تھکیل مسلم بلادی، مدبرانی میں موجود ہیں۔ چاندوں کا روشنی اور طائف کے درمیان قریش اور بنی مہس کو آپ کر لیں، اپنے کی اپنیت مانگ رہا تھا۔ لیکن رحمت علیہن ﷺ سے

محمد کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا (۱۳) پہلے سے دو تہذیبوں پر
 کر دو تہذیبوں پر ایک تہذیب تیار ہوئے تو وہیں پہلی طریت سے (دراپیم کے لفظ سے بھی
 بہتر ہے) کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تم کو علم نہ ہو (۱۴) یقیناً آگاہ
 کمال، اور اس سب سے در پر ہی ہوتی ہے اور میں پر انکار کر۔ چلو تم نہ
 دیکھیں کو چھڑکتے ہوئے نہ پہاڑوں کی چمکی کو کھینکتے ہو۔“

(۱۳) روایتی سرائیکل (۱۳۲۲ء)

یہ وہ اصول تھے جن پر مہندگی اسلامی ریاست کو اپنی بنیادیں ستوار کرنی تھیں اور ان
 احکام سے یہ بات بھی ہر دور کے مسلمانوں پر واضح ہو جاتی ہے کہ کسی مملکت کے ”میں کا مقصد
 محض کاررو۔ مملکت کو چلانے میں ہے، بلکہ ایک ہمارا دستور ان اور جادو، زہر و شر و قائم کرنا ہے۔
 ایک لسانی مملکت کے ضد و خیال چاروں طرح سے قرآنی ولایت میں موجود ہیں۔ اسلام کا کمال اور
 معراج یہ ہے کہ وہ پہلے خدا کے قلب کو معروف کر دے اور کرتا ہے اور منکرات سے روکتا ہے۔
 پھر معروف کو مشرور کا حراج اور قانون بناتا ہے۔ قرآن کے اس احکام پر تفصیلی گفتگو کی جا
 سکتی ہے۔ اور ان نکات کو سنت کی روشنی میں اچانک کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہاں ہمارا مقصد معراج
 کے جس منظر میں ہمیں پیش کرنا تھا۔

معراج نبوی، ہجرت نبوی کا بیان بھی اور اسی سے ہجرت کی عظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔



نَحْرُی بَارِصَ وَسْ نَلْعُ اَنْحَالِی طُلُوْلًا

”تم نہ تھائی کے ساتھ کوئی دوسرا“ ”مہرود نہ بنا اور نہ طریت ردد اور ہے
 بارودگار، پیٹھے سے ردا کے تہہ رے رے رے نے فیصلہ دیا ہے کہ (۱) تم کسی کی
 عبادت نہ کرو سوائے اس کے اور (۲) مدین کے ساتھ چھٹا سلوک کرو،
 (۳) اگر تمہارے پاس میں سے کوئی ایک دلوں پر دے ہو کر ہیں
 تو فیصلہ نہ کرنا کہو، نہ ان کی بھڑکنا اور اس سے ادب و کرامت کے ساتھ
 دت کرو اور دلی کے ساتھ اس کے سامنے اپنے آپ کو بھڑکا دو اور دعا کرو کہ
 سے رہاں پر و فرما، جس طرح ہوں سے بچیں میں رحت کے ساتھ مجھے
 پاؤں تھا، تمہارے احوال میں جو کچھ ہے سے نہ تھائی خوب چاہتا ہے اگر تم ایک
 میں کرو سوائے خود و رہنا کرنے والوں کو بخل دیتا ہے۔ (۴) رشتہ داروں کو اس
 کا حق دے اور (۵) حق اور مسافر کو اس کا حق دے اور (۶) فضول قربی نہ کرو ہے
 جائز نہ دے لے شیطان کے بھائی ہیں شیطان اپنے رب کا شکر ہے اگر تم
 ان (ضرورت مند رشتہ داروں، مسکینوں، مسافروں) سے مجبوراً کھڑا ہو، اس
 وجہ سے کہ اچھی تو اللہ تعالیٰ کی اس رحت کو تلاش کرو جو جس کے امیدوار
 ہوتا انہیں رحم جو س (۱) دے اور (۲) تہا پنا باندھ کر دے جو جس کے امیدوار
 کھچھو کر دے کہ طریت ردد اور جڑیں چاؤں (۳) (میں نے بخل سے کام لیا اور نہ
 فضول خرچی سے) تمہارا رب میں سے لے چاہتا ہے روزی میں کشادگی پیدا
 کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے روزی تک کر دیتا ہے (۴) بلی اور د
 کو تلاش کے نہ بیٹے سے قتل نہ کرو اس میں بھی رزق دینے سے اور جس بھی
 ان کا قتل ایک بڑی خطا ہے اور (۵) ان کے قریب بھی نہ جاؤ کہ بہت جوش
 فضل اور بہت ہی کرامت ہے۔ (۶) قتل قس کا ارتکاب نہ کرو جس کو اللہ نے
 حرام قرار دیا ہے مگر قتل کے ساتھ (۷) جو قس مظلومات قتل کی کہ ہواں کے دلی
 کو ہم نے قس کے مطابق قتل دیا ہے، ان کے قتل کے لئے کہ وہ قتل میں مدد سے نہ
 کرو سوائے اس کی کہ وہ قتل چاہنے کی (۸) (۹) تم کے قریب نہ جاکر جس
 طرح بھڑکنا ہو جس تک کہ وہ ان کو جان ہو جائے (۱۰) (۱۱) مہر کی پاندی کی شک

ہجرت حبشہ

مذکورہ میں قریش کی طرف ہجرت کیا، مگر وہاں پہنچے تو انہیں درودِ مہر
 کر رہے تھے

یہ تو وہ تھے کہ حق کے خط کی خاطر

خود اٹھا لاتے تھے مگر حیرت خطا ہوتا تھا

تبلیغ اور حق کی شہادت کی خاطر یہ اہل یمن گھر سے نکلے تو جیسے اپنی جھیلیوں پر اپنا
 سر لے کر۔ یہ لوگ آنکھیں اوڑھ کر اوقات کو چاہتے تھے، لیکن ان کے رونق ورجیم خط کے
 پیرو اقدس کا رنگ مسلمانوں کے ہوا کی طرح ہو جاتا تھا۔ رحمتِ عالم دعا میں لکھتے تو
 کعب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ حرم کعب، بہت کجرام اور مقدس ہے مگر مسلمان کا ہوا اس
 سے زیادہ محترم ہے۔ یہ حالات میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت
 دے دی۔ اس نکتہ سے مکہ انوں نے توجہ دینی تعلقات تھے اور وہاں کے حالات سے بھی
 "کاشی" وہاں کے تفرانہ پاشی کے تعارف کی شہادت بھی دور و قریب کے علاقوں میں پھیلی
 ہوئی تھی۔ وہ جیسا تھا مگر روا اور۔ ابھی ہجرت حبشہ کا خیال ہی تھا اور مہاجرین کے پہلے قافلے
 نے مکہ کی زمین سے آغاز نہیں کیا تھا کہ سورۃ مائدہ نازل ہوئی۔ اس سورۃ میں حضرت عریم
 و سیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسناد کا لفظ "نکھر" بھی موجود ہے، اور وہ تمام اوقات
 بھی جنہیں یہاں نے نبیل کے مطابق نہیں رہے اپنا تھا، اور "س" کر دیا تھا۔ اشارہ دہلی یہ تھا
 کہ یہی بات وہی کر رہیں تھے جیسا بیت اور میں لکھنے کے بارے میں وہی کہا جاتا تھا
 سے عاتباتوں کو پناہ عات و ہندو پناہ جانا۔ قہار علی قہار رب ہے۔ اس سے یہ بات بھی
 واضح ہوئی کہ یہ ہجرت محض جہاں پناہ کے لئے نہیں تھی، بلکہ تبلیغ کا پیلو بھی موجود تھا۔ مکہ کے
 چہرے تو اسامہ سے گریزاں تھے۔ یہ تو قہر پناہ کوئی کہ جو لوگ کتاب اور نبوت سے "گاہ" ہیں
 شاید وہاں لے گئے۔

قرآن مجید کے بل کتاب سے عت کے سلسلہ میں مسلمانوں کو خالص طور سے یہ جانت

دی تھی کہ

وَأَنذِرْهُمْ أَن يُضِلُّوا أَعْيُنَهُمْ فَذُكِّرُوا بِلِقَائِهِمْ وَأَن يَصْغَوْا لِبِلَاسٍ لِّمَن لَّدُنْ هُوَ السُّلْطَانُ ۖ

اور اسی کتاب سے محمد مرچنے سے بات کروائے ان کے لوگوں کے
 جہان میں سے کالم ہوں ان سے کہو کہ ایمان لائے ہیں اسی (ہدایت) پر
 جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس (کتاب) پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی
 تھی، اور اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور وہی اسی کے فرماندار ہے۔

$$(P_{\text{enc}}^T P_{\text{enc}})^{\frac{1}{2}}$$

یہ لکھ اور یہ اندازہ اسلوب تبلیغ حق پسند اہل کتاب کے دلوں کو کھولنے کے لئے کتنا مؤثر ہے۔ ایک ہی نظام اور ایک ہی خدا پر ایمان کی طرف دعوت۔

میشر ہجرت کرنے والی پہلی جماعت کے ارکان کی تعداد میں معمولی سا اختلاف ہے کچھ کے نزدیک یہ لوگ چودھ تھے اور بعض روایات کے مطابق سو۔ بعد میں حضرت جعفر بن ابی طالب من کے ساتھ شریک ہو گئے تھے۔ یہ قحطی میں گمراہ مردوں اور بیوقوفوں کے نام ملتے ہیں۔ ان ہاجرین میں نبی کریم ﷺ کے دو درویشیناٹ حضرت سلمانؓ اور ابوہریرہؓ حضرت رقیہ بنت محمدؓ حضرت ریحانہؓ اور ام بنیاد اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جیسے باہل عقدہ صحابی شامل تھے۔ یہ اپنے معاشرہ کے با اثر لوگ تھے۔ نبی نے ایک طبقہ کو یہ بیان کیا کہ یہ گیب ہوتے ہیں کہ جو کچھ سب سے زیادہ منقسم تھے اور حق کو انکار کرنے کے سزا پر ناپذیر قحطی حضرت ہلالؓ اور اسدؓ یا سرؓ وغیرہ ان لوگوں کا نام ہاجرین میں پیش کی گھرست میں نظر نہیں آتا۔ اسے دواتوں کی سرورسانی اس حد تک بھی تھی کہ ستر کرنا بھی ممکن تھا کہ یہ کدو رنگت سے آشتا تھے اور اس لطف کو چھوڑ سکتے تھے۔

انہارے خیال میں اہل جماعت مہاجرین میں داخل تھے جو اسلام اور اس کے پیغام کو بہتر

خود پر اہل کتاب کے سامنے پیش کر سکتے تھے اور غنائی سے حضرت جعفر بن ابی طالب کو بھی
 پہنچ دیا گیا۔ بعد میں اور مسلم نامی جبریل بنجئے، نامہ جبریل کی مجموعی تعداد ۸۴ بتائی جاتی ہے۔
 جبریل میں ان مسلمانوں کا حراہم کیا گیا۔ جب قریش تک پہنچے یہ نہیں پہنچیں کہ مسلمان جبریل
 میں کدو عزت و تہذیب کی زندگی گزار رہے ہیں تو ان کے غم و اندیشہ کی انتہا نہ دیکھ کر وہ وہاں پہلے
 اہلکین کا گناہ لگے۔ قریش نے طے کیا کہ مسلمانوں کو جبریل سے روک دیا جائے۔ انہوں نے یہ کہہ کر انہوں سے
 نکلوانے کے لئے ایک سفارت بھیجی جا۔ عبداللہ بن ابی مرثدہ اور مروان بن الحکم میں ان کے وکیل
 بنی اور اس کے دربار میں کے لئے اپنے پیش رہ گئے تھے کہ جبریل پہنچے جن سے بہتر تھے کہ
 میں نہیں مل سکتے تھے اور لکھا ایک بڑا دستہ دینی سرگرم تھا۔ قریشی کے دربار میں ان فرما کہ ان سے خبر
 خواہی کی کتاب ہوڑہ کر کہہ کہ یہ ہمارے غریب ہیں۔ ہمارے جگر کوں ہیں مگر انہوں نے دین
 باہلی کو چھوڑ کر ایک دین باہلی کو دیا ہے۔ اگر یہ آپ کا دین بھی قبول کرے تو ہمیں کوئی
 اعتراض نہیں تھا۔ یہ آپ کے ہاں اپنے صاحب، اپنے عزیزوں کو چھوڑ کر الگ گئے ہیں۔
 آپ ہمیں انہیں واپس لے جانے کی اجازت دین تاکہ ان عوام کو سکون حاصل ہو سکے۔ قریشی
 کے درباری تو قریش کے تھے تو ان کے کہان کے طرفہ رہیں چکے تھے۔ انہوں نے ایک لہجہ
 کر کر قریش کے سفیروں کی تائید کی۔

نجاتی صاحب فرماست اور بصیرت تھا۔ اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ میں انہیں پناہ دے چکا ہوں اور اسے سبب اپنی پناہ دہاں میں نے ملکا۔ پھر کی گرائی اور سپہ سالار کا فیصلہ ان کے خلاف غمخوار سے مجھے بھی کیا جاسکتا ہے۔ نجاتی نے مسلمانوں کو درپاز میں لایا اور اپنے پیاروں کو بھی لایا کہ مسلمانوں کے، ان کے ہاں سے میں ملں اور سو ہو سکے جو رہیں۔ نجاتی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ تمہارے دین کی ترہاں قرآن سے کوئی کرے گا۔ حضرت غفر بنیٰ صاحب کفر سے ہوں اور انہوں نے جو کچھ فرمایا اس کا صلہ ہے۔

سے معزز و درجہ دار، ہم جماعت میں اس سے آگے تھے۔ نہت پرچم اٹھا رکھتے تھے۔ یہ ایمانی لوگ اور ان کے ہمیں خوب تھے۔ طاقتور و کمزور پر غم نہ کرتا۔ اس سلسلہ میں دور شہرے اور روستا کی کو بھی خاطر میں نہ آتا۔ جب ہم اس حال میں مبتلا تھے تو ہم میں سے ہی ایک رسول اللہ نے ہماری طرف پہنچا جو ایمان و صداقت تھا، اور سب اس کی بات و محدث کے گواہ تھے۔ اس نے

انھیں جس پر اللہ تعالیٰ مقرر ہے۔

الَّذِينَ اسْتَفْتَمُوكُم مِّنْ قَبْلِ هٰذَا بِمَا يَوْمُونَ ۚ وَذَٰلِكَ
عَلَيْهِمْ قَوْلُاٰمِمْ اَنَّهُ الْحَقُّ مِّنْ رَبِّنَا اِنَّ كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ
مُفْسِدِيْنَ ۚ وَلَٰكِنْ يُؤْمِنُوْنَ اَنَحَرَهُمْ مَّرْقَحٰى يَمَّا ضُرُّوْا
وَبَدْرًا وَّن مَّالِحِصَةِ الْيَسْبِقَةِ ۚ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝
وََاِذَا سَمِعُوا مَّالِقُوْا اَعْرَضُوْا ۚ عَنَّا وَفَعَلُوْا ۚ اَغْنٰنَا وَلَكُمْ
اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا يَبْتَغِي الْجَاهِلِيْنَ ۝

”جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے تب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان
لائے ہیں اور جب ان کو یہ سنا تو کہہ گئے ہیں کہ ہم اس پر ایمان
لائے، ابے شک یہ تم سے بہت کم طرف سے تھے اور ہم تو پیسے کی
مسم ہیں، یہ وہ ہیں جن کو ان کا اندر دہرایا جائے گا یا اس ثابت قدمی اور
محرم کے بدلے جس کا انہوں نے انکار کیا، وہ دہرائی کو بھائی سے رنج کرتے
ہیں اور جو حق ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے (اللہ تعالیٰ کے راستے
میں) خرچ کرتے ہیں اور جب انہوں نے نظارہ دیدہ ہوا بات کو ان میں سے
اور حق کی (ادھر دیکھ کر) دیکھ کر انہوں نے اس سے اعراض کیا ہے، میں اور
تمہارے میں تمہارے نے ہم پر سلام ہے اور ہم جاہلوں پر طریقہ اختیار
کرتا نہیں ہے۔ (سورۃ القصص ۵۵:۲۸)

یوں ہجرت حبشہ کے ذریعہ اسلام کی عامی تبلیغ کا روزہ نکلا۔ حضور ﷺ کو علم انسانیت کی
طرف، رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ گواہی پہلے فرماں روا تھا جو اسلام لایا
اور جس نے دیکھے بغیر حضرت رسول ﷺ کی حجت کا قائل ادا کیا۔
نئی دکر ﷺ کی ہجرت کے بعد کہ پہلے ہجرت حبشہ کا خاصا مقصد یہ تھا کہ اس لئے کیا گیا کہ
اسے ہجرت نبوی ﷺ کے پس منظر کے طور پر دیکھ کر ایمان حاصل ہے اور اس سے کئی اور باتیں
مجھ سے آتی ہیں۔ حضور کی کریمہ اپنے قریبا ہی میں ساتھیوں کے ساتھ ہر کفر میں ظلم

اس کے رسولوں اور اس کا دو کھلے ہیں جو کونامی وہ پناہ نہ رہی پر اللہ کی کہ ”نہایتی“ ہے ساخت
و میں سے یکے تک ادا کر کہا۔ ”ہذا کی قسم جو کچھ تم نے اپنی کتاب اور رسول کے خدا سے کہا
میں اس سے اس لئے کے برابر بھی زیادہ نہیں“ یہاں یہی ہے حد تھا ہوئے۔ اس کے
چھوڑ سے غلٹ اور حد چھپنے لگا۔ نہایتی سے ایک بار چھپ چرین، اسلام کو اپنے دہریوں میں اس
معاذ کی طمانتہ دی اور قرآن کے معروہ کے تحت ”ارشاد“ قرار دیتے ہوئے لٹا دیا۔

یہ سال رمضان میں تھا جب چرین حبشہ کو یہ خبر کی کہ مشرکین کے لئے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ
س کر کہا چرین نے وہ حق کا سطر کو اس کی ہر کہ سے نزدیک پہنچ کر معصوم ہوا کہ یہ اطلاع درست
نہیں۔ یہ کہ کہ کو لوگ جن میں بہت اور حد تھی وہاں وہ حبشہ چلے گئے۔ اور اکثر یہ خاموشی
ور تھا کے ساتھ کہ ”کئی“ سوئے وہ جو چرین نے تازہ دم ہو کر اسلام کا سلسلہ شروع کر دیا
اور تین خاص مظلوموں نے پھر حبشہ کا رخ کیا۔ انہا چرین کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ نہایتی جو
ان کے چنے پر افسردہ تھا۔ نہ کی وہ پس کے لئے حارہ ہادی۔ یہ چرین سال حبشہ میں
رہے اور جب کی کریم ﷺ نے مدینہ ہجرت فرمائی تو یہ لوگ مدینہ پہنچ گئے۔

ہجرت حبشہ کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ان سے متاثر ہو کر حبشہ کے کم و بیش میں یہی کی کہ
معتزل سے دور نبی اکرم ﷺ سے حرم کعبہ میں ملاقات کی۔ انہوں نے سرور کائنات علیہ
اصلوہ و السلام سے سوالات کئے، اپنی انجمنیں بیان کیں۔ اور اجماع الناس ﷺ کے جوابات سے
تحقیق ہوئی اور ان کی کڑھیں کھل گئیں۔ مشرکین قریش کے دلوں پر توفیق سے مہر لگا دی تھی۔ وہ
سن کر نہیں سنتے تھے۔ وہ دیکھ کر نہیں دیکھتے تھے۔ نہ میں سے بیخبر قبول حق کی صداقت سے
عزم تھے۔ جب حضور ﷺ نے ان میں یہ بات کی ملاقات ہوئی تو آپ نے انہیں آیات قرآنی
بھی نہ میں ”ادرا“ کی تمکون سے نہایتی کی طرح ”سودا“ رہی ہو گئے۔ مختصر یہ کہ اس محل میں
ان میں ساریوں نے اسلام قبول کیا۔ نہایتی میں اس محفل میں آئے تھے اور اپنی بڑبڑی شروع کر
دی مگر کلمات باطل حق سے متاثر نہیں کر سکتے تھے۔ اسلام کے قبول کرنے سے بعد جب
وہ حبشہ رخصت ہوا تو ”کفر“ نے انہیں برا بھلا کہا۔ انہیں سے یفری کے طعنے دیئے اور یہ اہل
یمان خود دہریہ ہیں۔ تھے (وہ یہاں تھے اور انہیں پر ایمان رکھتے تھے) کفار سے باطل
نہیں تھے، کہا تو صرف یہ کہ ”تم پر سلام۔ ہم جاہلوں کا طریقہ اختیار نہیں کرتا ہے۔“ ”سورۃ

AF

[illegible]

يَسَادَى الدِّينَ مَنُوا الرُّصَى وَاسْعَى قَائِدَى
فَعَدُّوهُ كُلِّ عَصِي دَانَعَى الْمَوْتِ لَمْ يَمَا
تُرْجَعُوا وَالدِّينِ أَمُوا وَعَمِلُوا الصَّحَبَ لَوَلَهُمْ
مَنْ الْعَصَى عَزَى نَحَرَى مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَرُ خِيَدَى فِيهَا
سَعَمَ جَرَى الْعَصَى الدِّينِ صَبَرُوا وَعَلَى رَهْمَ
سَوَّكُوا وَكَانَى مِنْ ذَاكَ لَأَنْجَلَى رَفْعَهَا إِلَهُ
رَفْعَهَا وَأَهْلَكَ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

[illegible]
$$\{ \pi + 2\pi i, \pi + 2\pi i \}$$

ستم کے خلاف تیرہ روزہ ریسے اور جرح و جہت کو پیش کیے جانے کے بعد صدر کو دین کے احکام کی بجا آوری کے لئے اس وقت وادائی کے مسائل کی تلاش میں ہجرت کا حکم دیا۔ پھر پانچویں کے دربار میں آتے ناکارہ موقع پر حضرت جعفرؑ نے داکم اور کاست اسلام کی تعلیمات کو نواحی کی خوشی یا ناراضگی کے لحاظ سے فیصلہ کے بغیر بیان کیا۔ کہ سے یہ "حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ ہجرت دین کے اصولوں پر عمل کرنے کی آزادی کی تلاش تھی۔ ہجرت حدیث کے سلسلہ میں قرآن حکیم میں ہمیں کئی اور اشارے بھی ملتے ہیں۔ ایسے واضح اشارے جن میں ان امور جو یہ کی مغفرت کی بنیاد ہے۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ضَمُّوا لِسُوْتِهِمْ فِي
أَمْنٍ حَسَنٍ وَلَا خَيْرَ لآخِرِهِ أَكْثَرُ وَكَانُوا يَفْهَمُونَ
الَّذِينَ ضَمُّوا وَعَلَى رِجْلَيْهِمْ يَتَوَكَّلُونَ

وہ جو عجم سید کے بعد اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کر گئے اور ان کو ہم دنیا ہی میں
اپنے ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا جزا دہندہ بن جائیں گے وہ (مظلوم) مسکند
نے صبر کیا ہے اپنے اللہ پر (انہائی) توکل کے ساتھ کام کر رہے ہیں جان
سے (کہ اگر اللہ اس سے چاہے تو کھٹکے سے) (سورۃ النور: آیت ۴۷-۴۸)

لَمْ يَكُنْ لَكُمْ خُلَافٌ مِنْ بَعْدِهِمْ فَاصْبِرُوا
وَصَبْرُكُمْ فِي هَٰذَا أَمْرٌ عَظِيمٌ

”پھر بے شک جن لوگوں نے اپنے ایمان اور عمل سے بعد ہجرت کی تو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جدوجہد کی اور شہید یا فانی ہو گئے اور صبر سے کام لیا، ان کے لئے جنت ہے۔“ (سورہ اہل ۹: ۷۲)

تجربہ کی طرف سورۃ العنکبوت میں بھی واضح اشارے ہیں۔ یہ سورت پہلے نازل ہوئی، اس لئے اس میں کوجہات کے حکم کا راجعہ حاصل ہے۔ روئے سے کسی جگہ قیام کرنا چاہا تو دین پر پابندی کا حال مستقل معصیت پیش کرنا چاہا، بالکل مسمیٰ اس قدری نظام کے قیام کے لئے جدوجہد کر رہا ہے۔

ہجرت نبوی ﷺ

ہجرت حبش اور ہجرت یثرب کے درمیان کئی سال حائل ہیں۔ یہ مدت امدت مدیر ہے۔ یہ منصوبہ بنائی کا واقعہ ہے اور ہمارے لئے اس کی اہمیت یہ ہے کہ اللہ پر کامل ترین توکل و اعتماد کے ساتھ ساتھ اس دوا اور اسباب میں اسباب کی فراہمی ممکن رہی ہے، بندگی پر اہانت و دروس کی ہر قدم پر نیا علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھی۔ اب قرآن کی صورت میں وحی لینی اور سنت رسول ﷺ جاری رہی ہے کے لئے سوچا ہے۔

نبی اکرم ﷺ ام القریٰ کے باشندوں کو دعوت حق دینے کے ساتھ ساتھ فوجی سستیوں کا بھی دورہ فرماتے۔ مکہ کو طالب عرب کی زندگی میں جو مرکزیت حاصل تھی، کعبہ اس کا زندہ نشان اور علامت تھا۔ حج کے ایام میں جو لوگ مکہ آتے، ہادی برحق ﷺ صراحتاً مستقیم کی نشان دہی کے لئے ان کا پاس جاتے۔ حج کے علاوہ دوسرے تہواروں اور اجتماعی مواقع پر بھی آپ ﷺ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے حضور ﷺ کی زندگی کا ہر نکتہ اسی دعوت و تبلیغ سے عبارت تھا، عورتوں کا مقصد یہ تھا کہ یہ دعوت حق زمین میں بڑ جائے۔ کوئی یہ جھٹلے جائے جہاں زندگی کا چر دار اسلام کے نقطہ کے گرد بچنے والے ہمارے اجتماعی زندگی کی شہرہ اندلی سراہی اصولوں کے مطابق کی جائے۔

یثرب کے لوگ جو اس اور خرمین کے قبیلوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ہر سال حج کے موقع پر یکموقف آتے۔ یثرب میں یہودیوں سے قربت کی وجہ سے ان لوگوں کو یہ معلوم تھا کہ اہل کتاب کسی رسول اور ہدکار کے حضور جہنم میں سوئی میں قیدیہ خرمین کے چھ افراد نے مسلمانوں کو یہ دایہ کا شرف رکھنے والوں کے نام پر حج کے ایک دن میں محفوظ کیا۔ یہ تھے عقبہ بن عامر، ابواحمد، رزادہ، خوف بن عاتر، رافع بن، ملک قطبہ بن عامر، و جابر بن عبد اللہ بن ربیع، رضی اللہ عنہم۔ انھوں میں بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر یثرب کے بارہ افراد نے کلمہ شہیدی اکرم ﷺ کے دست حق نہا پر بیعت کی۔ اس افراد کی تربیت کے لئے حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے ان کی درخواست پر یثرب بھیجا۔

اب تک مسلمان ہونے والوں میں قیدیہ خرمین کے لوگ تھے۔ حضرت معصب رضی اللہ عنہ کی تبلیغ

سے قبیلہ اہل کس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کے اسلام قبول کر لیا۔ "ن کا اسلام" کا نام
قبیلہ اہل کس کا اسلام قبول کر لیا تھا۔ "ج اسلام" نے انصار کے اہل دونوں قبیلوں کو متحد کر
لیا جن کے درمیان غزواتوں، خون اور کلوں اور ان کی نصیحتیں شامل تھیں۔

ن چند اشعاروں سے عارفہ کو متاثر ہے کہ چڑب کی زمین اساسی نظام کے کسی چودے کو اپنے سینے کی گہرائیوں میں جگہ دے کے لئے کمر خرچ اپنے آپ کو ہموار کر رہی تھی جسے بڑھتے بڑھتے ایک عالمگیر دولت بنانا تھا۔ جس کے ساتھ صرف قیصر آسٹری کی سلطنتوں کے نظریہ فہموں کو پتہ نہیں بلکہ حسی خشک چھوڑنے پر نہایت کے ساتھ ہوئے برعکس سے کرکاتین کی سرزمین تک کے انسانوں کو دل ڈھکر کا سکون عطا کیا۔

مکے سے پہلے نبویؐ میں ہنر افراہم رہے مکی (عقبہ) میں سب سے چھپ کر نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ بیعت، بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے۔

بیعت عقبہ ثانیہ کی رات ہی دو رات ہے جب اسلامی نظام کے سورج کی پہلی کرنیں محاسم عقبہ میں اُس گردہ کے دلوں سے ابھر رہی تھیں یہ محفل ۷۵۷ء طراز تھے۔ یہ دو لوگ تھے جو تاریخ اور انفرادی قیاد کو لئے کا مقصد سامنے تھے۔ یہ عزت کر رہے تھے۔ یہ دو لوگ تھے جو عرب کو اسلام لائی ﷺ اور یوں دارالاسلام بنانے کی عرج ڈال رہے تھے۔ وہ میں سے ہر ایک کو اپنے ایسے کی جھکی کا پورا پورا احساس تھا۔ یہ لوگ جانتے تھے کہ ساری دنیا سے قطع حقائق کے وہ اللہ کے رسول ﷺ کے دامن کو پکڑ رہے ہیں۔ انہیں یہ یقین تھا کہ ایک طرف عرب کے یہود سے جدا ہے ختم ہوئے گئے، دوسری طرف قریش کے انصران کی ست یلغار کریں گے۔ ان جذبات اور حقائق کا انعقاد بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس بن محمد رضی اللہ عنہ نے اپنی طریقوں میں کیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو یاد دلایا کہ ایک طرف تو حضرت ختم ربیعین رضی اللہ عنہ کی رفاقت کے عوض اللہ کے اجر اور جنت کا دارم ہے، دوسری طرف قریش کے ہاتھوں اس دین میں ماری جاتی اور اشراف اور اہل ہدایت کے خضر ہیں۔ لیکن یہ لوگ تو دوسرا نئے نکرانے کے ارادہ سے ہی سے نکلے

● فصل دوم فی ہندوستان مسیحیت ۱۹۶۳ء

● ۱۹۸۱ء کو پاکستانی سرکاری وفد نے ان کے ساتھ ملا کر ان کے لیے ایک کھانا کھایا۔

تھے۔ ان یادوں ہاتھوں کے جواب میں وفد نے کہا اور پوری قوت سے کہا۔

فانانا عيذه على مصيبة الاموال وقتل الاشراف

”ہم نہیں اسپتال کی جاتی، اور اشرف کے قتل کی قیمت ہانگے لے رہے ہیں۔“

اور جب کہ کے لوگوں کو اس بیعت کے بارے میں معلوم ہو تو ان کی اہمیت معلوم کے دائرے کی توسیع کے ساتھ اور جتنی بھی۔

اس میں منظر اور محادثے میں نئی اکرام تھی کہ ہجرت کا عظیم و قدیم پیش آیا۔ دیکھتے تو حضور ﷺ کی زندگی کا کون سا لمحہ اور وہ قیام ہے جس پر اہل حق و عظمت کی چھاپ ہے۔ لیکن پندرہ واقعات ہمارے لئے خصوصاً اہمیت رکھتے ہیں۔ ان میں ہجرت بھی شامل ہے۔ ہجرت نے ایک عالمگیر برادری کے افراد کو جغرافیائی لحاظ بندوں سے باہر کر دیا۔ اس عہد کے عرب میں مکہ اور یثرب دو شہر تھے جنکے در وادگ دیا نیک تھیں۔ مسلمانوں کو ہجرت سے پہلے علم ہے کہ اسلام کی سرچندنی اور اسلامی نظام کے قیام کا مقصد براہی میں اور جغرافیائی رشتے سے زیادہ اہم ہے اور مقصد سے اسی اور تعلقی کے یثرب کو مدینہ النبی بنادیا۔ مقصد اور نکلنے سے تاریخ کے ساتھ ساتھ جغرافیہ کے ایک نئے تصور کا جنم دیا۔ یثرب کو مدینہ النبی بنادیا۔ یثرب کے مدینہ النبی بننے سے قیام پاکستان تک اسلام کی قوت نے تاریخ اور جغرافیہ دونوں کو بدل دیا۔

ہجرت دینے لگی سنت دینا ہے کہ وہ عظیم السلام ہے۔ خاص طور پر جناب سرود کا خاتہ
 ہے کہ جب امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور خاتم امر علیہ
 السلام کی ہجرت سے اس میں ہجرت کو یہ کافی اور ذی عمل سے کبھی زیادہ وسیع بنا دیا ہے یہ
 لکھ لکھ رہا ہے۔

۷۔ نہ ہے نماں نہ مکاں ، لا فہم الا اللہ

کا ثبوت ہے۔ یہ عمل اللہ کی طرف ہجرت ہے اور اس میں مقام کی حیثیت ثانوی ہے۔

وَقَالَ ابْنُ مَهْجَرٍ إِلَى رَبِّي ﷺ إِنَّهُ هُوَ الْقَرِينُ الْحَكِيمُ .

”اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں

بے شک، وہ نابھت والے۔ (سورۃ النکرت ۱۹، ۲۰)

اشارات میں وہ قطعی تفصیل کی جگہ ہے اشارے ہیں جن میں گہرائی اور معنویت کے ساتھ ساتھ واقعاتی پختہ گوئی بھی نظر آ رہی ہے۔

لَا تَسْخَرُوهُ فَعِزَّ اللَّهُ فَاذْخَرَهُ اللَّهُ ثُمَّ هُوَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
وَلَا تَسْخَرُوهُ فَعِزَّ اللَّهُ فَاذْخَرَهُ اللَّهُ ثُمَّ هُوَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
وَلَا تَسْخَرُوهُ فَعِزَّ اللَّهُ فَاذْخَرَهُ اللَّهُ ثُمَّ هُوَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ
وَلَا تَسْخَرُوهُ فَعِزَّ اللَّهُ فَاذْخَرَهُ اللَّهُ ثُمَّ هُوَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اگر تم رسول اللہ ﷺ کی حد نہ کر دو گے تو اللہ تعالیٰ نہ کا دکار ہے (دوسری قسم کو یاد ہوگا) جب ان کافروں نے جلا وطن کر دیا تھا جب کہ وہ آدمیوں میں ایک آپ تھے (دوسرے حضرت ابوبکر صدیق تھے) جب وہ دونوں (خاک و ثور) میں تھے اس وقت آپ اپنے ہم راہی کو قتل کر دے رہے تھے کہ گھر و گھر اللہ تعالیٰ ہر سے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ نے آپ (کے قلب) پر تسکین فرما دی اور آپ کو پیسے لکھروں سے مدد دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات کو پست کر دیا (کہ وہ ناکام رہے) اور پتہ تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہند ہے اور اللہ تعالیٰ زیروست اور حکمت والا ہے۔ (سورہ بقرہ آیت ۲۴۷)

جن لوگوں نے گمراہ نہ کیا تھا وہ اپنے آپ کو سمس کہتے تھے، لیکن ہجرت کے لئے ہادو نہ تھے ان کے سمس کو منافقت کی صحیح نشانی باللہ ثبوت قرار دیا گیا۔ حکم ہجرت سے کہہ دینا حق ہی مخرج ہے نقاب ہو گئے جس مخرج حکم جہاد اور جہاد سے مدینہ کے منافق۔ جن لوگوں نے اپنے وطن کی ہوس لپیٹ لی اسے کچی کو بیڑ سے اپنے مددگار بنایا کہ وہ اپنے کافر یروں سے قربت کو دین کی راہ میں فی لطمائیں سہم لینے اور اپنی بھائیوں سے رشتہ اخوت قائم کرنے پر ترجیح دی۔ انہوں نے اپنے سمس سے اپنے مخالف کو قتل کر دیا۔

پھر یہ منافق بھی کئی گروہوں میں تقسیم کئے گئے۔ ایک تو وہ جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار کافروں کے ساتھ قتل و کشتی کی ریاست کے خلاف عملی کاروائی میں حصہ لیں دوسرے وہ جو کسی

ایسی قوم سے چاہیں جس سے اسلامی ریاست کا معاہدہ اس ہودہ و تیسرے دو گروہ کے ہیں نہ اصر کے۔ نہ تو مسلمانوں سے ٹھکانا چاہتے تھے اور نہ اپنی قوم سے اور منافقوں کا چوتھا گروہ وہ ہے جو مسلمانوں اور اپنی قوم دونوں کے ساتھ رشتہ ستوار رکھ چکے تھے۔ یا کم سے کم اس کی خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن فتنہ کا موقع ملنے ہی مسلمانوں کے خلاف عملی حصہ لینے سے بھی نہیں چمکیں گے۔

پہلے اور چوتھے گروہ کے منافقوں کے بارے میں تو قرآن حکیم نے قتل کا حکم بھی دے دیا ہے اور دوسرے گروہوں کے بارے میں چہانت فرمائی کہ سلسلہ انہیں دوست نہ بنائیں۔ سورہ البقرہ میں آیت ۸۸ سے آیت ۹۱ تک یہ سہااحت پیش کئے گئے ہیں۔



میرٹھ سے مدینہ النبی ﷺ تک

انصار محمد ﷺ کو سختی مرتبت ﷺ کی "کد کا انتظار تھا۔ وہ لوگ جنہوں نے سرری دنیا کی دشمنی کے مقابل اپنے لئے محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن لیا تھا، ہر دن شہر سے باہر مکہ سے آنے والی سڑک پر قافلہ ہدایت و نبوت کا انتظار کرتے۔ وہ سب "سرباہ دار انتظار" آنکھوں میں شرم ہوتے ہوتے امید کی شمعیں بجھ چاقی اور دایکی کے اندھیرے میں چھپا جاتے اور پھر وہ دن طلوع ہوا جب عہدِ رس سے ہر عالم تاب نبوت ابھرا اور اس کی چمک کو دیکھ کر مقامِ قیام میں انتظار کرنے والوں نے "اللہ اکبر" کا نعرہ دے کر دوسروں کو خبر بھی دی اور اپنے ہادی ﷺ کا استقبال بھی کیا۔

قباء مدینہ منورہ سے کوئی تین میل کے فاصلے پر ہے، اور آج بھی مدینہ منورہ میں حاضری دینے والے اپنے رسول ﷺ کے پہلے مسکن کے علاقے اور اس کی تعمیر کروڑھوں مسجد کی زیارت کے لئے یہ قاصد پروازِ صفت، انتہائی جدوجہد و شوق کے عالم میں ملے کرتے ہیں۔ یہاں انصار کے کئی گھرانے آباد تھے اور ان گھرانوں میں عمرو بن عبد اللہ کے گھرانے کو مہاجر عظیم ﷺ کی میربانی کا شرف حاصل ہوا۔ قہر میں سرکارِ عالم ﷺ کے علاوہ مکہ سے آنے والے دوسرے مہاجرین بھی انصار کے ہاں مقیم تھے۔ حضور ﷺ نے قہر میں اپنے چودہ روزہ قیام کے دوران مسجدِ قبا کی تعمیر فرمائی۔

حضور ﷺ کی ہجرت سے شہر کو حدیث النبی ﷺ بنا دیا۔ اس ہجرت کا مقصد مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کی شیرازہ بندی کے لئے ایک خطے کا حصول تھا۔ مسجدِ مسلمانوں کی جماعتی زندگی کی بنیاد لگائی ہے۔ اس خطے کی بنیاد ہی مسجد ہے، اسی لئے مسجدِ قبا کی تعمیر مدینہ کی سماجی ریاست کے قیام کی بنیاد ہے۔ یہ وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔

لَا تَقُمْ فِيهِ ابْدًا - الْمَسْجِدُ أُنْشِئَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ

يَوْمٍ أُنْشِئَ فِيهِ نَقُومُ فِيهِ رِجَالٌ يُحْيُونَ لَكَ يَنْتَظِرُونَ

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ

رطافوی سامراج اور ہندو سرمایہ داری نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔

اور جب ہم نے ملی منافقت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے عہد اور سماجی اصولوں سے روگردانی کی تو ہمارے دل کی طرح ایک دوسرے سے پھٹ گئے اور پھر غرت کا وہ آشکارا پھٹا پھٹا کہ ہم اپنے ایک بازو سے غمزدگ ہو گئے۔ بین الاقوامی سازش سے انکار نہیں لیکن غیروں کی کامیابی ہمارے ہی انتشار کا نتیجہ ہے۔ درآج بانی مائید پاکستان کو پارہ پارہ کرنے کی سازشوں کے بڑھتے ہوئے دائرے اسی حقیقت کی شہادت دیتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے پیغام سے کتنے دور ہو گئے ہیں۔



میں اپنے جان و مال سے جہاد بھی کیا وہ اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والا کہہ رہے تھے جلدی دوران کی ہد کی۔ وہی (در اصل) ایک دوسرے کے دلی ہوس گئے۔
(سورۃ الاحزاب: ۷)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَلَمْ يُجَاهِدُوا لَهُمْ
مُعَقَرَةٌ لِرِذَالٍ يَحْكُمُونَ

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کر کے ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) پہلو دی اور ہمدی بے شک وہی سچے مومن ہیں ان کے لئے عطا کیا سے روزگزار بہترین ہفتی ہے۔"

(سورۃ الاحزاب: ۷)

سورۃ انفال ہی میں اس محبت کے ذکر سے پہلے اس کی بنیاد اور سب کا ذکر بھی فرمادیا گیا ہے اس محبت کی خیمہ و تھوکی اور اللہ تعالیٰ سے قربت اور اس کی تائید تھی۔

هُوَ الَّذِي آمَنَكَ بِسَفَرِهِ وَمَا لَكُمْ مَيْمَنٍ ۝ وَالَّذِينَ
قُلُوا بِهِمْ قَوْلًا تَغْفَتُ مَالِي الْأَرْضِ جَمْعًا مَّا لَتِ تَبِينَ
قُلُوا بِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ لَمَعَ بِهِمْ ۝ أَنَّهُ غَيْرُهُ حَكِيمٌ ۝

"وہی تو ہے جس نے اپنی نبی امداد سے درمناؤں کے درمیان سے آپ ﷺ کی تائید کی، درمناؤں کے دس ایک دوسرے سے جہز دیے اگر آپ روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان لوگوں کے دل نہ جہز سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جہز دیے، بیشیادہ رہے دست اور حکمت ہے۔"

(سورۃ احزاب: ۷۳-۷۴)

ہم نے خود اپنے عہد میں ارشاد دہائی کی صداقت کا مشاہدہ کیا ہے۔ جب مسلم تان بر حکیم نے اللہ کی راہ کو مضبوطی سے پکڑ کر اپنے لئے ایک پیغمبر اٹھان کا مطالبہ کیا، تاکہ اس خطہ کو اسلامی اصولوں کا مرکز بنایا جائے تو وہ ایسی ہیست۔ چائی ہوئی دیوار بن گئے کہ اس سے ٹکرا کر

تاسیس ریاست اور تحویل قبلہ

یثرب میں حضرت نبی ﷺ نے گھبراہٹ میں دنیا کی پہلی اسلامی اور مثالی ریاست اور منظم معاشرہ وجود میں لایا۔ سب سے پہلے تو مہاجرین و انصار کے بھائی چارے کے فرائض کے معافی اور سماجی مسائل کو حل کیا، اور پھر مدینہ کی اسلامی ریاست کی مختلف ضرورتوں کی طرف توجہ دی گئی۔ اس ضرورتوں میں انفرادی تقسیم سے لے کر پڑوسی قبائل و بیہودہ سے صلہ دے تک انتہائی باتیں اور پہلو شامل ہیں۔ یہ پہلو خاص طور پر ہماری توجہ کا مستحق ہے کہ مدینہ کے اور سے پہلے لوہاروں میں فرض رکعتوں کی تعداد دو تھی۔ مدینہ میں قلم، عصا اور عدل کی فرض رکعتوں کی تعداد چار کر دی گئی۔ اس نکتہ سے اقامتِ اصول و اقامتِ امن و نظامِ اسلامی کی مطلقاً ہم آہنگی کے سیکھنے ہی زاویے پر غور کرنا سیکھنا چاہئے ہیں۔

صحیحہ۔ چھٹی بڑی تعداد اسوہ شریعہ کے مختلف کاروبار اور ضرورتوں کی تکمیل میں مصروف ہو گئی۔ ایک جماعت نے اپنے ”پ کو حبادات و تقسیم اور نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزار کر حصولِ تربیت کے لئے وقف کر دیا۔ آدابِ عبادت و دین پیکھنے کے لئے معتمد اعظم ﷺ کے فیضانِ فطری سے زیادہ مستحکم و محکم چیز اور کیا ہو سکتی ہیں۔ یہی لوگ ہماری تاریخ میں ”اصحابِ صلہ“ یعنی سنیوں والے کہلاتے ہیں۔ ان کا تمام تر وقت مسجد نبوی ﷺ سے ملحق ایک سامان سے گزرتا تھا۔ ان میں سے بعض لوگ جزوقتی طور پر کچھ نہ کچھ کام بھی کرتے تھے لیکن مجموعی طور پر ان کی ضروریات کی دیکھ بھال مدینہ کا مسلم معاشرہ اپنے تمام مسائل و مصائب کی باتوں کے باوجود کرتا تھا۔ جس دین کا آغاز نبی ”الفسر“ سے ہوا، اور جس کے ہادی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہد سے لے کر لحد تک علم حاصل کرنے کا حکم دیا، اس کے معاشرے کی تشکیل ہی طور پر ہو سکتی ہے۔

حضور ﷺ نے بیہودوں کے ساتھ صلہ کو بھی اہمیت دہی۔ بیہودوں کے قس قبیلے مدینہ کے اطراف میں آباد تھے۔ ان میں سے بعض، غوثیہ، سوس، قریظہ۔ ان کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا گیا جس کی رو سے بیہودوں کو مکمل غنیمتی آزادی کی ضمانت دی گئی، جنہوں پر ہمارے دستور

اور حلف اور کوع و کعد کرنے والوں کے لئے خوب پاک صاف رکھا کر دیا۔
(ابقرہ ۲۷۰ آیت ۱۳۵)

إِنَّ أَوَّلَ نَسَبٍ وَصَّحَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي نَبَّغَهُ مِنْكُمْ وَهُدًى
لِّلْعَالَمِينَ ۖ فِيهِ آيَاتٌ مُّبَيَّنَاتٌ لِّمَن رَّزَقَهُ ۖ وَمَنْ ذَخَلَهُ
كَسَانِ آيَةٍ وَبَلَغَهُ عَلَى النَّاسِ جَمْعُ آيَةٍ مِنْ مِّنْ مِّنْ
آيَةٍ سَبِيلاً ۖ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝

بے شک وہ مکان جو سب سے پہلے (مہارت کے لئے) لوگوں کے لئے
مقرر کیا گیا ہو ہے جو کہ میں واضح ہے ایک رکعت اور سارے جہاں کے لئے
راہنہ (اور مرکز ہدایت) اس میں کلی ہوئی نشانیں ہیں (جن میں سے ایک)
مقام ہمارا ہے جہاں (مبارک گھر) میں داخل ہو اس نے اسے پایا، لوگوں
پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا رخ
کرے اور جو اس حکم کی اطاعت سے انکار کرے (وہ اسے معلوم ہو کہ) اللہ
تعالیٰ اس کا پیروں والوں سے نفی کر دے۔ (العرش ۲۰ آیات ۶۱-۶۲)

حضور نبی اکرم ﷺ اس مبارک اور مرکز ہدایت، بیت اللہ کی اہمیت سے پوری طرح باخبر تھے
جو بیت المقدس سے تقریباً تیرہ سو سال پہلے تعمیر ہوا تھا اور آپ کے دل میں "بیت اللہ کا" قلہ
اہل یقین قرار دینے جانے کی تسلیق آگئی تھی۔ آخر وہ اہم کیا جب اللہ تعالیٰ نے اس گھر کا
جو باب عطا فرمایا، اور میں کہ اسلام اور علم نہایت کو اس دستانہ کا قائم رہنے والا گھر لگ گیا۔
کہہ اور اسلام دونوں کے بارے میں یہ بات کیسا صداقت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ من
دخلہ کان امیاً "کیونکہ کعبہ اسلام کی مرکزیت کی علامت بنی تو ہے۔

قَدْ سَرَى ثَقُفٌ وَجَهْلٌ فِي أَسْمَاءٍ لِّسَوِيَّتِ قِسَّةٍ
تَرْصَهُ فَوْقَ وَجْهِكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ
مَنْ شِئْتُمْ فَوَلُّوا وَخُذُوا مِنْكُمْ شِعْرَةً ۚ وَإِنَّ أَوْلَىٰ النَّاسِ
لِلْكَعْبَةِ لَأَعْلَمُونَ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَمَا اللَّهُ بِعَاطِي

کوفاتی رکھ گیا، چاہی وہی کوسا چاہی کی شرط قرار دیا گیا اور سنے پایا کہ ہر کسی حدی
موردت میں مسلمان درپردہ کی کرشمہ کا دفاع کریں گے، اور کوئی بھی جہت فریقین سجادہ و مش
سے کسی ایک پر حملہ کرے گی تو یہ حملہ دوسرے فریق کے خلاف بھی سمجھا جائے گا۔ یہ منعقان،
شریعت اور سلاطین سے بد اس بات کا تاریخی ثبوت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اس میں وجہ عزت و
عزت لعلائیں ﷺ جنگ کے امکانات کو اس صراحت ماننا چاہتے تھے۔ یوں ہجرت نے مسلمانوں کو
ایک مرکز عطا کر دیا، جس میں مرکز کے قیام کے ایک اور مسئلہ کی اہمیت کو بڑھا دیا، اور وہ مسئلہ
یکساں کی عبادت کا ہونا جو اسام کے نبی اور قاتی حجاز اور مرکزیت کا اظہار بن سکے۔

دینہ میں نبی اکرم ﷺ اور جی مت مؤمنین نے شعبان ۶ء تک، یعنی تقریباً دس سال
تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی۔ بخاری کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے
سودہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی۔

بیت المقدس یہودیوں کا قومی نشان اور علامت بن چکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بعثت نبی
اکرم ﷺ سے پہلے نبوت و اولیٰ و حضرت احنی ﷺ تک محدود رہی تھی اور حضرت احنی ﷺ کی
درست پر شہم بھی تھی۔ یہ وہ رسول تھا جس پر دینی کا فلسفہ بھی جو متا، اور حضرت
ابراہیم علیہ السلام سنت و مسکن کی تکمیل ہوئی تھی۔ اس رسول کا مرکز اور اس کے آقا کی حجاز
کی عبادت وہی گھر ہو سکتا تھا جسے اللہ نے "اپنا گھر" "لوگوں کے لئے اس" "پیدا گھر"،
"ہر گھر" اور عین کے لئے ہدایت قرار دیا۔ کہہ کے بارے میں یہ نکات ہمیں قرآن
حکیم کی ابتدائی سورتوں یعنی البقرہ اور آل عمران میں مل جاتے ہیں۔

وَرَدَّ جَحْشًا أَلْبَيْتَ مَثَابَةَ لِّلنَّاسِ وَأَفْصَا ۖ وَتَجِدُوهُ
مَقَامَ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ وَغُذِّبْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَاسْمِعِينَ
إِنْ يَهْدُوا نَحْنُ يُهْدُوا ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ السَّخِرُونَ
ۚ وَجِبْ مِمَّنْ سَمِعَ سَمْعًا ۚ كَذِبًا ۚ كَذِبًا ۚ كَذِبًا ۚ كَذِبًا ۚ كَذِبًا ۚ
(دو لوگوں کو گھر دیا) کہ مقام ابراہیم علیہ السلام پر پہنچنے کے لئے گھر اور ابراہیم
علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہمیں گھمسا کر رہے (اس) گھر کو حواف

عَنْ يَحْيَى بْنِ

"اور (اے محمد ﷺ) تم آپ کے منہ کا یہ (پاد پاد آسمان کی طرف اُٹھنا دیکھ رہے ہیں سو تم آپ کو اسی قبیلہ کی طرف بھیج رہے ہیں جس کے لئے آپ ﷺ کی مرضی ہے۔ مگر حرام کی طرف اپنا رخ نہ دیکھو، اور تم لوگ (جماعت مؤمن) یہاں ہو اگر وہ (نماز کے وقت اسی طرف) کہیں کہیں (اپنا منہ کرنا نہ دیکھو) اور میں لوگوں کو اس بات کی تلقین کر رہا ہوں کہ (تو ان قبیلہ کا) یہ حکم ان کے دہ کی طرف سے ہے اور یہی ہے (مگر اس کے باوجود) جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں۔" (سورۃ البقرہ آیت ۱۴۳)

تو نبی قبیلہ کا یہ حکم شہانِ نبی میں مارا ہوا اور اس وقت جب نبی رتھوں میں رہ کر کی امت فرما رہے تھے۔ یہ امت اس وقت نازل ہوئی جب حضور ﷺ کی امت میں محمدؐ، ابراہیمؑ کی ایک جماعت تیسری رکعت اور کر رہی تھی اس حکم کے نزول کے ساتھ ہی بیت المقدس سے کہیں کی طرف کرنا گیا۔ نماز کے دوران حکم کا نازل ہونا۔ اللہ اکبر۔ اذاعت کا کیا، احقران و ریمان کا کیا مرحلہ ہے؟ تھیں یہ طور پر اور اپنی پیالہ وادی کی بنا پر محض یہ واقعہ اور یہ بات قرآن کے منہ کا یہ حکم اہل بیت سے۔

ہندہ کے یہودیوں پر اس حکم کا کیا رد عمل ہوا؟ بعض حضرات نے اس پہلو کو بڑی ہمت دی ہے، لیکن ہمارے نزدیک اس کے اسباب وہی ہیں جو عیاں کئے گئے، اور قرآن حکیم کی روشنی میں یہ ایسی بات تھی کہ تمہیں قبیلہ کی حکمت کو سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ بہر حال یہ بات واضح ہے کہ ہجرت اور تھیں قبیلہ، یہ دونوں واقعات اسلام کی سرگزشت کی اس کہیں سے۔ ہندہ منور میں مسجد قبلہ میں آج بھی اسی صدقہ کی شہادت دے رہی ہے۔



حکم جہاد

ہندہ میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو قریش کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ اگر حالات یہی رہے تو بہت جلد اسلام، اسے عرب کا اپنے دامن میں سے لگائے گا۔ ان کے اضطراب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ایک جھڑپ اور چند دوسری مصروفیات "حادثہ سزا" باتوں (جس کو خود ہندہ سے مسند میں مختصر پیش کیا جائے گا) کا ہندہ پر اثر کر کر پیش کئے گئے۔ ہندہ کی طرف اپنے فکرمند کے ساتھ کوٹھیا کیا۔ ہندہ کے قریب ہندہ کے میدان میں حق و باطل کی وہ آویزش ہوئی جس نے ہندہ کو یکے بعد دیگرے غارت کر دیا اور پھر یہ مسند فتح مکہ تک چاری رہا۔

قرآن حکیم نے انسانی زندگی کے مختلف ادوار اس کی اہمیت کو کس انداز سے پیش کیا ہے، سنائی ذہن چودہ سو سال سے نیا وہی اس حدت میں بھی اس سطح تک نہیں پہنچ سکا ہے، حالانکہ نبی وہی انسانی حقوق پر مبنی دنیائے نبی و علی اداروں سے لے کر اقوام متحدہ و یمنس ملتکو اور بحث ہوتی رہی ہے۔

اِنَّهُم قَتَلُوا نَفْسًا اَعْيَنَ نَفْسٍ فَوْ قُ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَانَ ثَمًا
قَتَلَ النَّاسُ جَمِيعًا وَ هُمْ اَخِصَانَهُ فَكَانَ ثَمًا اَخِيَا نَفْسٍ
جَمِيعًا

"جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں قتل کر دیا اور جو کسی شخص کسی اور سے قتل کیا تو اس نے جو کچھ تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جو کسی شخص کو قتل کر دیا اس نے جو کچھ تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔" (سورۃ المائدہ آیت ۳۲)

جس دین نے انسانی زندگی کو اس حکم پر قرار دیا ہو، اور "نخن بہ" "صم" "انصاف" "زیادتی سے بچنے" کو نبی و علی واقعات کا دہندہ دیا ہو، وہ ملک گیری کے لئے طاقت کے کام لے سکتے ہیں؟ اسلام کی اولین جنتوں (غزوات) پر امتراض کرنے والے مسلمانوں کی حالت اور یہ ہر دو سالہ کی کوئی نظر انداز کر دیتے ہیں، اور اس نظر انداز کی حقیقت کو بھی، کہ یہ جنگیں ہندہ

منورہ کے قریب لڑی گئیں۔ اس کے سوا ایمان تو قلب و فطرت کی تبدیلی اور مہلت و کائنات کو آنے والا نہ تھے۔ دیکھنے کا کام ہے، وہ انداز جس میں وہی انجی اور سوا رسول ﷺ کے حوالہ سے ہر جہز کے معانی کا تعین ہوتا ہے۔ پھر اس میں جہز کا کیا سوال؟ ●

بات صرف یہ ہے کہ اسامہ پر خودی طور پر چڑی عرب میں نہیں کیا جا سکتا اور جب نبی کریم ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں نے یہ نیکو کام کرکے بنایا تو کفر کی طاقتیں اس مرکز کو مٹانے پر تل گئیں۔ مسلمانوں کو ان کے دھن کے سے نکالنے والوں نے ان پر مسجد حرام (کعبہ) کی زیارت کے رستے بھی بند کر دیئے۔ ان حالات میں سورۃ النجم کی وہ آیات نازل ہوئیں جن میں پہلے بار مسلمانوں کو ان دنوں میں عطا کیا گیا۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ جب وہ نیکو کردہ دستخط تھے اس میں قبل از ایف کے علاوہ بھی اسلام کی راہ میں جدوجہد کی تمام صورتیں مسنت آتی ہیں، ہاں جب وہ ایف کا مرتبہ بہت بلند ہے، کیونکہ اس میں آدمی اپنی زندگی کی قیمت اللہ کی عظمت اور بزرگی اور اسلام کی بحالی کی شہادت دیتا ہے۔

[illegible]

۱۔ باب باطل کا نام نہ ہو سکتا کہ اسے کسی اور اہمیت کو دیکھ کر اس کی تعریف کی جائے اور اس کی تعریف صرف اس کی حقانیت پر ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر اس کے لیے اہمیت نہ ہو تو اس کی تعریف کی کیا وجہ ہوگی؟

[illegible][illegible][illegible]

جب تک کہ سازشیں بڑھ گئیں اور کافروں کے مذہب پر اسے دین کی سرحدوں تک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے جو دبا سیلف کا حکم دیا۔ یہ حکم عام طور سے پہلے دیا گیا۔ سورہ بقرہ کی مختلف آیات تفصیل کے ساتھ جہاد کی شرائط اور حدود کا تعین کرتی ہیں۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَقَاتِلُوكُمْ وَلَا تَغْنَمُوا
فَاللَّهُ لَآتِيهِمُ الْغَنَاءُ هَ أَفَقَاتِلُوهُمْ حَيْثُ نَقَضْتُمُوهُمْ
وَأَخْرَجْتُمُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجْتُمُوهُمْ وَالْيَمَّةُ أَشَدُّ مِنْ
الْأُنْثَى وَلَا تَغْنَمُوا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى
يُفْلِتُوا مِنْكُمْ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ خَرَّ
الْكَافِرِينَ هَ إِذَا أَنتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ وَفِيهِمْ
حَتَّى لَا تَكُونُ بَضَةٌ وَيَكُونُ الذِّكْرُ لِلَّهِ فَإِنْ أَنتَهَوْا
فَلَا تُغْنِ عَنْكُمْ أَعْيُنُ الْعَالَمِينَ

اور تم اللہ تعالیٰ کی رحمتیں (بے تحلف) اُن لوگوں سے لڑو جو (تقصیر) تمہارے لئے
 (کے) اتم سے لڑتے ہیں مگر (از خود) حد سے نہ لکھو، اللہ تعالیٰ حد سے لکھے
 لوگوں کو پسند نہیں کرتا اُن سے لڑو جہاں بھی تمہارا اُن سے مقابلہ پیش آئے
 اور اُن سے لڑو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے اور پھر تم سے بھی شدید تر

ہے اور محمد حرام کے قریب جب تک وہ تم سے نہ لڑے تم بھی نہ لڑو وہاں مارگو وہاں جنگ و قتال سے نہ چٹکیں وہ تم بھی یہ ٹھیک نہ کوٹھ کر کہ یہیے کافروں کی بجی ہو۔ پھر اگر وہ در آپ نہیں تو جس نوکر اور متعلیٰ مخالف کرنے والا اور ہم دھرم دھارنا ہے، اور ان سے اس وقت تک لڑے رہو کہ لہو و دندانہ ہو جائے اور اگر وہ (فہو دے) رہا نہ ہو تو کھو کو کھو لہو کے آگے پٹنی روا نہیں۔“ (سورۃ القدرہ آیات ۱۹-۲۰)

ان آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے خلاف مسلح مزاحمت کرنے والوں کے خلاف قتال کا محمدیہ گمبہ اور ان اللہ کا لہجہ المخلصین، اس وقت کے رہنما کا اہم کام ہے کہ قوت کا استعمال اسی وقت کیا جائے گا کہ اس ایمان مستقرین (زیادتی کرنے والوں) کے دائرے میں داخل نہ ہو جائیں۔ اور یہ قتال تو فتنہ کشکار کے استبداد و جور کے خلاف جو ابی قدم ہے اور یہ جوانی ائمہ اس وقت روک دیا جائے گا جب کہ فتنہ سے باز آجائیں۔

ہمیں یہ حقیقت بھی سامنے رکھنی چاہیے کہ سماجی دیہست اپنے نظام کے دائرے کو آگے بڑھانے کی ہر ایسی کوشش کرے گی جو اسلام کے مطابق ہو یہ دیہست "لغو بالمعروف" اور "بھی علی العکبر" کا پتلا نکل کر آ رہی ہے۔ پھر مسلمان اس امت کی تشکیل کرتے ہیں سر پر ائمہ کا رس شاہ جہ پورہ عام انسانیت پر شاہ ہیں اس لئے جب بھی کوئی مظہم انصاف کے لئے سلامی دیہست کو آواز دے گا تو اس دیہست کا فرض ہوگا کہ وہ کم از کم اس دیہست کی طرف سے مسلمانوں سے معافوں کا احترام کرتا ہے، لیکن دوسروں کی عہد شکنی اسے تو معاف نہ ہے بلکہ بھیجی کر سکتی ہے۔

علاوہ ازیں ایک عملی اور آفاقی دین انسانی فطرت اور زندگی کے تقاضوں سے انکسیر نہیں چرا اسکا۔ یہ زندگی کا ایک پہلو ہے کہ حق کی بقا اور استحکام کے لئے کبھی نہ کبھی ہتھیار سنبھالنے سے ہی بڑھتے ہیں۔ عدل و انصاف کے فروغ کے لئے قوت مافی ضرور کا ذریعہ رہتی ہے۔

- اسکا ذکاوت اور کھلم کھلا ہے
تاریخ ام کا یہ نظام الہی ہے
اس میں سبک پروردگی کے آگے
دلی ہوتے ہو خلاف سے لگے

سورۃ "ہم" کو "اسی مسکری قوت کا شاد ہے۔ اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ حق و باطل میں اس وقت تک ٹکٹھارے کی وجہ تک باطل خا نہ ہو جائے۔ یہ ٹکٹھارے الہی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار لوہی

جماد کے سہ ماہ میں عید غدیر خوی، سعادت کا شام ہے، اس کی ضرورت نہیں بلکہ قوت کے ساتھ اس حقیقت کو پیش کر دینا ہے کہ نقد نظر کی وضاحت ہے کہ

هو الذي رسل رسول الله في وحيه المحقق سبطه
على مدين كتيه وكهي باله شهبه

اسی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو عید اور دین حق کے ساتھ بھیجا
تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور حق ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ
کی کافی ہے۔ (سورۃ فتح آیات ۱-۲)

حکم جہاد کی ایک اور تاریخی اہمیت بھی ہے۔ دین میں اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات بلکہ غلبہ کی وجہ سے بہت سے ایسے لوگ بھی بظاہر مسلمان ہو گئے جن کے دلوں سے اس حقیقت کو قبول نہ کیا تھا۔ ایسے منافقوں کا سرور امجد، ابن ابی تھا، جو سرور کا کات لکھائی ہجرت سے پہلے اپنے لئے حزب کی بادشاہی کے خواب ہی نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اس خواب کی تعبیر حقیقت کے قلوب میں دھنسنے والی تھی کہ سماجی دیہست کے قیام سے اس کے خوابوں کو چٹنا چڑ کر دیا اور اس کا برعہ نہیں خوابوں کے نئے ہونے شیش پر برہنہ چٹنے کی مثال تھا۔ یہ منافق اسامی معاشرہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ تھے۔ یہ "استہن" کی یہی سی صلاحت میں "عقلہ" کا مسند" تھے جن کا درپردہ کہہ کر قریش کے تھے۔ عہد جہاد سے ان کے نفوذ کے پردوں کو چاک کر دیا۔ جب جان کی بازی لگنے کا بنگام آیا تو پتہ چل گیا کہ وہ عقلی مسومن کون ہیں؟ اور جان دے کر عداوت اسلام کی کوئی دینے کے لئے تیار ہیں۔



غزوہ بدر

نبی کریم ﷺ کی ہجرت قریش مکہ کے عوام کی شکست تھی۔ قریش نے اس موقع پر بھی وہی حربے استعمال کئے جو ہجرت حبش کے سلسلہ میں استعمال کئے تھے۔ وہاں معامد ایک خود مختار بادشاہ سے، پڑا تھا اسی سے تحائف کے ساتھ سفارت بھیجی گئی تھی۔ یہاں معاملہ بیل ٹرپ سے تھا جس کے عقائد میں قریش پہلے آپ کو برا سمجھتے تھے، اسی سفارت کی جگہ سر سبز کو اور تحائف کی جگہ مہنگی کو کتاب بنا۔ قریش نے عبداللہ بن ابی کعبہ کو لکھا کہ۔

”تم نے ہمارے دی کو چناؤ دی ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ یا تم لوگ ان کو قتل کرو یا نکال دو ورنہ ہم سب لوگ تم پر حملہ کریں گے اور انہیں قتل کر کے تمہاری عورتوں کو لوٹ جائیں گے۔“

عبداللہ ابن ابی قحطافہ روایت کرتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو چھوڑ دیا ہے اس کی بدولت تم نے جنت کی تیاریاں، بوری جھنک، شراب، عورتیں، کن کن کرنا اور اہل شراب، انصار بن گئے۔ یہ قیاب و غفلت کی وہمہ گیر تبدیلی تھی کہ اب کھانا، انسانی زندگی، موسیقی، انسانوں کی بندوبستی، عبداللہ کا کس چہرہ اور قریب کے "احکام" کی تکمیل کرتا ہے لیکن اب اس کی سادہ عظمت و وسعت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور قریب اب تک کو اس وقت تک نہ سمجھ سکے تھے۔

اس واقعہ سے چاروں طرح اندازہ ہو سکتا ہے کہ قریش اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان حالت جنگ و ہجرت کے بعد بھی کتنی غم و رنج تھے۔ وہ جنگ قریش نے اعلان نبوت کے ساتھ ہی ہادی برق ﷺ اور اوروں میں آنے والوں کے خلاف پھیلنے لگی تھی۔ محض یہی ایک نکتہ ان معترضین کے تمام اعتراضات کے سلسلہ میں جواب کافی دستک کا دہرہ رکھتا ہے جو غزوہ بدر کے تمام تر ذمہ داری سلسلوں اور نبی کریم ﷺ پر ڈالتے ہیں اور اسے تحقیق کا نام دیتے ہیں۔

قریش مسلمانوں کو مکہ سے نکالنے کے بعد، اب اس بات پر بھی رضامند نہ تھے کہ مہاجرین انصار اطواف و زیارت کعبہ کے لئے آئیں، حالانکہ انہیں روکنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔

حضرت سعد بن معاذؓ جب غزوہ بدر کے لئے مکہ گئے تو انہیں نے نہ نہ تکب کے دروازے پر نوا کر کہا کہ اگر میرے بن خلف نے تمہاری میر پانی قبول نہ کی ہو تو تم کو مکہ سے اپنا سراپنے کا دعویٰ پر رکھ کر یثرب لوٹنے کی اجازت نہ دی جاتی۔ یہ موقع پر حضرت سعد بن معاذؓ نے چوہی جرات سے کہا کہ اگر ہم پر بیت اللہ کے دروازے کو اس تک پہنچنے کی وجہ سے سدود کی گئی تو ہم دینے سے تمہارے جواری قاتلوں کا کٹیں کرنے دیں گے اور یہ بات زیادہ شدید ہوگی۔

ما هذا شأنك عليك منه طربقتك على المدينة

اسی کے ساتھ ساتھ قریش نے اپنے زیر اثر قبائل کو بھی اسلام کی عملی مخالفت پر اکسایا۔ "ہجرت کے چھ برس تک میں وغیرہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس نہیں پہنچ سکتے تھے" اور مدینہ پر قریش کے حملے کے امکانات سننے روشن اور واضح تھے۔

كان رسول الله ﷺ اول من اهل مكة فخره

(نہالی صحاح)

الليل

"جب نبی اکرم ﷺ مدینہ میں اہل مکہ کی طرف لائے تو ان کو چاکر کرتے تھے۔"

ان حالات میں نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے تو یہود مدینہ سے معادہ فرمایا تا کہ اصر سے اطمینان ہو، اور اس کے بعد مدینہ سے ہجرات کے سال تک پہلے ہوئے قبیلوں سے دوستی یا غیر جانبداری کے معادہ سے فرمائے۔ یہ معادہ سے ہجرت کے پہلے سال اور دوسرے سال میں کئے گئے۔

اس کے بعد سرور کائنات ﷺ نے اس جواری شہزادہ پر چھوٹے چھوٹے دستے بھیجے شروع کر دیے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مکہ والے لوٹ مار کے چھاپے مار رہے تھے۔ ایسے ہی ایک دستہ نے مدینہ کے قریب چڑیا گاہ پر حمزہ کی اور خود دھوکے سے سوئی چاکر کر لئے کیے۔ اس دستے کی قیادت کر رہے چارے کی تھی، جنہیں بعد میں مسلمان ہوئے اور شہادت پانے کا شرف حاصل ہوا۔

ان حالات میں نبی ﷺ نے اس طرح علیہ اصول و آئے اپنے غشی دے بھیج کر قریش کو تادیب کر اب وقت کا دھار چٹ پٹا ہے اور ہوا کا رخ بدلا گیا ہے۔ اب مسلمان بے کسی اور مجبور نہیں

● نقل برہان نبی مدینہ ص ۳۰

تین جگہ و قریش کی معاشی شریک (تجارتی شہزادہ) کو کسی وقت بھی کاٹ سکتے ہیں۔ کم و بیش ایسے ہی چارہ ساتوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا دینے سے باہر لڑائی عداوت میں ان شریف سے گئے اور اس اعدائی جنگ میں مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ قریب کے بعض قبائل نے ایسے ہی موقع پر معادہ سے کئے۔

قریش نے اپنی تجارتی شہزادہ پر مسلمانوں کے غشی دستوں کو اپنے مستقبل کے لئے عظیم خطرہ سمجھا۔ اور مختلف قبائل کے ساتھ ان معادوں سے اس کو اپنے پیچھے اور ہم طور پر رکھ کر اب وہی عرب کی واحد طاقت بنیں رہے، بلکہ مدینہ کی اسلامی ریاست کا اثر و نفوذ انہیں مسترد اور سے "جستہ" بہت سے معروض کر رہا ہے۔

ان حالات میں قریش مکہ نے ایک فیصلہ کن جنگ کی ضمان لی، اور قریش کا لشکر عظیم مکمل تیاریوں کے ساتھ مدینہ کی طرف چلا ہوا۔ اسی زمانے میں ابوسفیانؓ کے تجاوی قافلے کو بھی اسی شہزادہ تجارت سے گزرا تھا۔ اسی قافلے کی نگاہ پر بعض ارباب سیر سے یہ گمان کیا کہ معاذ اللہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی جواری قافلے کو گھونٹنے کے لئے مدینہ سے نکلے تھے۔ یہ گمان قرآن حکیم کی تصریح کے خلاف ہے۔ قرآن حکیم کے ارشادات و تفسیر بحاث کو پیش کر دیے سے پہلے یہ عرض کر دینا سب ہو گا کہ نبی اکرم ﷺ کا مقصد جواری قافلے کو روکنا یا لوٹنا ہوتا تو آپ مدینہ سے شمال مغرب کی طرف بڑھتے چھڑے قافلہ رہا تھا، لیکن حضرت ختم المرسلین ﷺ نے "جنوب کی راہی چھڑے قریش کا لشکر آ رہا تھا۔ اس کے علاوہ لشکر قریش سے مقابلہ کا فیصلہ تو دینے سے نکلے سے پہلے ہی شوشی کے ذریعہ ہو گیا تھا اور قرآن حکیم کے مطابق مسلمانوں کا ایک گروہ اس یصد سے خوش تھا۔ جب نبی کریم ﷺ نے انصار وہاں جرین کو جمع فرما کر سواں کیا کہ "ایک طرف جواری قافلہ ہے اور دوسری طرف کفار کا لشکر ہے۔" اور اللہ کا وعدہ ہے کہ اس دونوں میں سے یک جہتیں مل جائے گا تو اب کھر کا قصد کیا جائے۔" اکثر یہی نے تجاوی قافلہ کی طرف رخ کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ اس پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنا سواں دہرایا۔ اس سے پہلے کہ مدینہ ان رسامات تھے مستند ہو گئے اور وہاں جرین کی جانب سے جواب دیا گیا۔ "جیسی طرف رخ فرماؤں گے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔" نبی اکرم ﷺ

● یہ بات بھی، جس پہلی سے کہہ گا ان کی حقیقت ہے، مدینہ سے پہلے اور جنگ مد سے پہلے نازل ہو

جی جی

اور یہ تھی اور سب عظیم ﷺ کی بخاری نگار، نے تھے ہوئے شہادت کی موت کے قریبی تھے۔ اس جماعت میں وہ بھی تھے کہ جن کے دلوں میں اہمیت تھی، اور شیطان ان غریبوں کا خالق تھا۔ بدقتیل سے یہ صرف وہ مسلمانوں کو یہ اہمیت نہ تھی کہ یہیں غلو کی آغوش میں سکون ہے اور ہر جگہ کی رات پانی برسیا۔ یہ یہ عداوت کا درجہ بھی رکھتا ہے جس نے نہایت اور جماعت معاشرین کے قلب کے ہر گوشے کو چھو دیا اور دوسری طرف اس بارش نے فطرتی جذبہ سے مسلمانوں کے قدم ہی کیے۔ بارش کی ہر سے قریش کے گھوڑوں اور اونوں نے ہماری ریت میں جھنسنے لگا، اپنا پانچا بچہ دوس کے لئے آہلی پہنچا ہوئی۔ اس کی وہ بھی تھی کہ کہ رعد کی فوجیں جاتے تھے مگر جی جوں بارش کے بعد کچھ ہی کچھ ہو گئی، اور مسلمانوں کا فخر وادی کے باقی علاقے میں تھا جہاں بارش نے ریت کو بھرا دیا۔

وَابْعَثْكُمْ الْفِئَافَةَ فَمَنْ وَبِعْكُمْ عَنْكُمْ مِنْ مِّمَّاعٍ

مَا تَصْطَفِيكُمْ بِهِ وَيُنْهَبْ عَنْكُمْ خِرَ لَيْبَلُ وَسِرَاطُ

عَلَى قُلُوبِكُمْ وَابْسُتْ بِهِ لَافْءَامُ

اس وقت کو یاد رکھو کہ یہ تھوڑی سی چلی طرف سے تھوڑا (مرد کی) کی عقل میں تھوڑا (مرد کی) اور تھوڑی سی بیعت کی ریت کر دی اور ہم پر حال سے پانی بڑھا دیا تاکہ اس پانی کے اور چے۔ تم کو ایک کدو سے اور شیطان کی (دلی ہوئی) لپکتا سے تم کو دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں بڑھا دے۔ (سورۃ الفیل ۸ آیت)

اور یہاں قریش کے سرداروں کی رہ گئے اور اسے ہی کہتے ہوئے دلوں میں ابھریں اور یہاں شہید بن رہے اور علی بن ابی طالب اور ابی جحیم جیوں کے تھوڑے اور مردان قریش میں تھے۔ حضور ﷺ کے رشتہ میں سے چودہ مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اس جنگ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن حکیم نے اس جنگ کی وضاحت فرمادی ہے کہ اللہ کے راستے میں جو راضی دے گا یا اللہ کا ہاتھ میں جاتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے ترکش سے لگے والا تیرا مہوہب الہی کی کمان سے نکل رہا تھا۔

فَلَمْ تَقْلُوبْهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَنْ رَمَيْتُ

اس کہہ سے زمین کی پستیوں سمیت کی پستیوں سے بھی مدد نہ ہو گئی، ساری دنیا سے بے خبر اور بے خبر ہو کر پھرتے اپنے رب کے حضور میں یوں فریاد کی۔

”اے رب! حضرت ابی جحیم کی جو حالت تیرے ہونے کی محنت کو بے قرار کرتے تھے

یہاں آتی ہے۔ قرآن یہ چند عرصے میں تھے تو قیامت تک تیری عبادت کو ہائے والا

کوئی اور نہیں ہوگا۔ خداوند ادا تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے وہ پورا فرما۔“

اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے یہ احادیث نبوی کی جڑ کی کے نام میں دہرائے گئے اور انہوں نے اللہ کی محنت سے سرفراز فرمایا۔

اَدْنَسَتْ عَيْنُكَ وَتَكُنْ وَاسْتَحْبَبَ لَكَ اَنْ تَقْتُلَ

وَأَنْ تَقْتُلَ الْفِئَافَةَ فَتَقْتُلَ وَمَا جَعَلَهُ لَكَ لَيْبَلُ

وَسَطَ عَيْنُكَ بِهِ قَوْلُكَ وَمَا تَصْطَفِيكَ لَمْ يَكُنْ

الْمَلِكُ عَرَبٌ وَتَكُنْ حَكِيمٌ

”اور بس تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے (قرآن) اس نے تمہاری دعا قبول کر لی (اور جواب میں فرمایا کہ تم کو) بیش تر از رفتوں سے تمہاری مدد کر لوں گا جو ایک دوسرے کے پیچھے آتے جو تم کے اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کر رکھا اس حکمت کے لئے کی (تعلیل کی) بشارت ہو، اور تاکہ تمہارے دلوں کو اضطراب سے آزار نہ جائے اور (قرآن میں) نصرت اور (تعلیل) صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے جو غالب اور حکمت والا ہے۔“ (سورۃ الفیل ۸ آیت)

نصرت اور مدد اللہ کی شان ہے اور ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو حق کی سر بلندی کے لئے باطل کے خلاف نہاد رہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے (اور بعد سے روئے صادق القول اور کون ہوگا کہ) ”تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔“

اللہ تعالیٰ کے میدان پر ہمیں اپنے کرم سے بہتر اور دور کر دیا۔ یہ وہ جو بھی یہاں سے سرور الہی کے جام میں کفر کے بارہا صدمہ کے مقابل صف آرا ہوئے تھے، یہاں سے ایک ہی در سے پر گزرتے تھے۔ اس وقت میں وہ بھی تھے جن سے نئے موت وصل الہی کا مزید

وَلَكِنْ إِنْ رَمَى السَّيِّئُ الْوُحْمَ مِنْهُ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ
إِلَّا بِمَعْرِعَتِهِ

”ہاں (حقیقت یہ ہے) کہ تم نے انہیں (انکار) میں لے لی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لے لیا ہے اور آپ نے (اور رحمت) انہیں پہنچی بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں (اور مومنوں کے) قلوب کو مستعمل کرنے کی (غرض یہ) تھی کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنی طرف سے ان کی اصلاح کا خوب موضع دے اور یقیناً اللہ تعالیٰ سننے اور دیکھنے والا ہے۔“

اور سب میں تکریم فرمایا۔ پختہ کی طرف سے دشمن کے حکوم کو ہمدرد کرنے کا اشارہ دیا۔
 کے اہل محمد کو۔ پھر آپ کے حضرت عبداللہ بن حبیب بنی سہم زبانی میں پیسے جمع
 خدروں کا ایک دستہ متعین فرمایا اور اس پر اجازت کے ساتھ کہ ”یہاں سے کسی صورت میں نہ بھا-
 دو“ ہونے کے بعد بھی تاحکم جانی میں ٹھہرنا۔

جنگ احد کا آغاز ہونے لگا ہے۔ اس بار اصل جنگ پر پوٹ نہیں پڑی بلکہ اوصافیت کی بیوی ہمدی کی حرکات کی میں غوثی قریشی دھ پر پور نہ آتی کرتے دے آگے بڑھیں۔

سحر بنات الطارق نغمي على النصارى

ان تقبلوا عاقب
او تدبروا الفارق

”ہم ستاروں کی خوشیاں ہیں ہم وہ ہیں جو قالینوں پر چلتی ہیں

گر تم میدان کا دروازہ ملے گا تو ہم تمہیں اپنی خوشی میں لے لیں گی اور اگر تمہارا عقلم پیچھے پڑے تو ہماری راہیں الگ ہو جائیں گی۔"

دور جب امام جنگ شروع ہوئی تو مجاہدوں کے حقوق شہادت سے دشمن کی مصلحتوں کو پسند دیا۔
 ذوالفقار حیدر جیسے جنگی مہربان جنگ چمک کر کہہ دی کہ تمھوں کو شیرہ کر دیا۔ ساتھی جاننے سے
 بیٹھے حضرت سید الشہداء احمد زہودؒ کی تلواریں غلٹ پرستوں کے ہاتھ اپنی پیاس لٹھائی اور
 حضرت محمد مصطفیٰؐ امام مجتبیٰؑ نے پانی کو حضرت ابو جہلؓ کو کھلایا یہ دیکھ کس موت
 کے براہ پیشے سے بے نیاز کر گئی اور اس کے آگے پیشے جیسے مہر کی سرس تھیں نتیجہ یہ ہوا
 کہ کریش پہاڑ سے لے کر ۱۲۰ میل تک زمین غنیمت دہینے لگی۔

یہ قشتہ، یکہ کثیر اداواروں کے سامنے اپنی جگہ دیکھو: دیہہ اور چن چنٹی، وہ جنگ بہہ
میں جس کی۔ تیر اندازوں کا چنے مقام سے بہت پہلے، انھیں ایک سرکاری ٹھکانے میں چھپ گئی۔ جس
کا سیدنا امیر رسول دیکھتے سے مسک رہے تھے۔ تیر اندازوں نے علم رسوں جھانڈا ہاں پر
معمییت کا ٹاٹا پہن کر پلچہ جہاد پر عرض چڑھ لیا۔ ٹھکانے اور جہاد اس کے قتل اس سے بھی تو
کہ نہ کے دلوں میں نبی ارم رسولؐ کی ذات گرامی کے سلسلہ میں ایک برحق پیغام۔

۱۹۱۱ء کی لڑائی سے شہر قبضہ پا گیا۔ یہاں سے جیٹھو جیٹھو کی تباہی (مظہور فیروز) جہالت اور فساد۔
۱۹۱۲ء کی لڑائی سے شہر قبضہ پا گیا۔ یہاں سے جیٹھو جیٹھو کی تباہی (مظہور فیروز) جہالت اور فساد۔

انہوں نے یہ سوچ کر اکر ۱۹۱۱ء کے کی حفاظت کرتے رہے تو ان قیمت سے محروم ہو جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ مصیبت وہاں سے لڑنے کی دروازہ مقدس ایسی خیانت کے ذریعے کی تسکین نہیں ہو سکتی تھی۔ بعد میں جب حضور علیہ السلام نے اس وجہ سے در سے کو چھوڑنے کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے کجایات اور طرے سے کام لینے کی تاویلات کا جواڑا پس منظر پر صاف دکھایا کہ قرآن کے نور سے شہ کو کھینچ کر تھی۔ آپ نے ان سے کہا

”بل ظننتم، انا نغل ولا نقسم لكم“

تم یہ خیال کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ خیانت کریں گے اور تم کو تمہارا

”صبر کروں گے۔“

سورہ آل عمران میں جنگ اُحد کی تفصیل کے یہاں کے جملہ ای مواضع پر یوں تصریح کیا گیا ہے۔

ما كان لي من فضل ومن نعمت ما أتى بعد علي يوم

أَفَسِعَ لَكُمْ تَوَلَّيْكُمْ كَذِبُكُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور یہ بھی ہے کہ ہمارا اللہ عز و جل فرشتے کے ذریعہ ہمارے دل میں جو کچھ چاہے وہ بھی

مخلص! جی خیانت کی ہوئی ہنر کو قیامت کے دن حاضر کرے گا پھر ہر شخص کو

اس کے اعمال کا پورا پورا جائزہ لیا جائے گا (کسی پر) کوئی قلم نہیں ہوگا۔“

$$(v, \omega^{\pm}, \mu_{\pm}, \mu_{\pm}^{\pm})$$

بہر صورت جب تیر اندازوں نے پانی جگ پہنچا تو اس صورت حال سے قہار اٹھ کر ہوئے خالد بن ولیدؓ نے پشت سے تلوار نکلوا دی، جبکہ کاغذی پیٹ گیا۔ حضرت مصعبؓ نے شہادت کے ساتھ ہی طرف رخ پھینک کر اس سے لڑنے شروع کر دیے۔ حضرت مصعبؓ جی تیر اندازوں سے مشابہت رکھتے تھے۔ ان لوگوں کی دلوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ ان کی قلموں میں نکلنے لگے۔ ان کے حضور میں حضورؐ و اسرار کو پہنچانے میں سب لڑے۔ آپؐ کا چہرہ روشن ہو گیا۔ اس موقع پر اُردو ایک طرف حصوں کے قدم کھڑے ہوئے دوسری طرف موت کو روک کر کھینچنے والے کسی بھی تیر انداز کے چہرہ پر حضورؐ کے چاروں طرف ایک جیسی حسرتیں تھیں۔ حضرت علیؓ بھی پہلے پانی شہادت سے یہ حقیقت آشکار کر دی کہ مسلمان کا ہر شخص طرح انداز کا تھوہیں کر باطن کے حلوں کو رکھ لیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ

ہیں سکن، یہ حضور ﷺ کی اس صدا پر کہ "آج مجھ پر کس جان نچھاور کرنا ہے۔" ایک کہتے ہوئے دشمن کی نفوس میں مصلیٰ بچا دی۔ اور جب یہاں میں سن نے اپنی جان کا نذرانہ پیش رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے پروا دار پیش کر دیا تو لوگ ان کے "اٹ" کو سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں فرمانِ رسالت ﷺ کے وقت سے دینے سے جانے والے میں ابھی زندگی کی یک پوند تھی، انھیں کولیس اپنے لب، سرکارِ دو عالم کے قدموں پر رکھے اور اس جہاں سے گزرو گئے۔ یہاں تک کہ یہ سفر اور جسم سے روئے کی یہ پروا دار وہی وہ موقع تھا کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے تشریف رسالت سے تیر کمال کے قریش کی طرف چلے گئے اور اس واقعہ نہ دیکھیں کہ حضور ﷺ نے کہا "ماں! میں تم کو پر میرے ماں باپ قربان۔ جو اب ہی تیر چہتے رہو۔" حضور ﷺ کے جسدِ مقدس ابی وقاصؓ کی شفقت و مغفرت کا پادشاہ ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے دوا مافی، جو جس میں رحم تھے اور انکار پر شدید انسانیت کی جنگی کے نشانات ہیں، مگر جب سرکارِ دو عالم سعد بن ابی وقاصؓ سے یہ پہلو کب رہے ہوں گے تو ان میں سے کون ہے جسے ان پر درگم نہ آیا ہوگا۔

اور جب کفر نے رحم میں بدن پر عتاب چکا تو ابو سفیان نے ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر فریاد کیا "اے عیسیٰ ہل" (آخر فراریاں مصل کے لئے تیں)۔ اس شخص سے کہ جواب میں پہاڑیاں تلخ ٹھہری ﷺ کے پردوں کے سر غلطی سے گرنے لگیں کہ "اے عیسیٰ اعلیٰ اجل۔" اس جس وقت جنگ میں شکست ہو رہی تھی اس وقت بھی مقصدِ درخیز سے ہتھیار سے جوعت مؤمنین ہی سر فراز اور کامیاب تھی۔

غزوہٴ احد میں مسلمانوں کی یہ شکست بھی اللہ کی حکمت کا ایک حصہ تھا جس سے مسلمانوں کو کمزوریوں سے سرتابی کی سزا ملی، اور یہ واقعہ کے سے صحتِ واقعہ، درستی کی تعمیر کا ذریعہ بن گیا۔ سورۃٴ آل عمران میں اللہ عزوجل نے آیت ۱۵۲ سے آیت ۱۶۸ تک نہایت وضاحت سے غزوہٴ احد کے واقعات کو بیان کر کے اس پر ایسا حیرت آمیز اثر کیا ہے کہ یہ آیت قرآن کے کتاب اللہ کو ہر کائنات میں۔ یہ شکست غور و خوض کا سارا، چاہے وہ کتنی ہی ظہور اور کمال اس ہوس انداز سے جنگ ابی شکست پر تبصرہ کر ہی نہیں سکتا۔

ولقد صدقکم منہ وعدۃً انکم تحبونہم مادامہ حتی

ادھنستم و نساو غمہ فی الامر و عصیم من بعد ما
 امرکم ان تحبون منکم من یؤید الذلت و منکم من
 یؤید الاحرارہ انکم صدقکم عنہم لیستلکم۔ ولقد وعد
 عنکم۔ و انہ ذو مصلیٰ عیسیٰ مؤمنین وہ یضعون
 ولا تمون علی حد و لڑنوں بدخو کم فی اخرکم
 قالانکم عنہ بعد لکلیا یحرون علی معاتکم ولا
 اصابتکم۔ و انہ حیرت نما نعلونہ انکم ان غلبکم
 من بعد حد سے نعلانی غلبی طایفۃ بکم۔ و طایفۃ
 قد ہمتہم نفسہم یضون ما نہ غیر الحق طر
 الجاہلیۃ یضون ہا من الامر من شیء قل ان
 الامر کذلک انہ یخفون فی انفسہم ولا یضون لک
 یضون لو کان سامی الامر شیء ما قلنا ہذا قل
 لو کتمہ فی نوبکم لرد اللہ نکت عنہم انقل الی
 مصاحبہم و یسبی انہ مصلیٰ ضور کم و شمعہم
 مصلیٰ فو کم۔ و انہ علم ما اب یضون ہا لیس
 سوو مسکوم یوم انشی لجمعہ انما انزلہم
 انشطن بعض ما کسو۔ ولقد علم انہ عنہم ان
 نہ غور حبیبہ انما اللہ ہی اموا لانگوو کاندیس
 کھرو و فانی الاحواہم اد صرنا اسی الارض
 او کسو غری سو کسو عبدہ مامو او مافو
 سجعہ نہ نہ نہ حسرتہ فی قلوبہم۔ و نہ یحیی
 و نیست۔ و نہ نہ یضعون بصیرہ و لیس فینہم فی

گیا۔ جواب دیا کہ "اے جنت وارک۔ مجھے تو تم رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتاؤ۔ جو ایسے لوگوں نے کہا کہ "تو یہ وہ ہوگی۔" وہ عقیدہ برحق "میرا سہاگہ دین کے راستے میں لٹ کر جلاں ہو گیا۔" کو اقم فی اللہ کے بارے میں کیوں نہیں جانتے۔ "جب اسے مصوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے دعائیت میں تو بے ساختہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی۔ پھر ہادی برحق ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی کہ آپ ﷺ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت بچنے سے کمال مصیبت بعد تک حلال دینی بنائی دینی نبی نے ارادہ فرمایا کہ آپ ﷺ سے کمال مصیبت بعد تک

میں بھی اور آپ بھی دشواری بھی برادر بھی خدا

سے شہرین ترے ہوتے ہوئے کسی کی چیز میں ہم

خود اُحد میں قریش کی حمایت کی شرکت اور جزا خانی کا ذکر کیا چکا ہے۔ ان عورتوں نے مسلمان شہداء کی لاشوں کے کلاے کئے اور ان سے اعضاء جسمانی کو چپا کر اپنے نظام کی آگ بجھائی۔ خواہن اسلام نے بھی خود اُحد میں شرکت کی مگر اس شرکت کی ذمیت و دشمنی دوسری تھی۔ دوسروں کی خواہش کے کردار سے بھی ان جناتوں کی خصوصیات کا تحشہ کی جا سکتا ہے۔

ایک طرف منہ سید الشہداء احمد علیہ السلام کا ظہور چاہنے کی کوشش کر رہی تھی اور دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا انھیں سنبھالنے کی وجہ سے پانی پڑ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ساتھ مسلمان خواتین نے شجاعت کے تحت تھکے دشمنوں کی پیش قدمی کے۔ جب کہ راکہ دائرہ شیعہ مسلمانوں کے گروہنگ ہو چکا تھا اور کتنے ہی مسلمانوں کے قتل ہوئے تھے اور چند پرانے اسی شیعہ کے گروہنگیوں پر اپنا سر رکھنے لگے تھے تو ان چال بازوں میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو کھڑکی پر کھڑکھڑاتے اور اپنی کھڑکی سے دیکھ رہی تھیں۔



کے پاس سے منتظر ہو جاتے۔ سالوں کو محاف کر دیتے اور آپ کے لئے انتظار کر دیتے۔ اور خاص خاص باتوں میں ان سے مشاورت کر لیا کرتے۔ پھر جب کسی کام کا "مزمع" کر لیتے تو یہ تو قیاس کرتے۔ یہ ایک تذکرہ لوگ پسند ہیں جو ان کے گروہ سے کام کرتے ہیں۔ اگر انہیں ارادہ کار ہے تو تم پر کوئی غائب نہیں آسکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چاہوں تو تمہیں کوئی ہے کہ تمہاری مدد کرے۔ اور سچے لوگوں اسی ہیں جو اللہ پر توکل کرتے ہیں۔"

خود اُحد میں کم و بیش ستر (۷۰) صحابی شہید ہوئے۔ "ابھی دین سے تقریباً تیس میل ہر شہدائے آراء وقت کی گزارش کو اُحد دیتے ہیں اور عظیم تصور کے سامنے امدادی پر نہیں پڑوئے منتظر ابھرتا ہے جب نبی کریم ﷺ کے گروہ نہیں پڑنے پر چند ماہوں کا وہ علاقہ جس نے نبی کریم ﷺ کے تحفظ کے لئے وہ جنگ لڑی کہ فخری قتلین پیچھے رہ گئے۔ ایک مہر بعد پر تو آپ ﷺ کے گروہ صرف گیارہ وفاداری رہ گئے تھے جن میں علی رضی اللہ عنہ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، ابن العوام رضی اللہ عنہ، ابو جہلہ رضی اللہ عنہ، ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ لیکن حضرت خود بھی شہید ہوئے اور بھڑانے کا کچھ چلایا۔ انہیں شہیدوں میں حضرت عمرو بن ثابت رضی اللہ عنہ شامل ہیں جو خود اُحد کی صبح تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن ۱۳ شوال ۱ھ کی صبح جب ایمان و کفر ایک دوسرے سے خیرا ہوئے تو عمرو کے قلب میں سوا ہوا مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے لکھ چکا تھا، ہاتھ میں کھاروی اور میدان جنگ میں اپنے بیوی کی آرائش میں کی کہ درجہ شہادت تک ہوا۔ اپنے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ وہ ہے جو ایک وقت کی غماز پر اسے بغیر ہی جنت میں لے گیا۔"

۱۳ شوال ۱ھ خود اُحد مبارک ہے

جب اُحد نے جان نثاری اور حب رسول ﷺ کے جن وقت انہیں ۱۱۰ پیش ہمارے دلوں کو شہر کر کے رہیں گے۔ اور ان کے جفاؤں کے مطابق ہم بسا اپنے ایمان کو اپنے چہرے تو اپنے بچنے کی کاساس ۱۱۰ چند ہو چکا ہے۔

ایک انصار خاتون کو کوکوس نے آہر حلال دی کہ آپ شہید ہوا۔ وہی "اللہ مغفرت فرمائے۔ یہ تو تھا کہ سر کا روئے عالم ﷺ کیسے ہیں؟" کوکوس نے کہا کہ حج بھلی دینی سے گزر

اُحد سے احزاب تک

تاسیس ریاست کے زیر عنوان مدینہ آنے کے بعد یہودیوں کے ساتھ بنائے جانے کے معاہدوں کا اہتمام کے ساتھ ذکر کیا جا چکا ہے۔

مصور نبی اکرم ﷺ نے اس معاہدوں کے تحت یہودیوں کو مکمل حد شرعی، تجارتی اور مذہبی آزادی عطا فرمائی تھی، لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی حیثیت سے اللہ کا پیغام ان یہودیوں تک پہنچا تاہم آپ ﷺ کا فرض تھا۔ نبی امراء میں کے اہتمام اور ان کی اخلاقی و فنی تہذیبوں کا ذکر کہیں انجیل، ہمیں تعجیب قرونِ تیسیم میں یاد رہتا ہے۔ ●

قرآن حکیم نے واضح طور پر ہمیں بتایا ہے کہ اقوام کی اہمیت کا معیار نبی امراء کیلئے کس طرح ہوگا۔ یہ اللہ کے کلام کو بدل دینے، اخلاقی کو جانے کے بعد اس سے انکار کرتے، اللہ کے میوں کو کشت کرنا یا اس کی تکذیب کرنا ان کا شیوہ تھا۔ اور خود اس زمانے میں جب اللہ کی وحی مدینہ میں آئی اور ﷺ پر نازل ہو رہی تھی مدینہ کے یہودیوں، سود خوری، دھکاری جیسے امراض اخلاقی میں مبتلا تھے۔

بات سنیں تک مدد دہ رہی۔ یہاں نے ان معاہدوں پر بھی ایک شریف فریق کی طرف سے عمل کیا۔ یہ وہ اپنے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کرتے رہے۔ نبی اکرم ﷺ سے جب جتنے تو اسلام عہد کی جگہ اسلام علیک کہتے تھے، "تھو پر موت (پہنچا)"۔ "مصور ﷺ اپنی حق سے کام لیتے ہوئے یہاں سے زبرد علیک کر دیتے، یعنی "تھو" اسی کے ساتھ ساتھ یہودی انتہائی چال کی سے اس طرح کی پرانی ہدوتوں اور دشمنیوں کو جانے کی کوشش کرتے۔ وہ دشمنیوں جو اسلامی افواجِ اہمیت کے پیدا ہونے کے بعد ماضی کی کہانیاں بن گئی تھیں۔ تھو تو یہ ہے کہ صحابہ رسول ﷺ کو یہاں پھیر دیتا تھا کہ نہیں دلت کے اندر یہ میں نبی اکرم ﷺ پر حملہ کر دیں اسی سے وہ بہت خطرہ رہتے اور کوشش کرتے کہ نبی ﷺ دلت کو کسی کام سے باہر نہ نکلے۔ ●

● یہی امر ان کی کمال ماضی کا تھیں یہ کہ انہوں نے یہاں سے ان کا کھانے کے لئے مدد حاصل ہے۔ ●

غزوہ اتراب

شہر ہجری میں غزوہ اتراب پیش آیا۔ اردو میں اسے عام طور پر غزوہ خندق کہتے ہیں۔ یہ دونوں نام اس جنگ کے دو مختلف پہلوؤں کا حاکم کرتے ہیں۔ اس جنگ میں کفر کی تمام طاقتیں اور کروہ مسلمانوں کے خلاف ایک مرکز پر جمع ہو گئے تھے۔ "غزوہ اتراب" کا نام بھی اسی حقیقت کا اظہار ہے۔ اور چونکہ حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے سے اس غزوہ میں حدیث کی حفاظت کے لئے خندق کھودی گئی تھی، اسی سے اسے غزوہ خندق کا نام بھی دیا گیا۔

غزوات سے متعلق گزشتہ دو ابواب میں مختصر 'جو کچھ عرض کیا جا چکا ہے۔ اس سے پوری طرح یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ کفر کے بھڑکا اسلام کے چراغ کو بجھانے کے لئے مسلسل بڑھتے رہے، لیکن اللہ کے تمہاں ہاتھوں نے اس کی تمام کائناتی قوتوں کے ساتھ چراغ کو روشن رکھا۔ حدیث کے پیروں کی مسلسل شرارتوں اور سازشوں کی طرف گزشتہ سطور میں اشارے کئے گئے ہیں۔ غزوہ بدر میں اسلام کی فتح کے پیروں کی دشمنی کو دور 'شکار کر دیا اور وہ ان تمام معاہدوں کو بھول گئے، جو بچانے یا ان کے لئے ہی اگر رکھے گئے ان کے ساتھ کئے تھے۔ ویسے یہ بات متوجہ تھی، کیونکہ یہودی تاریخ، روایات اور کردار اس پر شاہد ہیں کہ وہ انبیائے کرمؐ کو قتل کرتے رہے، ان کی کذب کرتے رہے اور دشمن پر فساد پھیلاتے رہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ بھی ان کا رویہ یہی تھا۔ قرآن حکیم نے یہود کے برتاؤ اور ان کی سازشوں کو دو مختصر آیات میں جوں کی موٹی کر دیا ہے۔

لَا تَرْجُوا عِتْرَ آلِ عَدُوِّهِمْ وَلَئِنْ جُمِعُوا
عَلَيْهِمْ عَاوَدَتْ لَهُمْ مَنِائِهِمْ وَإِنَّهُمْ
فِي شَكْرٍ

"دشمن ہرگز خائف اللہ تعالیٰ کے رہے، ایک یہ کافر لوگ ہیں تو یہ کسی طور انہیں
- انہیں سے دشمنی کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے (کئی بار) عہد لے چکے

ہیں مگر چار مہینے دو ہجرت (اور ہر سو قحط) پر پنا عہد توڑا ہے جس میں اور دو (مہینے) سے کار لے گئے۔" (تحریر: علامہ ابن کثیر، ج ۱، ص ۵۵۷)

یہود نے معاہدہ کر لیا تھا مگر وہ عہد پورا سے پہلے ہی قریش کے ساتھ خفیہ رابطہ قائم کر چکے تھے۔ بدر میں قریش کی شکست کے بعد یہودیوں کا ایسا جس اور رہنما کعب بن شرف (ماتر کرتے ہوئے پیدا تھا کہ "آج زمین کا پیٹ ہمارے لئے اس کی پیٹھ سے بھرے۔" وہ اس شکست کی ذمہ داری پر موت کو ترجیح دیتا تھا۔ کعب شرم بھی تھا۔ رابیع ثانی میں جو لوگوں کے جذبات میں بیکار پیدا کر سکتا تھا۔ اس نے کشمکش اور کے مابین ٹھیکے اور اس کے ہرست کیلئے لگا گیا۔ وہ کسی پر اس نے یہاں تک حسرت کی کہ یہ نہ کہ اسلامی سلطنت کے نواس میں بیٹھا اس نے برطانیہ اور عمارتیں فرمائی۔ مصلحت جو یہ شرم کیلئے شروع کیے۔ پھر اس نے ذات رسالت (قائم) کو خیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جب نبوت یہاں تک پہنچی تو اسے طاعت کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔

یہ بات ایک فرد تک محدود تھی۔ یہود مدینہ نے مسلمانوں کی حسرت کو یہاں تک لگا راکہ مسلمان عورتوں کی روانے ماموں کی طرف ہاتھ بڑھانے کی جرأت کی۔ سچہ دینی تھیں جو اس کا

قریش مکہ کی اسلام دشمنی کے سلسلہ میں کچھ کہنے کی ضرورت تھیں۔ جب مدینہ کے یہودیوں کے ایک بڑے حصہ کو کھانا دیا گیا تو وہ غصے سے اتر رہے اور اکثریت سے سیر میں قدم بٹھائے۔ ان لوگوں نے قریش سے رابطہ قائم کیا۔ ایک بڑی فوجی منصوبہ بندی (GRAND STRATEGY) کی تیاریات کے تحت ان کے لئے غصے کے متاثرہ افراد اسلام میں متفق جی بنی بنی خطبہ وغیرہ کے معترض تھے۔ وہاں سے وہ کسی پر غلبہ قبائل کا دور دریا اور نہیں سمجھ پا کر یہی وقت مسلمانوں پر ایک ایسا دھمکے سے کہ وہ مسلمان برآئے۔ والے دن کے ساتھ یہ وہ طاقتور ہوتے جا رہے تھے۔ ان لوگوں نے معطلوں کے قتلے کو اپنے ساتھ لے کر کے شہر کے آگے آگے حاصل کی اور یہی کی پیش کی۔ اس طرح وہ مسلمانوں اور ان کے ساتھ دوسرے قبیلے بھی ان کے حلیف و راجد ہی بننے گئے۔ اس مختلف قبیلوں کے لشکر ایک متحدہ وطن کی تحت آگئے۔ اس متحدہ کمان کا سا، اعظم ابو سنیہ تھا۔ اس لشکر کی مجموعی

تعداد تقریباً دو ہزار تھی۔ اتنا ہی لشکر عرب میں اس سے پہلے کہاں کسی بھی موقع پر جمع نہیں ہوا تھا۔ مشرکین عرب کی تمام قبائل کی فوجیں بنی انرم (لشکر) کو براہیل دی تھیں۔ مدینہ سے رسول اللہ کو اس طرف چار رکنا ہے، یہ بات ہمارے لئے مدعا و راک سے ماوراء ہے، لیکن چند رکوس اللہ کے اہل کال کا اس کی امت سے کمر اتعلق ہوا ہے، اسی نے یہ نکتہ سے رکنا چاہنے کو سرکار مدینہ علی اصول و السلام کو یہ خبریں مختلف ذرائع سے مل رہی تھیں۔ ان خبروں کے پیچھے وہاں میں ان قبیلوں کے، لوگ بھی تھے جو اپنے طور پر اسلام قبول کر چکے تھے، یا اس دین سے متاثر ہو چکے تھے، اور خود بنی کریم ﷺ خبریں حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو اطراف میں بھیجا کرتے تھے۔ جب مشرکین کی پیادوں کی پوری اور متعدد اعداء کا مل گئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کو گونے کی رائے دی۔ یہ فوجی تدبیر اہل عرب کے لئے بالکل نئی تھی، اور شہر کے گھونگر کھینے کے لئے نہایت موثر۔ پھر اعداء کے گرد شہر کے باہر گولہ ریت بڑھانے کا سواں نہ تھا۔

مدینہ پر دشمن مغربی سمت سے حملہ کیا جاسکتا تھا، اسی لئے اس جانب سے خندق کی کھدائی شروع کی گئی۔ یہودی دشمن ہمارے شام کے لئے تھیں تو غلط گزرتے تھے۔ جنوبی رخ کھنے باقات اور مشرقی رخ لگانے کی چٹانوں کی وجہ سے محفوظ تھا۔

دو مہینے عظیم جس نے مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر میں کئی طور پر حصہ لیا تھا اور پھر غنائے تھے، آج پھر یہی تین ہزار بیٹوں کے ساتھ خندق کی کھدائی میں مصروف تھا۔ اسلامی ریاست کے وہاں تھے، اسلام کا سا، عظیم اللہ، مسلمان کی طرح مصروف تھا، بلکہ ہم مسلمانوں سے کہیں زیادہ مشقت اس نے اپنی جان کے لئے جلی تھی۔ ۸ ذی قعدہ ۳ شہر بھری کو آنحضرت ﷺ نے خندق کی بندہ کی۔ یہ خندق جس کی کھدائی پندرہ دن کی گئی تھی، شہر کے بائول میں اس میں مکمل ہوئی۔ لیکن دوسری تاریخی شہادتوں کی بنا پر اللہ کے رسول ﷺ اور اس کے رفقاء نے صرف چودہ دن میں یہ دفاعی خندق زمین کے سیزم میں پندرہ دن کی گہرائی تک کھدائی کیا تھا۔ یہی وجہ است جس کے مل بھی مشرکین کے لئے تھوڑے کی مثال حیرت انگیز درجہ ص کن تھے۔ اور وہی سب کا علم جس؟ رسد اور اس کی کی کی ہوتے تھے، ان کے سب بیٹوں کے بیٹ پر پھر بندھے تھے تاکہ خود خندق تقسیم کی صورت کیجئے وہیں اور کچھ اور نہ پیدا ہو۔ اور پیٹ پر

بھوک کے ہم میں ان بچہ پانچ دینے والوں میں سرور کا نکات حضرت خیر البشر ﷺ بھی شامل تھے۔ ایک طرف تو قرآن کا یہ عالم اور دوسری طرف نبوت کی ضرب کی یہ کیفیت کہ۔

”بچہ نکودے کھڑے تھے چاک خست چٹان مٹی۔ کسی کی ضرب کا نہیں دیتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ غریب لائے۔ تیس دن کا قحط تھا اور پیند پر بچہ نہ تھا اور آپ ﷺ نے دست مبارک سے پھاڑا اور ادا تو چٹان کی گتہ کا خاک بھی۔ ●

کفار کا لشکر جب سمر کی طرح اٹھ کھڑا ہوا تو مدینہ کے سال تک پہنچا تو یہاں شدتِ فقر آئی۔ یہ صورت حال قریش اور ان کے حلیفوں کے لئے بالکل نئی اور غیر متوقع تھی۔ اب وہ مدینہ کا محاصرہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ عربوں سے بھی تک محاصرہ کے لئے تیار ہو کر نہ آئے تھے۔ سرد کے مسئلے کے علاوہ ایک درانیم مسئلہ یہ تھا کہ موسمِ شدتِ فقر اختیار کر رہا تھا۔ سردی بڑھ رہی تھی اور اس لشکر کے سپاہی سردی کے ہاں اور ضرورت سے تھیں۔ ”تیس“ ہو کر نہ آئے تھے۔ مدینہ اسلام کا قلعہ تھا۔ شہر میں بنگالی حالات کی پوری شدت محسوس کی جاسکتی تھی۔ خواتین اسلام کو ان قحطوں میں بچھو دیا گیا تھا جو جتنی قحط کے علاقے سے قریب تھے۔ اس بے روزی قبیلہ سے سلسلہ نوں کا ”دوٹی“ کا معاہدہ تھا، صرف دوٹی ہی کا معاہدہ نہیں بلکہ ملکہ کی صورت میں مدینہ کے شہر کا دفاع کا معاہدہ تھا۔

اسیافین اور اس کے مشیروں نے پوری صورت حال کا جائزہ لیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مدینہ پر حملہ کی صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ جو قحط کو کسی طرح توڑ لیا جائے اور اپنے ساتھ لایا جائے۔

جو قحط پر اثر ڈالنے کی سب سے مؤثر صورت یہی ہو سکتی تھی کہ قریش کے حلیف قبیلہ یہودی قبیلہ بنو نضیر کے کارکنوں کا مہر بڑھ دیا جائے۔ بنو نضیر کا سردار جی بنی اخطب قریش کا سپہ سالار جو قحط کے پاس پہنچا۔ پہلے تو جو قحط نے تہہ نہ بچا کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر خاتمِ کس بنیاد پر معاہدے کی غرض درزی کریں، لیکن جی بنی اخطب نے اپنی نصیحت اور سیاست کے چاروں سے سو قحط کو جھپٹ لیتی پر آدہ کر ہی لیا۔ بنو نضیر نے بھی سوچ کر آج عرب کی متحدہ قوت مسلمانوں کی سیادت کو ختم کرنے کے لئے اس حکم اور دین کو ختم کرنے کے لئے مدینہ پر اندھ آتی

ہے۔ کیوں نہ اس وقت کو اور بڑھا دیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ اس نئی صورت حال سے پوری طرح باخبر تھے۔ آپ ﷺ نے معاملہ کوئی بلکہ ”اقام محبت“ کے لئے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، اور انصار کے دوسرے کارکنوں کو قحط کے پاس بھیجا۔ ماضی میں انبیائے کرام علیہم السلام کو قحط کے لئے اور ان کی تکذیب کرنے والی اس جماعت نے پوری اشدائی کے ساتھ کہا کہ ”لا عقد بہت وہیں محمد ولا عہد“ ”ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان کوئی عہد ہے اور نہ کوئی معاہدہ“

اب لشکرِ کفار میں اور اضافہ ہو گیا۔ اسی کے ساتھ سرورِ محمد وہ قلعے اور گڑھیں محفوظ نہ رہیں جن میں مسلمان خواتین کو قحط کے خیال سے بھیجا گیا تھا۔ حریف برائے جب یہ خیر عام ہوئی تو مسلمانوں کے ایک مختصر مشہور خطبہ پڑھا گیا۔ اس خطبہ کی پیشگواری کو منافقوں کی جھپٹ لٹس کی بھونکوں نے اور وہادی، اور وہ مکمل بندوں کیسے لگے کہ ”یہ وہ قریش سے اپنا معاہدہ درست کر لو اور دیکھو تو شہرِ مدینہ اور کسٹور کشی کی خوب تو کہاں، اب تو محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ میں بھی پڑھنی مشکل ہے۔ یوں اس صورت حال نے ایک بار پھر رجعت مؤمنین اور منافقین کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔

اس گھڑی، جب مدینہ کے چاروں طرف لشکر کے اندھیرے سے ادا شدہ جیروں کو اپنی گود میں لئے ہوئے چھا گئے تھے، وہ جو ایمان کے نور سے شہر پر نظر ڈالتے تھے مطمئن تھے کہ اللہ کا سوس ﷺ ان کے درمیان ہے، اور اس دارِ اسلام کی گنجیابی اس کے درمیان ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ یوں یہ آؤ بٹھل اور کڑا وقت بھی مسلمانوں کے انتظام کا سبب بنا۔

اس انتظام اور استطاعت کا اندازہ ایک واقعہ سے ہماری طرح ہو سکتا ہے۔ سرکارِ دوا عام ﷺ کے قب میں اگر بھڑکاری کی کمر پھیرا تو اسی قحط کو تو اس کی مشکلوں کو دیکھ کر۔ آپ ﷺ نے نبی صلوات اللہ علیہ سے مدینہ کی ایک قبیلہ بنی ادا کے عوض معاہدہ کر لیا تھا کہ اگر کفار میں بھوت پڑ جائے، اور انصار پر کوئی سخت گھڑی نہ آئے۔ اس میں حد پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور دوسرے کارکنانِ انصار رضی اللہ عنہ لگے۔

”اے ہادی رضی اللہ عنہ! آپ کی تجویز دینی، ایسی پہنچی ہے تو سرِ تسلیم اور خاضع ہے۔ لیکن اگر آپ جاری کا طریقہ سب کچھ کر رہے ہیں تو اے اللہ کے رسول (ﷺ) جب ہم مشرک تھے اس وقت

”یاد کرو وہ وقت جب کہ صالح اور نوح کے لوگ ہمیں (صاف صاف) کہتے تھے کہ ”اے اللہ ہمیں کے رسول“ نے ہم سے جو دورے کئے تھے وہ غریب کے ساتھ تھے اور ان میں سے ایک ہدایت لے گیا کہ ”اے عرب و اقوام! تمہارے لئے اب خیر نے کامیاب نہیں ہو بلکہ ہلاک اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے ہو کر (دھست ہوئے کی) ہدایت مانگے گا کہ تمہارے مگر کئے ہیں (اور اضرے میں ہیں) حالانکہ وہ خطرے میں نہیں تھے اور لوگ تو (اور اس حال جنگ سے) ابھرا کم پڑے تھے۔ اگر شہر کے اطراف سے دشمن گھس آئے ہوتے اور اس وقت ن لوگوں کو بچنے کی طرف دقت دیا جاتی تو لوگ شریک خدہ ہوجاتے اور ان میں مشکل عی سے اب اس میں کوئی جلی ہوتا حالانکہ ان لوگوں نے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ میں نہیں بدھیں گی اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ تمہارے (اے نبی) آپ فرمایا جیتے کہ اگر تم موت پا جائے گے تو میرے ہوتے ہو اور تمہارے لئے کچھ بھی نہ ہو گا کہ وہ صحت ہوگا اور اس حالت میں زحمتی سے لطف افزہ ہوئے گا تو خدا ہی موقع تمہیں ملے گا، یہ بھی فرمادیئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو صف میں لکھا تھا تو کیا ہے جو تم کو اس سے بچ سکے؟ اگر وہ تم پر عمل کرنا چاہے تو کون تم کی رحمت کو روک سکے؟ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تو لوگ کوئی عامیاد و گناہ نہیں پا سکتے۔ اللہ تعالیٰ تم سے ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو (لوگوں کو جنگ میں شرکت سے) منع کرتے ہیں (اور ان کو اٹھاتے ہیں) اور آپ (صلی و علیہ وسلم) بھی ان سے منع کیے ہیں کہ ”اے عرب! یہ طرف“ تو لوگ لڑائی میں حصہ لینے کی ہی تو اس سے تمہارے گوارہ تھا اور ساتھ دینے میں عمل (اور پہنچا کرتے) ہیں تمہیں سوجھ بوجھ سے کہ تمہارے تو اس طرف رو دے گا اور پھر اگر تمہاری طرف دیکھتے ہیں جیسے کہ یہ صومت کی فتنی مداری ہو پھر جب وہ خوف اور ہوجاتا ہے تو خیر ان لوگوں کے ساتھ تھا کہ تمہارے پاس میں نہ ان روزانی کرتے ہیں اور ان میں سے لوگ بھی ہیں (اور ان لوگوں کی طرح کرتے ہیں)۔ یہ لوگ اگر کراہتیں نہیں

تَقُولُ يَا أَلَا يَسِيرُ ۚ وَلَعَدَّ كَيْفَ تُوعَاذُهُ وَاللَّهُ مِنْ قُلِّ
لَا يَأْتُونَكَ إِلَّا نَذِيرٌ ۚ وَكَذَلِكَ عَهْدُهُمْ لَنَا فَمَنْ
يُفْعَلْكُمْ الْغَرُوبُ ۚ نَضِرُّكُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَوْفَلِ ۚ وَإِنَّا
نُضِيقُكُمْ لِأَقْيَلِ الْأَقْيَالِ ۚ قُلْ مَنْ ذَلِكُمْ يُنْقِصُكُمْ مِنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ
أَرْذَلَكُمْ إِلَهُكُمْ ۚ أُولَئِكَ بِكُمْ رَحْمَةٌ ۚ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا حَصِيرَةً ۚ فَمَنْ يَعْلَمْ لِقَاءَ الْمُعَوِّذِ
مِنْكُمْ وَالْمُكَائِلِ ۚ لَا حَاجَةَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ ۚ وَلَا يَأْتُونَ النَّاسَ
إِلَّا قِيلًا ۚ لَنُيْحَتَنَّ عَنْبَتُكُمْ ۚ فَادْخُلُوا الْخُوفَ رَأَيْتُمْ
يُضْطَرُّونَ إِلَيْكَ ۚ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْنِي عَنْكَ مِنَ
الْمُوتِ ۚ فَادْخُلْهُنَّ الْخُوفَ ۚ سَلَفُواكُمْ بِالْإِسْمِ جَدِيدِ
فِيحَةً عَلَى الْغَيْرِ ۚ أَوَلَيْكَ لَمْ يَوْمُئِذَا مَا خِطَبَ اللَّهُ
أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَلِكَ عَنِ اللَّهِ بَیْرًا ۚ يَحْسَبُونَ
لَأَحْرَابٍ لَمْ يَذْهَبُوا ۚ وَإِن يَأْتِ الْأَحْرَابَ يَوَدُّونَ
سَوَاءَهُمْ يَأْتُونَ مِنَ الْأَحْرَابِ يَسْأَلُونَ عَنْ أَسَانِكُمْ ۚ
فَيُخْبِرُونَكُمْ عَنْهِنَّ ۚ فَتَقُولُ أَلَا هِيَ إِلَّا

اے ایمان! اُن سے تم پر کیا ہے، جب تم پر جو عیسٰی چڑھا، اُس قوم سے اُن پر کیا ہے (خفت) آدمی بھی، جیسے شکر (مارل کے) جو تم کو نصیب کرتے تھے، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو کچھ ہاتھ دیا، وہاں پر سے چھاپا اور نیچے سے تم پر چڑھ گئے تھے اور جب کہ انھیں بھی کی نکل اور تمہیں بھی اور دیکھتے ہو گئے تھے اور تم کو اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ (ہاں یہود و نصاریٰ جب کہ ایمان کا خوب آزمائے گئے اور ان کی طرح ہلاک ہو گئے۔

غزوہ بنی قریظہ سے واقعہ فلک تک

اللہ کی بھیجی ہوئی فوج (جو اسے دشمنوں کے لیے اکھڑ چھینکے اور جیہہ کر عرض کیا جا چکا ہے) "بجس طرح ہوئی تو مسلمانوں نے دیکھ کر میدانِ صاف سے آواز اٹھری کہ اس سال کے بعد اب قریش والے تم پر چڑھائی نہیں کریں گے۔ اب تمہارے لشکر کی طرف پلٹا کر کریں گے۔"

اس فتح کے بعد نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں مسلمان مدینہ اپنے گھروں کی طرف واپس لوٹے سورج آسمان کی بندھنوں تک پہنچ کر اب مغرب کی طرف اپنے سفر کا آغاز کر رہی رہا تھا کہ ظہر کے وقت جبریل امینؑ نے حکم دیا کہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچنا یا جو حضور ﷺ نے اس حکم کے متعلق کہا ہوں سے فرمایا کہ "سبح راہِ امت کا تھکا ہوا ہے کہ اب صلہٴ عمرہ دہرائی قرظہ میں ادا کی جائے۔"

قرظہ والے عہد شکنی اور دشمنی کے بعد اسے جہاد کے سر تک پہنچے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ اب بھی ان سے مذاکرات کے لئے آیا ہوا تھے، لیکن بنو قریظہ نے بات چیت کے ہر امکان کو ختم کر دیا۔ حضرت علی کریم اللہ وجہ، جب ہر اہل دستہ کے ساتھ (ان کے گھروں) تک پہنچے تو انہوں نے سرکارِ دو جہاں ﷺ کو برا بھلا کہہ کر لوگائیاں بک کر سفیرِ رسول ﷺ کا استقبال کیا۔

جب یہودی نے اصرار کیا کہ رسول کے دستوں کی مدد دیکھی تو حاکمات کی گھٹلیں کا حساس ہوا، مگر اب کسی گھمبھور کی تکی ٹکڑی سے دھری تھی۔ لشکرِ سامانہ ان کی ہمت کا ہی صبر کر لیا۔ دوسری ہتھکڑی کی مدد سے وہ بنو قریظہ سے اپنے آپ کو اس شرط پر مسلمانوں کے حق سے روک دیا کہ ان کے معنی میں حضرت سعد بن معاذؓ کو ایک عیسوی دینے کا حق دیا جائے۔ اس شرط کا سبب یہ تھا کہ اسلام سے پیچھے بنی قریظہ کے حلیف اس کا سردار بننے پر رشتہ کی بنا رکھ لے گا۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے احتجاجی شکست اور مذہب اور یہودیوں کے مذہب کا احترام کرتے ہوئے فیصلہٴ قرات کے مطابق کیا کہ تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے جو عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا جائے اور مالکِ عیسوی کو قتل کر دیا جائے۔

اس فیصلہ پر اعتراض کرنے والے غیر مسلم مؤمنین کا اعتراض دراصل تو رات پر ہے۔ غزوہ

کا صلہ دے، اور منافقوں کو چاہے کوسرا دے اور چاہے توہین کی توجہ قبول فرمادے۔ یہ فلکِ شہنشاہی فی غزوہ مدینہ ہے۔ (سورۃ اعراب ۳۳ "آیت ۳۳")

یہ تھے ایک ہی شہر میں، ایک ہی ماحول میں، ایک ہی نظام کے تحت زندگی گزارنے والے دو گروہ۔ ایک وہ روٹی کے جڑوں پر دو ہزار مسلمانوں کو دیکھ کر اللہ کے وعدہٴ نصرت اور رسول اللہ ﷺ کی بشارتوں کو "سراپ" سمجھنے لگے۔ دوسرے وہ کہ جنہوں نے ظہرِ کفار کے سبیل رو اس کو دیکھ کر یہ جان لیا کہ ان وعدوں کے فتح کا وقت آ پہنچا ہے۔ مستقبل کی ان فتوحات کا مقدمہ آج ہی کی روشنائی سے لکھ جائے گا جب جبریل سرسبز کی مسکوت کی حدیں مصادیق میں آ جائیں گی۔ انہیں معلوم تھا کہ اقوام کی لمبی چیلوٹی اور جنت میں قیامِ حد کے لئے کن کن مزی منزلوں اور جان لیوا مصلحتوں سے گزرنا ہوگا۔ اور ان مرحلوں کی نشاندہی تو اللہ نے واضح احاطہ میں کر دی تھی۔ ایک پارکس ہار پارہ، اور کیسے مرے گا تو ہم ساری تاریخِ شام ہے کہ رسول اور اہل ایمان بلا دے گئے، جیسے زندگی ایک ڈنڈہ بن گئی ہو۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُدْخِلُوْا الْخُلَۃَ وَلَمَّا يَأْتِ بِكُمْ مِّنْ الْاٰیٰتِ
خُلُوْا مِنْ قَبْلِهِمْۙ مُّسْتَهْزِۡمِۙ الْاِنْسَآءُ وَالصُّرَۡءُ وَزُلْزِلُوْۤا
حَتّٰی یَقُوْلُوْا الرُّسُوْلُ وَالْاٰیٰتِۙ اَمْوَۡا مُّغٰۤثَۃٌ مِّنْیَ نَصْرِ اللّٰہِ
لَا اَنْ نَّصْرَ اللّٰہِ قَرِیۡۡنَۃٌ

"کیا تم نے سمجھا ہے کہ جس جنت میں تم کو بھیج دیا جائے گا، وہ کیا بھی تو تم پر وہ حالات (دعوت) آئیں گے کہ وہ جہنم سے پہلے اہل ایمان پر گزر چکے ہیں ان پر غنائیں اور مبینہیں۔ تم لوگو! اسے لگے یہاں تک کہ اس زمانہ کے رسول اور وہ اہل ایمان جو ان کے ساتھ تھے پکارا گئے کہ اب آئے گی اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی مدد نصرتِ قریبی ہے۔"

(سورۃ البقرہ ۱۲۸)



چکا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا نکاح حتمی بننے کی بڑی سہ ہوگا۔ حضرت زید بن عسہ نے جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ارادہ طلاق کا اظہار فرمایا تو آپ نے اسے نہیں سہ فرمایا تاکہ آپ ﷺ اس بڑی آزمائش سے بچ سکیں۔ ہر سہ کے اس نکاح کی آزمائش میں مدینہ کا زمانہ میں شکست کھانے والے مشرک، یہودی اور منافق کیا کچھ قیامیں برپا نہ کرتے (اور انہوں سے بچ کر) اللہ تعالیٰ کو منصور ﷺ کا سہ کرنا چاہتے نہ آیا، کیونکہ یہ حاجت تو اس کی شکست کا باعث نہ تھی اور اس لئے اگر حتمی بننے کی بڑی سے نکاح عام مسلمان کے لئے مکمل ہر حق تو حضور ﷺ کی ذات گرامی کے سے فرس ظہور۔ اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ ایمان والوں کے ایمان اور سہ رسول ﷺ کو آزمایا جائے اور یہ دیکھ لیا جائے کہ حضور ﷺ کا مکمل اور اللہ کی وہی ہر م قدمہ اور باطل معاہدہ و رسوم کو سلسل کی نظر میں لکھا اور سہ یہ قرار دینا ہے یا بھی ماضی کے اثرات باقی ہیں۔

سورۃ احزاب میں حضرت زینب کے ساتھ حضرت حمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح کو چارے اس سفر کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے۔ اس آیات نے صحابہ رسول ﷺ کے ذہنوں سے شک کے غبار کو صاف اور بخیر کے لئے رسول ﷺ کی شہادت کا درجہ رکھتی ہیں۔

وَاذْهَبُوا إِلَى الْيَدِيْنَ اَسْلَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَتَعَمَّدَ عَلَيْهِ اَمْسِيَةً
عَسِيَّكَ رَوْحُكَ وَاشَقَّ مَسَلَةً وَنَحْضِيْ مِنْ تَعْسِكَ مَالَةً
مُؤَيَّدِيْهِ وَنَحْضِيْ فِي اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ نَّخْشَهُ - فَلَمَّا قَضَى رَيْدُ
يَسْهًا وَظَرَّ اَوْ حَسْبَهَا لَكُنَّ لَا يَحْكُوزُ عَمِي الْمَوْمِيْن
خَرَجَ مِنْ رَوَاجٍ اَدْعَسَا اَلَهُمْ اَدْعَسُوْا مَسْهً وَطَرَةً
وَتَكُنَّ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا مَسَاكُنَ عَمِي النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ
فَبِمَا عَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ - سَلَّ لَهٗ فِي الْيَدِيْنِ حَبْلًا مِنْ قَبْلِ
وَتَكُنَّ اَمْرُ مَنَّهُ فَمَرُّ مَقْلُوْرٍ رَدَّ الْيَدِيْنِ يُلْقُوْنَ بِسَلْبِ
مَنَّهُ وَيَخْشَوْنَ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ - وَكَمِيْ بِاللّٰهِ
خَبِيْنًا مَسَاكُنَ مُحَمَّدًا مَا اَحْيَمُنَّ رَحْلًا لَكُمْ وَلَكِنْ
رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيْنَ - وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلَمًا

"اور جب آپ ﷺ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور آپ ﷺ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بیوی (زینب) کو اپنی زوجہ بنا لیں اور اللہ تعالیٰ سے اور آپ ﷺ اپنے دس میں دو بات (بھی) چھپانے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ آخر میں ظاہر کرنے والا تھا اور آپ ﷺ ان لوگوں (کے وطن) کے اندر بڑھ کر تھے اور زینب کو آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے زیادہ مولا قرار دے، مگر جب زینب اس سے اپنی حاجت باری کر چکا (قرآن) ہم نے آپ ﷺ سے اس (مخلوق خالق) کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر ہے نہ جو نہ ان کی باریوں سے (نکاح کے) بار سے میں بھونچتی نہ رہے جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت باری کر چکے ہوں اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا ہی تھا (مقدور ہو چکا تھا) اور ان رسول اللہ ﷺ کے لئے جو بات (مکرمینا و مخریفا) اللہ تعالیٰ نے ان (رسولوں) کے حق میں (بھی) معمول کر رکھا ہے جو پہلے ہو کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم جو باری (پہلے سے) ہوتا ہے یہ سب (رسولان کو کشتہ) ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام (بندوں تک) پہنچا کر دے تھے اور (اس باب میں) اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ حسب لیلے کے لئے کافی ہے۔ محمد ﷺ ہمارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔"

(سورۃ احزاب ۳۳ آیات ۳۳-۳۴)

سورۃ احزاب کی یہ آیات حضرت زینب سے نبی کریم ﷺ کے نکاح کے بھی منظر کو کس طرح اچا کر گاتی ہیں، اور کس وضاحت کے ساتھ یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کو اس نکاح کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے کس طرح مسلمانوں کی معاشری زندگی کی ایک انتہی کو اور مزید بڑھانے کے لئے یہ چیز ایک نکتہ کی حیرت انگیز ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ "یہی عکس" حتمی حضور ﷺ کے دل کی پوشیدہ بات کی نسبت ہے، جسے بڑے علماء اور سیرت نگاروں نے بھی بڑا کمزور موقف اختیار کیا ہے۔ مثلاً علامہ رشیدی نے سیرۃ النبی

اور یہ صورت ایک دروں نہیں رہی یہ صورت ایک مینے تک رہی اور حضرت عائشہؓ کے الفاظ میں "اس عرصہ میں میں نے انھوں میں میں نے ایک تک نہیں گایا۔" یعنی ایک ملی کو آٹھ تہائی۔
 دوسری طرف سرکارِ امام ﷺ کا قرب آتا تھا یہ تھا کہ آپ اپنے قریبی ساتھیوں سے مشورہ طلب کرتے اور تم سے اس پر جو کو قرار ہوتا ہے چکا کرتے رہے۔ ایک دن حضور ﷺ نے خطبہ میں یہاں تک فرمایا کہ "اے ایمان والو! تم میں سے کون ہے جو اس شخص کے صلہ سے میری عزت کا تحفظ کرے جس نے میرے گھروں پر قراں برپائی کر کے مجھے اذیت پہنچانے میں اپنی کمری، جاناکہ اللہ شہد ہے کہ نہ تو میں نے اپنی بیوی کی کوئی برائی دیکھی اور نہ اس میں جس پر جہت لگا کر چارہا ہے۔"

یوں ہی ایک مینے کی مدت بیت گئی۔ اس عرصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہؓ کو ہمیشگی کا شرف بھی نہ دیا۔ ایک دن جب حضرت عائشہؓ نے حضور ﷺ کو خبر دیا اور اپنی والدہ ام رومان کے ساتھ بیٹھی تھیں کہ حضور ﷺ بھی آکر بیٹھ گئے۔ سب کے دل دھڑکنے لگے کہ شاید فیصلے کی گھڑی ہو گئی۔ آپ یہ دیکھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے نکلے۔
 "آپ نے بیٹھے ہیں اس پر تشدد چاہا لیکن بعد فرما کر فرمایا کہ اسے عائشہؓ تیری بہت محبت ہے مجھے یہ خبر پہنچی ہے اگر تو واقعی پاک و امین ہے تو اللہ تعالیٰ تیری پاکیزگی کا خبر فرمادے گا اور اگر نہی حقیقت تو کسی گناہ میں آلود ہو گئی ہے تو استغفر کر اور توبہ کر بندہ جب گناہ کر کے خدا کی طرف جھٹکا ہے اور اس سے معافی طلب کرتا ہے تو اسے بخش دیتا ہے۔"

یہ الفاظ سن کر حضرت عائشہؓ کے "سوسم گئے۔ انہیں سے پہلے والد گرامی، والد پھر والدہ ماجدہ سے کہا کہ وہ اس کی طرف سے جواب دیں لیکن دونوں نے بھی کہا کہ اگر ہم تمام رسالت مآب سے سنا سنے کیا کہیں "اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا شراں کی۔
 "آپ سب نے نیک بات کی (اور) وہ اپنے دل میں بھائی اور گویا بھائی۔
 آپ اگر میں بیوی کی کر میں اس صفت سے بری ہوں اور وہ خوب چاہتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ کو کچھ ماننے کے۔ میں ایسی بات کا حق خواہ

کی زبان سے اس لئے دانا والیہ داجوں لگا۔ ان کی آواز سنتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر سنبھل گئی۔ انہوں نے جہت سے اپنے ذہن کو بھٹایا میں اٹھی اور دھڑ دھڑ ہوا ہوئی۔ انہوں نے ذہن کو کھڑا کیا اور پوچھا کہ ہونے لے چلے۔ قسم خدا کی وہ دیکھو سے کچھ بوسے نہ میں نے اس سے کوئی کلام کیا نہ اس کے اسلئے کے میں سے ان کے منہ سے کوئی کلمہ نہ سنا۔ بس اتنی ہی بات چلا کہ ہونے والوں نے جھٹلایا یا ان کا سب سے باز اور بڑھ کر چل پڑے والاعبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔"

اس واقعہ پر بعد تقدیر لی کی زبان سے ہتان سے تیروں کی بات ہونے لگی اور اس کے ذہن سے جہت کے جھکاؤ ازاں کر دیا کہ یہ فیق کو کندہ کرنے لگے۔ ہمارے قلم میں جو حد نہیں کہ عبداللہ بن ابی کے صلہ کو قتل کر گئیں۔

حضرت عائشہؓ نے پہنچنے ہی پر چڑھ گئی تھیں۔ اور یہ طوفان اندھ رہے تھے اور دھواں سب باتوں سے بے خبر تھیں۔ مناقلوں نے اس بات کو فائدہ پہنچایا کہ مہاجر رسول حضرت صہاب بن ثابتؓ اور مسیح بن عاصؓ جیسے صحابی بھی ان کے ہم کون ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی بات کی خبر نہ تھی کہ جب آپ کو معلوم ہوا تو دنیا جیسے اندھ ہو گئی۔

"اب تو راج و تم نے اس قدر گھبرا کر بیان سے باہر ہے اس وقت سے جو رونا شروع ہوا، وہ ایک دم کے لئے بھی میرے آئینہ نہیں تھے۔ میں سڑاں کر رہی تھی کہ کس کا کھانا چٹا کس کا سونا چٹا کہ ان کی بات چیت۔"

۱. عائشہؓ کی خبر نہ تھی کہ عبداللہ بن ابی طوفان اندھ رہے تھے اور دھواں سب باتوں سے بے خبر تھیں۔
۲. حضرت عائشہؓ نے پہنچنے ہی پر چڑھ گئی تھیں۔ اور یہ طوفان اندھ رہے تھے اور دھواں سب باتوں سے بے خبر تھیں۔
۳. مناقلوں نے اس بات کو فائدہ پہنچایا کہ مہاجر رسول حضرت صہاب بن ثابتؓ اور مسیح بن عاصؓ جیسے صحابی بھی ان کے ہم کون ہو گئے۔
۴. حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی بات کی خبر نہ تھی کہ جب آپ کو معلوم ہوا تو دنیا جیسے اندھ ہو گئی۔
۵. "اب تو راج و تم نے اس قدر گھبرا کر بیان سے باہر ہے اس وقت سے جو رونا شروع ہوا، وہ ایک دم کے لئے بھی میرے آئینہ نہیں تھے۔ میں سڑاں کر رہی تھی کہ کس کا کھانا چٹا کس کا سونا چٹا کہ ان کی بات چیت۔"
۶. عائشہؓ کی خبر نہ تھی کہ عبداللہ بن ابی طوفان اندھ رہے تھے اور دھواں سب باتوں سے بے خبر تھیں۔
۷. حضرت عائشہؓ نے پہنچنے ہی پر چڑھ گئی تھیں۔ اور یہ طوفان اندھ رہے تھے اور دھواں سب باتوں سے بے خبر تھیں۔
۸. مناقلوں نے اس بات کو فائدہ پہنچایا کہ مہاجر رسول حضرت صہاب بن ثابتؓ اور مسیح بن عاصؓ جیسے صحابی بھی ان کے ہم کون ہو گئے۔
۹. حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی بات کی خبر نہ تھی کہ جب آپ کو معلوم ہوا تو دنیا جیسے اندھ ہو گئی۔
۱۰. "اب تو راج و تم نے اس قدر گھبرا کر بیان سے باہر ہے اس وقت سے جو رونا شروع ہوا، وہ ایک دم کے لئے بھی میرے آئینہ نہیں تھے۔ میں سڑاں کر رہی تھی کہ کس کا کھانا چٹا کس کا سونا چٹا کہ ان کی بات چیت۔"

کے سب کر دوں جس کا میں نے ارتکاب نہیں کیا۔ میری اور آپ کی مثال تو بالکل حضرت ابوسفیانؓ کا یہ ہے (یعنی میں اس کے سوا اور کیا کہوں) مختصر جمیل واللہ المستعان عنی ما تصنعون۔ یہ کہ کر میں نے دوسری طرف کروٹ لے لی۔

”خدا کی قسم مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میری برأت اور بے گناہی کی خبر اپنے رسول ﷺ کو دے دے گا۔ مگر میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر تھا جی تھی کہ میرے بارے میں کلام الہی کی آیات اتریں۔۔۔

”(اور پھر) حضور ﷺ کے چہرے پر وہ نشان ظاہر ہوئے جو حق (اترے) وقت ہوتے تھے۔ پیشانی سے سینے کی پاک بوندریں نکلنے لگیں۔ مردوں وحی کے بعد ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ وحی سے شگفتہ ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے آپ نے میری طرف کیج کر فرمایا کہ یہ کون ہے جو آپ کا اللہ تعالیٰ نے تمہاری برأت نازل فرما دی۔ میری والدہ نے کہا کہ یہی انھو حضور ﷺ کے سب سے گھڑی ہوا بیٹا اور ان کا شکر یہ یاد کرو کہ میں نے کہا میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے میری برأت نازل فرمائی آپ لوگوں نے تو اس بہشتیان کا انکار کیا۔ کیا۔“

اس موقع پر حضور ﷺ نے وہ آیات سنائیں جو یہی امت کے دن تک اہل ایمان کی علامات کا جز ہیں گی اور یہ کلمہ حدیث کے نشانِ عصمت کے طور پر درخشاں رہیں گی۔

اِنَّ الدِّیْسَ جَاءَ وَبِ لَا یَدُ غَضَبٌ مِنْکُمْ لَا یَحْسَبُوْهُ
شَرًّا لَّکُمْۚ بَلْ هُوَ خَبْرٌ لَّکُمْۚ کُلُّیْ اَمْرٍ مِّنْهُمۡ مَّا
اِتَّخَذَ مِنْ لَّدُنِّیْ نَوَیْسًا کَسِرَةً مِّنْهُۚ
عَذَابٌ عَظِیْمٌۙ لَّوْ لَا ذِ سَبْعُ مِائَۃٍ مِّنْ مَّا مَوْمِنُوْنَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ مِائَتُهُمْ خَبْرًا وَقَالُوْۤا هٰذَا اَمَلٌ مُّبِیْنٌۙ
لَّوْ لَا جَاءَ وَ عِیْبِهِۦ بِسَرِیْعَةٍ شَہَدَآءُ مَا دُلُّمۡ بِاٰتٍۙ

اور میں کیوں نہ کہا کہ یہ میرا جھوٹ اور بہتان ہے۔ یہ لوگ اس (اپنے قول) پر چار گواہ کیوں نہ لائے، وہ اس صورت میں یہ لوگ (قانون کے مطابق) گواہیں لائے تو اس اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں اور اگر ہم دنیا میں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو جس فعل میں تم نے جسے میں تم پر ختم نہ کیا، اداغ ہوتا جب تم اس (جھوٹ) کو بڑی دباؤ سے نقل و نقل کر رہے تھے جس کی تم کو (کسی دلیل سے) متعلق نہیں اور تم اس کو کھلی بات (غیر موجب گمان) سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت ہماری بات ہے اور تم نے جب اس (بات) کو (پہلے پہل) سنا تھا تو میں کیوں نہ کہہ کر تم کو نہیں کہہ کر ایسی بات منہ سے بھی نکالیں، معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ بھراؤنی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا چمکنے والا بڑا حکمت والا ہے جو لوگ ان آیات کے نزول کے بعد بھی چاہتے ہیں کہ یہ حیالی کی بات کا سلسلہ میں چمچا ہوا ان کے لئے دنیا اور آخرت میں سارے روزناک سترے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اور تم نہیں چاہتے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ بڑا شفیق و مہربم ہے تو تم بھی (اس دعوے سے) نہ بچتے۔ اسے میں دانا اور تم شیطان کے قدم بظہر مت چلو، اور شیطان کے قدم بظہر چڑھتے تو وہ (بیٹھ - محسوس) ہے حیالی اور مستعمل کام ہی کرنے کو کہے گا اور تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی بھی (توہم کر کے) پاک و صاف نہ ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (تو بہکی) قہقہہ دے کر (پاک و صاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سکتا ہے سب کو چھو پاتا ہے۔)

(المومنین آیات ۲۶)

آیات برأت کے تعاریض میں اللہ عز و جل سے "اَکْف" کے لفظ کے ذریعے اپنا فیصلہ دیا "اَکْف" کے معنی ہیں قہقہہ، افتخار، بہتان سے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہتان عقلم کو جماعت مؤمنین کے لئے "عز" کی جگہ "خیر" قرار دیا ہے اس ضمن میں ہم یہ عرض کر

چاہتے ہیں کہ "سوالی معشرہ اور مسلمان، منافقوں کے اس عصبی در خدائی حملے کے گرداب سے رنڈتہ و تر ہو کر باہر سے" اس کچھ پر غور کیجئے تو مسلمانوں کی جماعت کے ہر طبقہ کی اصلاحی خویشی اور اخلاقی قوت کا اندازہ ہو سکے گا۔ نبی اکرم ﷺ حضرت عائشہؓ و خاندان حضرت صدیق اکبرؓ کے علاوہ ان مسلمہ اور اہل مسلمان ان سب کا جگہ جگہ پر بڑا دور ویرہ اس معاملہ میں بلا انسانیت کی تاریخ اس کی مثال نہیں ملے گی۔

خود بخود کھلی دیکھنے کے بہتان کے سیلاب کے سامنے پہاڑوں کے سے دھار کے ساتھ نماز سے رہے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلہ فرمایا تو قانون الہی کے مطابق صرف ان تین مسلمانوں (سید بن اشعث، حسان بن ثابت، عطاء اور حضرت خنساء) پر لکھ لکھ کر ان کے جھوٹے اقوال کی حد گواہی جنہوں نے اس جہم میں حصہ لیا تھا۔ دونوں منافقوں نے اللہ تعالیٰ اور زمین و آسمان کے خلاف کوئی تہمید کی یا اللہ تعالیٰ کا ردائی نہیں کی۔

حضرت عائشہؓ نے جو دھوکا اٹھایا اس کے انکھار کے لئے یہ کسی انسانی رعب کے احاطہ ماتحت نہ دے سکیں۔ خود ان کے اس جھوٹ سے ان کی ذاتی کیفیت کا اندازہ ہو سکے گا کہ "میری آنکھوں میں تیز کا سر نہ تھا" لیکن انہیں اپنے رب کی رحمت پر کس درجہ یقین اور اپنی گہائی پر کس درجہ کار تھا۔ اور اگر قلب کی وسعت کا یہ علم کہ اس آیت کے رد کے بعد وہ سارا بے کراں دکھ محبت کے سمندر میں ایک قطرہ کی طرح کم ہو گیا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے ساتھ ان کا جو بڑا دور ویرہ تھا اسے ہم نہیں کر چکے تھے۔ انہیں یہ بات یہ دوری کہ حضرت حسانؓ نے بہتان میں حصہ لیا تھا، مگر یہ بات وہ بھی نہ نہیں کہ حسان بن ثابتؓ نے جن اسلام شہداء کے مظالم اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی "زبان کا" درجہ رکھتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سلسلہ میں یہ بات سب سے زیادہ عجیب ہے کہ انہوں نے مسیح بن اٹاث کا فیصلہ دیا اور ابو بکرؓ کی حق لیکن قرآن حکیم کے ایک حکم کے حامل ہوتے ہی پیچھے کی طرح ان کے ساتھ سلوک کرنے لگے اور تعلقات میں کوئی فرق نہ پڑا پھر انا حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد حضرت ام روہنہؓ کے حب رسول و احرام رسول کو دیکھنے کے بعد یعنی اسے کہہ کہ "پہاڑی طرف سے جواب دیجئے تو دونوں نے یہی کہا کہ ہم

حیراں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا کہیں۔

ذرا ج ملبرت کی بلندی کرو اور قدی نفسی کا اندازہ اس سے سمجھیں ان میں سے کسی سے اس معاملہ میں کوئی ایسا اشارہ تک نہ کیا جس سے یہ اندازہ ہو سکا کہ انہیں حضرت عائشہ کے بارے میں شک ہے، اور نہ کوئی ایک دوسرے کے خلاف یہ کچھ نہیں کرتیں۔ حضرت انسؓ نے بھی حضرت عائشہؓ کی طرف داری کی حد انکار کی، پس اس معاملہ میں شریک نہیں۔

عام مسلمانوں کا جو رد عمل اور رویہ تھا اس کا اندازہ صلح بن اٹھؓ کی والدہ ماجدہ کی مثال سے ہو سکتا ہے۔ ام مہجہؓ، حضرت صدیق اکبرؓ کی عادی اور عجب بات یہ ہے کہ اس بہتان کی خبر حضرت عائشہؓ کو انہیں کی رہائی ملی تھی۔ اس وقت تک کہ یہ نہ میں مکانوں میں بیت النکاح میں نہیں ہوئے تھے۔ خوین قصائے حاجت کے لئے رت کو میداں جایا کرتی تھیں ایسا رات جب حضرت عائشہؓ ام مہجہؓ کے ساتھ واپس آ رہی تھیں تو

”حضرت ام مہجہؓ کا پاؤں چاروں کے دامن میں الجھا اور یہ مانتے ان کے من سے نکل گیا کہ ”صلح غارت ہو۔ مجھے بہت برا لگا اور میں نے کہا تم نے بہت برا لگا کر بولا۔ تو یہ کہہ رہا ہے گاؤں دیتی ہو جس نے جنگ بدر میں شرکت کی۔ اس وقت ام مہجہؓ نے کہا بھولی بیوی آپ کو کیا معلوم۔ میں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ دو مہی ان لوگوں میں ہے جو آپ کو بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ مجھے سخت حیرت ہوئی، میں ان کے سر ہو گئی کہ کم از کم مجھ سے سارا واقعہ تو کہو۔ اب انہوں نے بہتان باز لوگوں کی تمام کارستانیاں مجھے سنائیں۔ میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔“

حضرت ام مہجہؓ کی مثال سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایسے مسلمان معاشرے میں موجود تھے جو اس فتنہ کو بہتان ہی جانتے تھے اور جو ”نیک گمان“ سے کام لیتے تھے۔ اسی طرح جب ابو یوسف انصاریؒ تک یہ افواہیں ان کی بیوی کے ذریعے پہنچیں تو

وہ کہنے لگے ”ابوب کی ہاں، اگر تم عائشہؓ کی جگہ اس موقع پر ہو میں تو کیا فاض کرتیں؟“ وہ بولیں ”خدا کی قسم میں یہ حرکت ہرگز نہ کرتی۔“ حضرت ابو یوسفؒ نے کہا ”تو عائشہؓ سے بہتر ہیں۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر مصنفوں کی جگہ میں ہوتا تو اس طرح کا خیال تک نہ کر سکتا تھا۔

مصنوع تھا تو مجھ سے اچھا مسلمان ہے۔“

یہ واقعہ ہر دور کے مسلمان معاشرہ کی اخلاقی اس کی کا درجہ رکھتا ہے۔ آج بد قسمتی سے ہمارا معاشرہ ایسا ہے کہ ایسی جھوٹا اور بہتانوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہر قسمی اور عقلہ اور ہر گلی میں سرکوشیوں کے دائروں میں ہونٹوں سے کانوں تک سڑکنا نظر آتا ہے۔ اور ہم کسی درجہ آسانی کے ساتھ ایسی افواہوں کو حقیقت کے طور پر قبول کرتے، انہیں دوسراں تک پہنچاتے ہیں۔



صلح حدیبیہ

ہجرت کا چھٹا سال تھا۔ حرمیل قبلہ کے بعد چار سال سے مدینہ کا حرم بیت چکا تھا۔ ہردن پانچ مرتبہ نماز پڑھتے ہوئے مہاجرین کے دلوں میں دینِ رکعت کی یاد ابھرتی تھی۔ خود نبی اکرم ﷺ کا دل زیارتِ کعبہ اور طواف کے لئے تڑپ اٹھتا۔ آپ ﷺ نے ایک رات اپنے عمرے کے بارے میں خواب دیکھا۔

نبی کا قلب خواب کی وادیوں میں بھی نہیں سوتا۔ یہ حقیقت عمری کی ایک اور سطح ہے۔ واضح تر الفاظ میں یوں کہتے کہ رسول کا خواب بھی وحی کی ایک قسم اور اشارہ رہا ہوتا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنے صحابیوں کو اپنے خواب سنا اور اپنے رب کے اشارے کے مطابق عمرہ کے قصد کا اعلان فرمایا۔ قرب و جوار کے قبائل میں منادی کرادی گئی۔ قرب و جوار کے لوگ جنہوں نے مدینہ کی اسلامی ریاست کے اقتدار کے سامنے سر جھکا یا تھا، وراہان کی گہرا نیچوں اور پتھروں سے بہرہ ویب نہ ہوئے تھے حیرت میں پڑ گئے۔ وہ یہ جہت سوچنے کے لئے بھی تیار نہ تھے کہ کہہ والے مسلمانوں کے کھلے کھلم کھلا حرم میں داخل ہونے کی اجازت دیں گے، اس کے خیال میں یہ سفر و یازم کی طرف تھا بلکہ موت کی وادیوں کی طرف تھا۔ انہیں یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی مدینہ وادیاں نہیں آسکیں گے اور یہ لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔ یہ تھا اٹھ مہینہ وفد جیسے قبیلوں کے پروردگار تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان طرزِ اثر واثار کی خبر پہنچے ہی اسے دی جو مدینہ انہیں پہنچنے پران پہنچے رہ جانے والوں کی طرف سے سامنے آئیں۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُحَلِّفُونَ مَا لَنَا مَعَ هَٰذَا
وَاهَلُوْنَا مَا تَعْبِرُنَا؟ يَتْلُوْنَ بِآيَاتِهِمْ مَا لَسَ مِنَّا
فَتُوبِيْهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ
كُنْتُمْ صٰرِيْنَ اَوْ اٰوَادِ ۙ كُنْمْ مَعًا ۚ مَن كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

بے حد مشکل مرحلہ تھا۔ حرام میوے میں دو دروازے کا حق کسی سے نہیں جھگمکتے تھے۔ اس طرح ان کے خلاف ہمارے عرب میں شدید داخل پید ہو سکتا تھا۔ دوسرے قبیضے سے سوانی کتے کھانے کا ترغیب میں آپ کے مشورے کی جگہ اپنے آپ کو ہٹا کر دوسرے قبیضے سے کتے ہیں۔ لیکن اسلام دشمنی تمام معتقدوں اور فضیلت پر غالب آئی اور قریش نے خاندانِ نبویؐ کو ہزاروں کے ایک دست کے ساتھ سلسلہ کو کاراستہ روکنے کے لئے بھیجا۔ یہ ایک سیاسی چال تھی۔ مسلمانوں کو مشتعل کر کے دو مکی صورت میں قتل و جنگ پا رہے تھے تاکہ دوسرے قبیضوں کو مطمئن کر دیا جائے کہ مسلمان غرور نہیں کیے بلکہ جنگ کے لئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس راستہ کی خبریں نہ کرنا کہ قاعدہ کا راستہ بدل دیا اور نہ ہی کھن کو روکا۔ رازدارانہ سے یہ قاعدہ حد پہنچا کر گیا، جس کا اسد کے باروتیج ہو سکا ہے۔

نئی قرآنہ ۛ کے سردار چرلٹن رونقا ۛ پ ۛی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے
 قلعہ سے چلے لوٹ دیکھے۔ اس وقت کا مشہور کیا کہ صلح ۛ صبح ہو کے نکلی ۛ تھیں۔ پھر
 سردار رونقا ۛ سے ان کی گفتگو ہوئی۔ آپ ۛنے فرمایا کہ ۛ قریش سے یہ کہہ دو کہ ہم عمرہ
 ۛ قریش سے تھے ہیں ہر ماہ تقاضا ۛں۔ جبکہ قریش کی حالت ۛ رگڑی ہے وہاں کو سخت
 نقصان پہنچا ہے۔ اس کے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک مدت ۛمن کے لئے معاہدہ صلح کر لیں اور مجھ
 ۛ خوب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اس پر بھی ۛرود راضی نہیں تھیں تو اس خدائی قسم جس کے ہاتھ میں
 میری جان ہے، میں یہاں تک لڑوں گا میری گردن تک ہو جائے اور خدا کو فیوض کرتا ہے
 ۛ۔ ۛ۔ ۛ۔ چرلٹن نے قریش ۛوں کو حضور ۛ کا یہ پیغام سنایا، مگر حد ۛ میں ان کی کوشش
 صلح کو کر دی کی علامت چلا۔

[illegible]

۱۔ یہ سب چاروں کتب کا خلاصہ تھا جس کا ترجمہ ان کے تلامذہ نے کیا اور ان کے ناموں کا ذکر ہے۔
۲۔ مئی ۱۷۶۷ء میں مولانا علی قاسم نے ان کا خلاصہ کیا۔

حَسْبُكَ سِوَا حَسْبُكَ نَبِيٌّ يَغِيثُ زُرْعَتَهُ وَيُعْطِيكَ
سَيِّدُهُمْ مَدْرَافًا وَيُنْذِرُ فِي قُلُوبِهِمْ وَطَنَهُمْ
مَوْتَ وَكُلَّ مَوْتٍ ۝

”خدا پرانی چیزوں کو اگلے اور نئے عرب آپ ﷺ سے کہیں گے کہ ہم جو گناہوں کے مال و مایاں سے فرست دینے والے وہاں سے لے آئے (اس گناہ کی کسی اسحاقی کی زندگی سے کوئی رکن نہیں رہا ہے) اور ان کے لئے جس عرب سے وہاں سے نہیں لے آئے، آپ ﷺ کو کہیں گے کہ وہ گناہوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے سامنے تھا، ہمارے لئے کسی گناہ کا بدلہ نہیں دے سکتا۔“ اللہ تعالیٰ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے۔

ہمارے جیسے جیسے اللہ تعالیٰ ہمہ سب اعمال پر مطلع ہے، اگرچہ ہم نے ان کو سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ اور (ان کا ساتھ دینے والے) مسلمان اپنے گناہوں میں بھی گنہگار نہ رہیں گے، وہ بدست خداوندوں کو بھی مضمون میں بھی اور قرآن مجید سے منکران کے اور ہمہ سب دینے والے لوگ ہو گئے۔“

$$(17.8.24) \quad m_{\tilde{C}}^2(\tau, \mu)$$

لیکن وہ اہل یمیں جیوں نے بدر کی سپہ اسراہانی میں اللہ کی حرمت کے جہوے دیکھے تھے، وہ جیوں نے خود سے میدان میں شیعہ رسالت جھٹکے کے تصور اپنی رادگیوں کو کانٹوں کی صورت پیش کیا اور خود عاری کے زلزلہ چوہا کا پائے پیش کئے تھے، وہ جیوں نے غزوہ حرا میں مکہ کی متعدد قوتوں کو ہوائے حرمت ربی سے چوں کی طرح ٹکمرے دیکھے تھے، ایک کے مذہب کے بغیر اس سفر کے لئے آزار ہو گئے۔"

ذی القعدة ۱۱۸۱ ہجری کے آغاز میں مغربی سرحد پر پہنچ کر امیر کاٹھک کا قلعہ داس نوت سے بہت دور ہو کر راج محل نوبت کی گرد و خاک تک پہنچ کر مغربی طرف روانہ ہوا۔ قلعہ کے مقدمہ پر چڑھ کر آجڑا سرا، ندھ، جمیہ اور کرنی کے گاؤں کے ساتھ اہل ایمان مڑیاں پر مڑل آگے بڑھنے لگے۔ ان مسلمانوں کے پاس میں نہیں بڑھ کر گاؤں کے سوا کوئی بھیجا نہ تھا اور دیوار ساتھ رکھنے کا کوئی نہیں رہا۔ یہ سب کے سب طرف دستور کے مطابق حاصل تھا۔

جب قریش کو مسلمانوں کے سر کاظم ہوا تو وہ حیرت میں پڑ گئے۔ اس کے لئے کوئی فیصلہ کرنا

اور قربانی کے واسطے دیکھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی اس نے یہ بات کی کہ ہم مرد کے لئے آئے ہیں، اپنے چہ بھر کی سنت کی ادائیگی کے سوا اور کوئی مقصد نہیں، قربانی کے چور اور لاش ہیں اور احرام اور ریاکس بھرتی قہر و جبر اور قہر میں سے ہے۔ اس میں جنگ کا کوئی سوا نہیں۔ جس قریش کے پاس ہونا اور مصافقہ تھا جس کی ہڈیاں کھڑے اور محمد ﷺ کے سامنے اپنے سر کے پارے میں جو کہتے ہیں بچ کہتے ہیں۔ ان کا راستہ نہ روکا اور ہم جڑوں کی پانی کے راستے میں تمہارے ہم نہیں۔ جس اللہ نے قریش کی ایک گہری سیاسی اور رپائی چال کا کام بنادیا۔

اور وہاں ایک گفت و شنید کا سلسلہ چل رہا تھا اور قریش اشتعال کے مواقع تلاش کر رہے تھے تاکہ مسلمان مشتعل ہو کر جنگ کا آغاز کر بیٹیں۔ ایک رات قریش کے ایک دست نے مسلمانوں کے حرم پر فحش رفتی شروع کر دی۔ پھر پھر ان کے بعد جہر برتنے لگے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان پر پتھر پھینکا اور فریاد کیا، مگر خاتم البینین ﷺ نے انہیں چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ معصوم یہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا یہ فیصلہ وہی الہی کے مطابق تھا کیونکہ قرآن حکیم نے اسی واقعہ کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَابْتَدِئَ خُتْمَ عَقَبِهِمْ بِطَلْحَةَ مَدْيَنَ مِنْ أَغْلَبِ كَثَافَتِهِمْ عَلَيْهِمْ ۖ وَتُحْصِنُ اللَّهُ مَا تَشَاءُ ۚ تَقْتَضُونَ فَضِيلَهُ ۝

اور وہ (ایسا) ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان کے (قتل) سے تین کر (کے قرب) میں روک دیئے اور اس کے کرم کو ان پر قائم و مضبوط رکھا اور تمہاری حقارت کے کاموں کو یکسر مٹا دیا۔ (سورہ احزاب ۲۷: ۳۳)

اس طرح ایک اور صلہ ہزار حج کے وقت کیا گیا اور وہ بھی ناکام رہا۔ قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو اپنے اونٹنی کے حور پر بیکار کر دیا۔ عروہ نے بھی آپ ﷺ کو اپنی دیوں سے کچل بھجھا چا کر کہہ کر داخل ہونے کے ارادے سے باز نہ کیا۔ حضور ﷺ نے اسے بھی وہی جواب دیا جو پہلے بدیل اور عیسیٰ کو دے چکے تھے۔ عروہ نے واپس جا کر قریش کو

بھجھا دیا کہ محمد ﷺ (ﷺ) اور اصحاب محمد ﷺ سے نہ الگ ہوا ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے قیصر کو سری و نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ یہ نصیحت اور دینی کہیں نہیں دیکھی۔ محمد ﷺ (ﷺ) پست کرتے ہیں تو نہ آجھا جاتا ہے۔ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔ وہ وضو کرتے ہیں تو پانی جو کرتا ہے اس پر خلعت ٹوٹ پڑتی ہے۔ علم یا خوب کرتا ہے تو خلعت کیش ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور چہرہ سار ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔ ●

اس حادثاتوں کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فتنہ کی جھیل کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ اور وہ اس میں ڈوبا ہوا باطل اپنی طاقت کے شر میں مجبور رہا تھا۔ قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اکثر بند کر دیا، اور پھر عیدہ اعصابی لکھنؤ کی قضا میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔

حق نے اس کے لئے جرحمت پوری کی وہی حق ادب حادثات کا تقاضا دوسرا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے سامنے جنگ کے لئے نہیں ٹکے تھے۔ اس کے پاس فوجی مژدہ مان نہ تھا۔ مگر اللہ کے رسول ﷺ ان پانچاروں کے ساتھ تھے اور ایمان کی قوت ان کی حیران چال اور سب سے بڑا انتہی تھی۔ یہ وہ تھے جن کی مثال نے اس خیال کو ایک سلسلہ حقیقت بنادیا کہ

ع مؤمن ہوا تو ہے حق بھی لڑتا ہے ساری

حضور ﷺ ایک بول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے اہل ایمان کو اللہ کی طرف اور اپنی طرف جانے اور ان کے صلے سے ماری کر دے اور اپنے ایمان کو سر فروشی کے اس موقع کے حضور پیش کر دے۔ یہ قدی نفس انسان کے ہے، اور حضور ﷺ کے مبارک ہاتھوں پر اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال قربان کرے۔ جس ماری و آفریقہ دم تکڑے کا عہد کیا۔ یہی عہد بیعت رضوان ہے۔ یہی وہ بیعت ہے جس میں رسول اکرم ﷺ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے والوں کے لئے کہا گیا کہ انہوں نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی، اور ان بیعت کرنے والوں کے سلسلہ میں اپنی خوشنودی کو اللہ نے قرآن حکیم کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے محفوظ فرما دیا۔ سورہ اقصیٰ میں صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت جھلکی نظر آتی ہیں۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِمْ لَشَاكِرٌ مُّنْكَ إِنَّمَا تَتَّبِعُونَ ۚ اللَّهُ يَدُ اللَّهُ عَزِيزٌ

192

حیات محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں

۵۔ معذرت کی حد تک قریش کا جو ٹھنڈ بھی (خود) وہ کار ہو یا مسلمان) یہ نہ جانے گا، مسلمان اسے پناہ دیں گے۔ کدو کے قریش کو وہ پس بیچ دیں گے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ جائے گا تو قریش اسے یہ نہ دے گا وہی نہیں سمجھیں گے۔

۷۔ اسی وقت بھی کہیں میٹرنگی مسلمانوں کو سسٹن اپ سے راتھوہ یہ نہیں سے چائیں گے۔
۸۔ قبل عرب کو یہ اٹھیں ہو گا کہ وہ فریقین میں سے کسی کے بھی حریف بن کر شریک ہو سکتے ہیں۔

اس صبح ہماری تشکیل وغیرہ کے موقع پر جو چھپے میاں، ہوتی کھٹکس اور عصبانی تصدیق اہل کی اس کو تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کر دیا۔

[illegible]

اور جب عباد کا یہ فقر دیکھ کر اُنھیں "ہذا ما قاصی علیہ محمد و منول اللہ" (یہ عباد وہ ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے تسبیح کی تو کس نے کیا) فرمایا کہ اللہ کا رسول ﷺ کی تسبیح کرتے تو کوئی بھڑکے کیوں ہوتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ عزوجل کی سؤگند میں اللہ کا رسول ہوں، اگر چشمِ کفایت سے نہ ہوتا"

اور پھر ”آپ ﷺ سے علی بن ابی طالبؓ کے فرمایا رسول اللہ کا لفظ طلاق دینا بھی ہے۔
 عرض کیا نہیں خدا کی قسم یہ میں آپ کا نام بھی (اپنے ہاتھ سے) نہ لٹاؤں گا۔ ۱۰ حضرت علیؓ
 نے یہ لفظ طلاق دینا نہ خواہ لا محضو کہ ابتدا ”یہ اور دو کلمات رسول اللہ ﷺ بھی لکھ سکے ان
 الفاظ سے جذبات کی شدت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ علی بھی جو جامع امت کی تقویٰ اور حب رسول
 ﷺ کا جیسا ہوا تھا مجسم تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”رسول اللہ کہنا کھانا ہے“ اور
 پھر یہ عبارت آپ سے خود حذف فرمادی۔

حکومت اشریف پور، ستمبر ۱۹۷۱ء کو سید محمد خازن گرامی

574

حیات محمد ﷺ قرآن حکیم لے جانے میں

أَبَيْهِمْ فَمَنْ نَكَتْ فَأَمَّا يَنْكُتْ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى
بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ تَنَهُ فَيُؤْتِيهِ حَرًّا غَصِيماً ۝

”جو لوگ آپ سے بیعت کرے ہیں تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا چہان ان کے انھوں پر ہے اور اللہ بیعت کے جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس کے بعد کرنے کا وہی اسی پر ہے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر (بیعت) اللہ تعالیٰ سے عمل کیا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی سب کو بہ جزا سے گا۔“

یہ انکرم اللہ سے اپنے ہمیں ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سامنا ہاتھ قرار دے کر ان کی طرف سے بھی بیعت کی۔ اللہ اکبر! ذرا اس شرف عثمانی پر غور تو کیجئے۔ یہ بیعت جاس ثنائی کی بیعت تھی، یہ بیعت ہے آپ کو اللہ سے قربان کر دینے کے لئے تھی۔ اور حضور ﷺ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شہادت ۱۰۰ دفعہ ایمان اور عذابِ سرخروشی پر اس وجہ ہاتھ دیا کہ اپنے ہاتھ کو ان کے ہاتھ کا ”قائم مقام“ بنالیا۔

انتہائی عہدیدگی کی حالت گزرنے کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کے شہادت کی خبر نے
 نبیؐ کو، قریش نے منہ سے یہ معاہدہ کی تکمیل کے لئے کسل بن عوف کی قیادت میں ایک وفد
 بھیجا۔ نبی کریم ﷺ اور قریش کے درمیان وہ معاہدہ مرتب ہو گیا جسے تاریخ "معاہدہ یتیم" کے
 نام سے کرتی ہے۔

اس صلح نامہ کی شرائط یہ تھیں

۱۔ مسئلہ اس میں عمرو کی ادا جتنی کے بعد واپس چہ نہیں۔
۲۔ اگلے سال مسلمان عمرو کی ۱۰ بیگیا کرتے تھے جن میں کہ اس کا قیام صرف تیس دن کا ہوگا۔
۳۔ مسلمان تھیں وہ بند ہو کر نہیں آئیں گے۔ وہ صرف کوٹھار میں سے کراتے تھے جن کو کوٹھار میں بنایا ہوا تھا۔
۴۔ عربیوں کے درمیان دس سال تک جنگ بندی رہے گی، اور اس دوران دوسرا فریق ایک دوسرے کے خلاف کوئی علانیہ یا خفیہ کاروائی نہیں کریں گے۔

اور بھی یہ صواب نہ تھی۔ ہا ہا کہ نہ بخیر اس کی صدا بلند ہوئی اور ایک پابند خیر انسان نے اپنے آپ کو بھی کریم ﷺ کے قدموں پر گر گیا۔ وہ اب بھی "قیادی" ہر گناہ کا مرکز تھا۔ بیرون میں نہ بخیر اس جسم پر چڑوں کے نشان وہاں خاک تودہ و سنگوں میں مبر و استقامت کے ساتھ ساتھ مجبوروں کے گہر سے سامنے۔ اس کی بے زہلی اس کی مظلومیت کی دستاویز تھی۔ اس کی موشی ماری دل کے حق پرست مظلوم انسان کی تفریح تھی۔ یہ تھے حضرت ابو جندلؓ۔ اسی کھیل کے بیٹے جو اس معاہدہ کی تحریر کے سلسلہ میں قریش کے گناہ کے کی حیثیت سے شریک تھا اور جس نے تھوڑی دیر پہلے رسول اللہ ﷺ کے خدا مولا کو تمام مسلمانوں کو پیسے ایک سکہ کے عام میں جٹا کر دیا تھا۔ وہ مسلمان جموں نے اپنی زندگی کی قیمت پر رسالت ﷺ کی صداقت کی شہادت دی تھی۔

اسام قبول کرنے کے "تھ" کے طور پر قریش نے ابو جندلؓ جھکے بیروں کو بخیر اس کا اور جسم کو چڑوں کا یہ صیغہ دیا تھا۔ ابو جندلؓ جھکے فریاد کی کہ "یہ ہادی برحق میں نے تیری صداقت کی گواہی دی اور میری قوم نے مجھے اس راستے سے ہٹانے کے لئے بے دردی سے مارا ہے، مجھے جیڑوں پر ماری ہیں۔ اب تیری رحمت طاعتی کے سامنے میں پناہ لینے آیا ہوں۔" ہر آنکھ بخیر ہو گئی، اور ایک سکوت چھ گیا۔ اس موشی کو کھیل کی کرفت واز نے عروج کیا۔ "صبح کی شرٹہ بٹھے ہو چکی ہیں۔ ابو جندلؓ کو آپ نہیں لے جاسکتے۔ اسے واپس کر دیجئے۔" حضور ﷺ نے جو ب میں فرمایا کہ "صبح مجھ سے ہٹ گیا تو میں گم ہے۔" تحریر اور دستخط سے پہلے اس پمٹ کیوں ہو۔ "اس طرح صدق کا جواب میں ملا۔" تو پھر میں صبح منظر نہیں۔ "حضور ﷺ نے کئی بار کھیل کو بھیجا مگر اس کا انکار ہوا، پھر بار بار آخر حضرت خاتم المرسلین ﷺ نے ابو جندلؓ جھکے کہ۔ "ابو جندلؓ صبر اختیار کرو۔ اللہ تمہارے اور دوسرے مظلوموں کے لئے اس قلم سے لکھے کی کوئی سبک کرے گا۔" ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے وہ اب ہم اس سے پھرتیں سکتے ہیں ابو جندلؓ کو بھی طرح پانہ خیر کوٹنا پڑا جیسے وہ آئے تھے بلکہ جان بہار دست ہو گا کہ وہ "بہر شوق" آئے تھے اور ہمہ گراں میں کس لئے۔

محمد بن الخطابؓ جھکے جن کی کو۔ نے حق و باطل کو ایک دوسرے سے اور بھی دور کر دیا تھا،

اضطراب کے باوجود تھے کہ قابو ہو گئے اور سچا اچھے کہ "حضور ﷺ واللہ کے رسول ہیں۔ ہم مسلمان ہیں، پھر وہیں کے مسلمان ہیں یہ ذلت کیوں گوار کریں اور عمر ﷺ کے بھڑکے ہوئے جذبات کو بیکر صدق و شہیم درجا دیا بیکر صدق ﷺ کے ان شہتم صفت اللہ ﷻ نے جیسے خضک میں بدل دیا۔" عمر۔ رسول اللہ ﷺ کا دامن تھا ہے رسول۔ یہی دامن نجات کا وسیلہ ہے۔ میں کوئی دہانیاں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں (ﷺ)۔" صدیق اکبر ﷺ نے ایسے میں حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دی کہ عمر جھکے دامن کا رسل محمدی ﷺ پر اسی روح یقین تھا، بے ساختہ کہہ اچھے۔ "اور میں بھی گواہی دے چکا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔"

مسلمان جب حدیبیہ سے لوٹے تو وہاں شکوت تھی۔ یہ تو نبی کریم ﷺ نے ان کی بے مہیاں اور غیر معولی و جنگی حقی کہ وہ اس "صبح" کو نہیں گئے۔ اگر اس جوت میں ضابطہ و قلم کی درامی بھی کی ہوئی تو جذبات کے فیصلے کے مطابق کوٹوار کیں بھونکار سے کھنکھ وادیاں کو غ غمتیں اور عروج مہینہ اور بیت اللہ کی حدود کی حرمت مجروح ہو جاتی۔ اس جماعت نے اپنے کا کھار رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے سامنے اس اذیت کا سر جٹا دیا تھا، مگر وہیں میں یہ سوال کلک رہا تھا کہ یہ اذیت تیز صلح کیوں گئی۔ اور دونوں کی اس کلک کے موسم میں حدیبیہ سے لوٹنے موئے سورۃ الفتح نازل ہوئی سورۃ الفتح رات کو نازل ہوئی تھی۔ دوسری صبح صحابہ کرام ﷺ کو شانے سے پہلے حضور ﷺ نے فرمایا کہ۔

"رات محمد پر ایک (ایسی) سورۃ نازل ہوئی جو مجھے ان تمام چیروں سے زیادہ پسند ہے جس پر سورج طلوع ہوا۔"

اَشْفَحْ لَكَ فَتَحًا مِّنْهُ ۚ لَئِيَعْرِفْتَ اِنَّهُ مَا تَفْتَحُ مِن
دَنَّتْ وَمَا سَاحِرٌ وَّيُثَمُّ نِعْمَةٌ عَلَيَّكَ وَبِهَذِهِكَ صَرَاطَا
مُسْتَقِيمَةً ۚ وَبِشُرْكَ لَكَّةَ بَصَرٌ عَرَبٍ ۚ هُوَ الَّذِي اَنْزَلَنِي
مِنْ سَكِينَةٍ هِيَ قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ لِيَرِدَافُوْا اِيْمَانًا مَّعَ
اِيْمَانِهِمْ ۚ وَلَعَنَهُ جُنُودُ لَشْمُومٍ وَالْاَرْضُ ۚ وَكَانَ اَللّٰهُ

عَلَيْهَا حَكِيمًا ۝ يُبْدِ حِلَ لُؤْمِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ ۝
سُخْرٰى مِّنْ يَّحْتَضِرُهَا ۝ اَمْ يَكْفُرُ عَنْهَا ۝
سَيَا تَهْمُ ۝ وَ كَا تَذٰنِ عَدِ ۝ اَللّٰهُ فَوْرٌ عَطِيْفًا ۝

”یہ لفظ ہم سے آپ کو ایک فتح تھیں (کھلی ہوئی فتح) اعلان تاکہ مدینہ
فرم گئے (جیسے (شمنوں) کے اہانت سے آپ کی مخالفت فرمائے اور آپ
پر اپنے اس بات کی تکمیل کرے اور آپ کو سیدھے راستے پر سے چلے اور
اللہ تعالیٰ آپ کو ایذا پہنچے جس میں عزت ہی عزت ہو اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے
جس نے مسلمانوں کے دلوں میں سکھت (سکون) و اطمینان پیدا کیا ہے
تاکرانے کے پہلے ایمان کے ساتھ ایمان کا ایمان اور زیادہ ایمان و ایمان و ایمان کا
سب لفظ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کا) بڑا جاننے والا بڑی
حکمت والا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسا جنت
میں داخل کر دے جن کے نیچے عورتیں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ
روں کے اور تاکرانے کے گناہ اور گروے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی
ہے۔“ (سورہ فتح ۱۰ تا ۱۵)

اہل ایمان کی تسکین کے لئے دینی کالی تھی، اور چنانچہ اسی فتح یمن کے تحت ہی یہاں
وقت کے پردے میں چھپے ہوئے تھے مکران، دکن اور کامات و حوث کا خالق توں سے
پوری طرح باخبر تھا، کیونکہ وہی مستقل کے ان امکانات و قوتوں کا تحقیق کرنے والا تھا۔
چند ہت کے ایوان میں جماعت مؤمنین اس صلح نامہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے لی تھی۔
عمر و ایضے ہونا، ابو جندل جہاد کی واپسی اور رسول اللہ کے تھکے کا مدد کرنا۔ یہ باتیں ان
کے دل و دماغ پر چھ گئے تھے اور جب چند ہت کا یہ خبر پہنچ تو تحقیقوں نے اپنے آپ کو آشکارا
کرنا شروع کر دیا۔

دس سال تک جنگ بندی کے وعدے نے مسلمانوں کو قریش کے حملوں اور ریزہ ریزہ
کی طرف سے بے لگ کر دیا۔ وہ بدینہ میں اسلامی معاشرہ رچی مقبوضات میں رہا۔
اسلامی کے احکام کا کام چوری جمعیہ حاکم کے ساتھ کرنے کے قابل ہو گئے۔ اس کے علاوہ

تکلی یہ موقع کیا کہ وہ عرب کے بچائی اور مدنی علاقوں کی ان قوتوں پر بڑی جلدی قائم کر لیں
ورنہ مسلمانوں کو جو کچھ اسلام میں کائنات کی طرح چھوڑ دی تھیں۔ سب عہدہ کے بعد ہی خبر
پتہ ہو گیا اور اس کے بعد فلوک، وادی افری، تہ اور بک کی یہودی بستیوں، ویرانہ مسلمانوں
کے تابع ہو گئے۔

معاذ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو مسلمان بدینہ منورہ سے مکہ معظمہ چائے گا اسے قریش
واپس نہیں کریں گے، جب کہ جسے بدینہ چائے گا اسے مسلمان (اور غیر مسلم) کو بدینہ لے،
مکہ وہیں پہنچ دین گے۔ نظر بظاہر اس شرط میں بھی اسی ہوتا ہے، مگر جب کہ حضور ﷺ نے
فرمایا: ”میرا جو دینی جانے گا وہ ضرور منفق ہوگا۔ اس کا پانی اچھا ہے۔ البتہ جس مسلمان کو
ہم واپس کریں گے تو اس کے لئے خداوند کریم جلد مسلمان بنیعت پیدا کرے گا۔“

مکہ والوں سے مسلمانوں کو روک کر خود ہی ہے ”دین“ میں اسلام کی تبلیغ کا مہم جو پیدا کر
ا۔ صاحب رفقہ لعلین (قاضی سید مسعود پوری) نے حضرت ابو جندل جہاد کی تبلیغ سے
متاثر ہو کر ایک سال کی مدت میں مسلمانوں ہونے والوں کی تعداد تقریباً تیس سو لکھی ہے۔ اسی
طرح قریش کی اس شرط کے نتیجے کے طور پر مسلمانوں نے ہزار ہا پردے کے درمیان میں
مقام پر اپنی ایک بستی بنائی۔ ہوا کہ جو ہمیشہ جہاد معظمہ سے بدینہ پہنچے۔ قریش بھلا ایک
مسلمان کی آراوی کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ اسوں نے اپنے راہی بولیمیر جہاد کی واپسی
کے لئے بھیجے۔ نبی اکرم ﷺ تو ہر موسم کے لئے رواف اور ہم تھے۔ ن کا دل اس خیال سے
زپ اٹھا کہ واپسی کے بعد بولیمیر کو قریش کی کسی دین میں سے مگر عہد کی پاس داری کے
وقت آپ ﷺ نے جو ہمیشہ جہاد کو قریش کے لئے نکال دیا۔ بولیمیر جہاد نے موقع
پا کر اس میں ایک کوئی کر دیا، وہ خود بدینہ پہنچ گئے۔ قریش کا دوسرا فریاد یہی نہ کر پڑا۔

بولیمیر نے عرض کیا کہ یار رسول اللہ! آپ نے مجھ کو شہت بھیجے تو قریش کے عہد کر دیا تھا۔ یہ
تو اللہ نے میرے لئے وہی کی تھی لہذا یہی ہے۔ یہ جسے بدینہ میں رو کوئی مسکن نہیں پیدا کرنا
چاہتا۔ یوں بولیمیر جہاد نے میں کو اپنے قیام کے لئے رفاق ابو جندل جہاد کا دوسرا
مسلمان بھی وہیں بھیج دیا جو عہد نے قریش کے تجارتی قافلہوں کے لئے سفر کو دشوار

صلح حدیبیہ کے بعد عالم گیر دعوت اور فتح خیبر

صلح حدیبیہ اس حقیقت کا مکمل اظہار تھی کہ قریش نے اسلام کو ایک "مفرق" کا درجہ دے دیا۔ "ان سان کی جنگ بندی" دعوت دہانی کے دوسرے سمتے کا آغاز تھی۔ نبی کریم صلیہ الصلوٰۃ والسلام صرف حریج و منافق عرب کے لئے رسول بن کر نکلتے آئے تھے، بلکہ وہ "مہمان نیت کی طرف اللہ کے پیچھے اور آخری رسول ﷺ تھے" سورۃ الاعراف کی اور کے آخری زمانہ کی صورت ہے جس میں ساری دنیا کے انسانوں سے یوں خطاب فرمایا گیا ہے۔

فَدَبَّيْهَا النَّاسُ اَتَى رَسُولُ رَبِّهِ لَكُمْ حَيْبًا رَّابِدِي لَهٗ
مَلَكُوتُ سَمَوَاتٍ وَالْاَرْضِ لَانَهُ دَلَّخُوْهُ يَنْبُحِي وَنُعْمِيْتُ
فَعَسُوْا اِلَيْهِ وَرَسُولُهُ فَنُفِىَ الْاَمْنِ اِلٰهِي يُؤْمِنُ بِاَمْنِهِ
وَكَمِيَّتِهِ وَتَشْفَعُوْا لَكُمْ فَنَهْنُؤُوْا ۝

"پہلے پہنچے کہ (اے دنیا جہاں) کے لوگ انہیں تم سب کی طرف اس
اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کی پوشائیں تمام آسمانوں اور زمین پر ہے
اس کے سوا کوئی حمایت کے لائق نہیں، وہ (زمین) دیتا ہے اور وہی صوبہ دیتا
ہے، اور اپنے اللہ پر ایمان لائے اور اس کے (اپنے) نبی (کی) جو
کہ (خود) اللہ پر ایمان کے حکام پر ایمان رکھتے ہیں ایمان (نبی) کا اعلان
کر دیا کہ تم (مہمانان) پر آمنا ہو۔" (اعراف ۱۵۸)

ایسا بھیجی گئی کہ سوتے اور اسی میں حضور سرور کائنات ﷺ کو دیا جہاں کے نئے رحمت قرار
دیا گیا ہے۔

وَمَا رَسُوْلَتُ الْاَرْضِ خَلْعُ الْعَمَامِ۔ (احزاب ۵۹، سورۃ ۲۰: ۷۷)

صلح حدیبیہ کے بعد وہ رحمت آگیا جب نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی قیامت اور عالم گیری کی

بہت سی غصوں کا دھوکہ کر رہے تھے، ان کو کم و بیش نوے سو فوری طور پر تم کو یہ (فتح)
عطا کر دی، اور لوگوں کے ہاتھ تم سے (تمہارے خلاف اٹھنے سے) روک
دیتے ہیں تاکہ یہ واقعہ اہل ایمان کے لئے ایک نشانی بن جائے اور اللہ تعالیٰ
سیدھے سوتے کی طرف تمہیں دعوت دے، اٹھنے اور نیک فتح کی راہ کی سے جو تیرے
قادر میں نہیں آتی، اللہ تعالیٰ کو جو حد میں لئے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر جہ
(سورۃ فتح ۱۰۸، آیت ۱۵۸)

ان بات میں سچ قریب سے سرا "فتح خیبر" ہے، جو صلح حدیبیہ کا اسی نتیجہ تھا۔ قرآن نے اس
بات کی تصریح کر دی کہ خیبر کی فتحیں اصحاب رضوان کے لئے مخصوص تھیں۔ اسی سے حضور ﷺ
نے خیبر پر حملہ کے وقت دوسروں کو شریک نہیں کیا تھا۔ حبش سے واپس آنے والے مہاجرین اور
بعض دوسرے صحابہ کو جو حضور دیا تھا وہ تو جس سے دیا گیا یہ اصحاب رضوان کی اجازت اور رضا
مندی سے۔ حق کے طور پر کسی کو کچھ نہ دیا گیا۔ اصحاب رضوان کے مرتبہ کا شاید تو خود قرآن
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی خوشنودی کا اظہار و انکشاف الفاظ میں فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ
نے بیت کے دن اپنے ان اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج تم اس کرۂ ارض
کی بھڑکین جماعت ہو۔

انتم شعبہ اہل الارض ۝



نے خدا سے قرآن حکیم نے پیش کیا۔ سورۃ الجمعہ کی سورت ہے جس کا پہلا کلمہ صلیح حدیثیہ کے بعد نازل ہوا۔ ۱۵ اس میں حضور ختمِ ارسلیں ﷺ کے بارے میں ارشاد ہوا۔

هَؤُلَاءِ يَحْتَفِئُونَ فِي الْأَمْرِ رَسُولَهُمْ يَقُولُوا عَلَيْهِمُ آيَةُ
وَرَبِّكَهُمْ وَيَعْلَمُ ذَلِكَ الْكِتَابُ وَالحَكِيمُ وَإِنْ كَانُوا مِنْ
قَبْلِ لَيْسَ صَلَاحٍ مُنْجِيٍّ ۝ وَآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَنْحَرَفُوا بِهِنَّ
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

”وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان کی قیامت سے
ایک رسول بھیجا جو ان کو لکھنے کی آیت چاہے اور کہتا ہے ان کی زندگی کو
سختوار اور ان کو پاک کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا ہے اور یہ
گوئے (اس رسول کی بعثت ہے) پہلے مکہ کی گرامی میں جاتا ہے اور (اس رسول
ﷺ کی بعثت) ان دوسرے لوگوں کے لئے بھی ہے جو بھی ان سے نہیں ملے
ہیں اور اللہ تعالیٰ زیوردار اور حکیم ہے۔“ (سورہ محمد: آیت ۲۰)

سورۃ الحجۃ کی تیسری آیت اس حقیقت کی قرآنی شہادت ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت قیامت تک کے لئے تمام عربی دھمکی قوام کے لئے ہے۔

صلح حدیبیہ کے منع یحییٰ بن خنیسؓ نے کہا کہ یہاں نبوت یہ حقیقت تھی کہ حضور ﷺ نے سوائیں
 واعرے عمر کے نام تعلق غلو اپنے سفیروں کے ذریعہ ارسال فرماتے۔ عام غیر تعلق کا یہ
 مسخرہ مرقم ہے کہ شردہا و اجرت کے بعد اسامی تاریخ کا بہت اہم سال ہے۔

شاہ جیٹ کو حضرت عرویں مہ کے ذریعہ کتبہ بنوئی بھیجا گیا، قیصر روس کے دربار کے لئے حضرت واجہ بن علیخان لکھنؤ کو کوفیہ کے طور پر پہنا گیا، خسر و پور پر شیشا، ابراہان علیہ السلام کے تعلق خط لے جانے کی سعادت ملی، حضرت عبداللہ بن عرفان بھی جیل کو حاصل ہوئی، اداوی مہر کے پیغامِ حق پہنچنے کی خدمت حضرت حاجب علیہ نے اپنے وکیل مروسی کے ہمراہ تک سفیر رسالہ میں کر حضرت سید بن عرفان گئے، اور کالم شکم کے حضور ملحق کی اور انجیل کا فرض حضرت شجاع بن

۱۔ ہم نے یہ کہیں کا مارا نہ لیا ہے۔ یہ تو ایک نیا ہیرو ہے۔ ہم نے اس کی تعریف کی ہے۔

● وہیب الاسدی، اللہ نے انجام دیا۔

ان خطوط میں حضرت سیدنا محمد ﷺ نے ان حکمرانوں، امیروں اور رئیسوں کو دین حق کی دعوت دی۔ جو اہل کتاب تھے ان کے نام خطوط میں آپ ﷺ نے تحریر فرمایا۔

بِمَا أَفْعَلُ الْكِتَابَ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَا وَبَيْنَكُمْ
الْأَعْتَدُ بِاللَّهِ وَلَا تُشْرِكْ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُ بَعْضًا
أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ..... ﴿٢٠٠﴾ (آل عمران: ٢٠٠)

”اے اہل کتاب! اس چیز کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور ہم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے سواہ کسی کو خدا نہ بتائے۔“

وہ جن کی فطرت میں سعادت تھی، ان خطوط کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ انہیں تاریخ کے لئے مثالِ عبرت بننا دیکر سرگئی سے مرکب ہوئے اور پھر وقت کی سدا جگے والی آنکھ نے دیکھا کہ ان کی کشتیوں میں کس طرح بار بار ہو گئے۔

قصرِ روم کے دربار میں ہجرت کرنے، جو تہائی دور ہے پر تھے حضور ﷺ کی صداقت، دورِ یمانے عہد کی شہادت دینی، عداوت کا اہل ایمان، اس وقت حضور ﷺ کے دشمنوں کے سرِ شیل تھے۔ خسر واد پر نے ہندو رسات کو چاک کر کے اپنی سلطنت کے حدود پر ہر شہت کر دی۔ چندی برس کے بعد رسولِ عربی ﷺ کے خطا سوں نے غم کی طوبت کا فرنا کو یمان کے قدموں سے لگیں، الامارہ مصلحت ایران کھر گئی۔ شاہِ ہوش نجاشی نے نکو سب نبوی ﷺ پر چھ حضرت جعفر طیار کے ہاتھ پر ہیست کی اور اسلام قبول کیا۔ عزیز مصر نے سفیر رسول ﷺ کی کھریم کی اور

[illegible]

مکتبہ - مکتبہ عربیہ اسلامیہ، لاہور

”ہر ایک کی خدمت میں تھے جیسے۔ ان تھکوں میں حضرت دار یہ تعجب“ بھی شامل تھیں جیسے
اکلوئین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ رضی اللہ عنہا۔

صحابہ حدیبیہ کے سفر میں ہونے کا دور امتوت یہ حقیقت تھی کہ جب قریش کے کوفہ خاوند کو
مسلمانوں سے قدرت عیب ہوئی تو ان کے دل کی دینہ لگنے لگی تار یکیاں کے کلب
میں نوکی کر میں پھونٹے لگیں۔ پھر چھ دنوں میں ایمان کے نقشہ قدرت کے در و دروں سے
پھونٹے گئے۔ مگر دور و در قحاب خالد بن ولید اور عمر بن حاس رضی اللہ عنہما جیسے پہ سال روں کو
اسلام سے صیت پا۔ یہ عمر کیا تھا کہ خالد اور عمر دین حاس رضی اللہ عنہما نے نہایت خوشی کے
ساتھ اپنے وجود کو اس دین کے پروردگار جس کو مٹانے کے لئے انہوں نے اپنی گواروں کے
جو ہر دھاکے تھے۔ خالد کو حضور نبی کریم ﷺ نے مسیح مسمو اللہ قرہ دیا اللہ کی
گواروں میں سے ایک گوارہ محمد خلافت میں اسی گوارے قیصر کی سلطنت کو زیر کر دیا اور
عمر دین حاس نے قرآن میں کوا سلام کے آگے چمکادیا۔

صحابہ حدیبیہ کے سلسلہ میں یہ بات پہلے ہی عرض کی جا چکی ہے کہ یہ صلح نبیر کا مقدس
اور اس سلسلہ میں سورۃ الفتح کی آیات ۱۸:۱۲۱۸ گزشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہیں۔

غیر مدینہ کے شمال میں واقع ہے۔ ابن سعد کے مطابق خیر مدینہ سے سوسل کے فاصلے پر
ہے۔ شلی نے ڈاؤنی کے حوا سے فاصد و سوسل لکھا ہے، جو درست نہیں معلوم ہوتا۔ مدینہ سے
بڑا تقریباً چار و فی کے بعد خیر مدینہ کی طاقت کا سب سے بڑا مرکز بن گیا تھا۔ خیر کا علاقہ
دس کی جلی ہوئی پہاڑوں کے درمیان سات وادیوں پر مشتمل تھا۔ عرب کے ریگستان میں یہ
علاقہ جیسے سرسبز و شادابی کی ایک جنت تھا۔ جسے ان وادیوں میں رقصا و غزل خواں سفر
کرتے۔ انجیر بہر شیش فروزاں ہوئی تھیں تار و لکھوں کے گٹھنوں کی خوشبو ہوا کے دوش پر
سفر کرتی ہوئی دور تک اس علاقے کی شادابی کی داستان بچھتا رہتی۔ گھوڑی بلیں سایہ و چار کا
کام دیتی اور گھوڑ کے تار و روشوں کے نیچے آرام کرنے والوں کو کھراے عرب کا سرکش
سورج بھی اپنی کرکوں کے لنگر سے پٹاں نہ کر سکتا تھا۔

ایک طرف تو حضرت کی یہ فیاضیاں اہل خیر کے حصار میں آتی تھیں اور دوسری طرف اپنی
دولت اور وسیع وسایں سے انہیں اپنے دھرم میں چھو کا قائل نکلت تھے سالم قوم، طاقت،

قصا و امر بطا و دشمن تیر کے لئے تھے۔ ان تھکوں میں نہیں ہزار سے زیادہ پہلی آئین و اور
میں غرق اپنی طاقت کے کشش ڈوہے ہوئے تھے۔

حضور ﷺ حدیبیہ کے بعد مدینہ لوٹے تو اہل خیر نے اس صلح کو مسلمانوں کی کمزوری
سمجھتے ہوئے ایک بار پھر قنہ انگیزی کی غرض سے سازش کا سلسلہ شروع کر دیا۔ غزوہ اتراب
کی شکست ان کے دلوں کا ناموس تھی۔ طاقت کیرا امن سعد کے حوالے سے صاحبہ ”رمہ
للعائیں“ نے لکھا ہے۔

”نبی ﷺ کو ستر حدیبیہ سے پہلے ہوئے ابھی کھڑے ہی دن (یک دو سے کم)
ہوئے تھے کہ سننے میں آیا خیر کے یہودی اہل پھر مدینہ میں حملہ کرنے والے ہیں۔“

تحقیق سے یہ خبر درست ثابت ہو گئی۔ حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو تحقیق اور
حالات کے جائزے کے لئے بھیجا اور وہاں انہوں نے یہودیوں کے سردار امیر بن رزام کی
سازشوں اور ارادوں کو چوری طرح جان لیا اور یہ بات واضح ہو گئی کہ یہود اب کسی معاملہ کے
لئے تیار نہیں بلکہ وہ ایک فیصلہ کن جنگ کے خواہاں ہیں۔

اب حضرت اب دلی نے وقت اور تاریخ کے دھارے کو سمام کے حق میں موڑ دیا تھا۔ پھر
دن پہلے کی بات حق کی مسلمان حق کو کورا نے شہر کی مخالفت کر۔ ہے تھے اور اب وہ وقت
آگیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اعلان فرمایا۔

لا یختر جن معا ولا رغب فی لاجہاد

”ہمارے ساتھ کوئی نہ جاتا ہے ہمارے ان کے جو حال چاہے ہیں“

یوں خبر پہاڑ کر کے جو اپنی نوبت کے اقتدار سے نرم گزشتہ فزوات سے لطف ہے۔
اس غزوہ کے ذریعہ اسلام کے متفقہ علاقوں کے سلسلہ کا آغاز ہوا۔

جب عمر بنے حاش نبی اکرم ﷺ نے خیر کا مقصد فرمایا تو وہی اعراب اور بدو شریک سفر ہونے کے
لئے تھے کہ حضور ﷺ اسلحوہ اسلام کے ساتھ سفر و میں شریک ہونے کے یہاں تھے
اور جن کے نزدیک وہ سفر موت کی وادیوں کی طرف سفر تھا صورت حال کو دور کا قائل نہیں اللہ تعالیٰ

- اس سلسلے کی تفصیل خدا تعالیٰ کے ہمارے ہاں دی جائے گی۔
- کاش کہ میں عمر بنی مدینہ میں کاشی لکھتا ہوں۔ صلح و اسلام کا قائل ہوں اور

ضرر پہنچتے۔ (ایک صحابی ضرر و شہید ہو گئے)۔ آپ ﷺ کو بروقت اس "سازش" کا علم ہو گیا اور یہودیوں نے اس کا اعتراف بھی کر دیا۔ جب حضور ﷺ نے دینا وقت فرمایا کہ "کس بات نے تمہیں اس پر آمادہ کیا تو جواب دیا۔"

"مگر آپ ﷺ نے نبی ہیں تو ہمیں آپ ﷺ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ ﷺ (ہے) نبی ہیں تو آپ ﷺ کو ضرر ہر شدہ سے نکلے گا۔"

فتح خیبر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنات بن الربیع کی بیوہ حضرت منیہؓ کو آواز کر کے ان سے نکاح فرمایا۔ دو دنوں میں نبی کی بیوہ منیہؓ کے نکاح کی خبر پھیلی۔ حضور ﷺ نے اس طرح "لفظ عرب" اور "تالیف عرب" کی ایسی مثال پیش کی کہ یہودی خیر کے دلوں پر گہرا اثر پڑا۔ حضور نبی کریم ﷺ حضرت منیہؓ کو آواز کر کے انہیں اختیار دیا کہ وہ اپنے گھر چلی جائیں یا جہت النہایت میں بھی شامل ہو جائیں۔ منیہؓ، جو سعادت الازی سے بہرہ مند تھیں، قربت رسول ﷺ کے حصول کے علاوہ دوسرا فیصلہ کب کر سکتی تھیں۔

خیبر کی فتح صلح حدیبیہ کے بعد اسلام کی کتاب نصرت کا نہایت دردناک باب ہے۔ یہودی عظمت و در اسلام پر ہندویر ہو گئی اور یہیں شریکین کی قوت ٹوٹ گئی۔ اب حدیبیہ کے مسلمانوں کے اجتماعی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا، چنانچہ یہی موقع پر کئی قیمتی احکام نافذ کئے گئے۔ جن میں پیغمبر اور پیغمبروں، دونوں، اکوڑے اور چمچے کے گوشت کی قربت بھی شامل ہیں۔ کئی روایات کے مطابق صحابی غزوہ کے موقع پر ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا گیا۔



فتح مکہ تک

فتح خیبر کے بعد یہودی طاقت ختم ہو گئی لیکن دو اب بھی مکمل طور پر ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہ تھے۔ ذک اور ح کے یہودیوں نے خیبر کی شرائط کے مطابق صلح کر لی، مگر وادی اترقی میں یہودیوں نے اپنا کھنکھرتوں کی بوچھاڑ کر دی۔ یہ پھر صلح یہودیوں کی شہرت کے سوا کچھ ورنہ تھی اور مختصر سے متبادل کے بعد وادی اترقی کے یہودیوں نے بھی ہتھیار ڈال دیے۔

اب اسلام کی بار دہتی کا دور شروع ہو چکا تھا۔ فتح خیبر سے فتح مکہ تک جو واقعات پیش آئے اور جو رسم اور عادتیں نافذ ہوئیں ان کا تعلق مسلمانوں کی دینی زندگی کے نئے تقاضوں اور معاشرتی اور اجتماعی زندگی کے عام گہر بہت اہم پہلوؤں سے ہے۔

صلح حدیبیہ کے بعد یہودی ایک شرط یہ بھی تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ کچھ سال عمرہ ادا فرمائیں گے۔ صلح حدیبیہ کے بعد یہودی سورۃ المائدہ نافذ ہوئی۔ اس سورت کے مضمون ہی اگلے سال کے عمرہ کی توجہ ہیں۔ مشرکین مکہ نے حج کے متنازعہ کوس طرح حد دیا تھا۔ اس کا ذکر "عرب قبل اسلام" کے تحت مختصراً کیا جا چکا ہے۔ المائدہ میں مسلمانوں کو ایک طرف "زیارت مکہ کے سفر کے آداب" کی تعلیم دی گئی ہے اور دوسری طرف حد کا سبق۔ مشرکین نے مسلمانوں کو عمرہ کی ادائیگی سے روک کر حدیبیہ کی روایت لٹی لی تھی۔ مسلمان انتقام کا قائل کوکھ جانے سے روک سکتے تھے جن کے راستے حدیبیہ اور دوسرے اسلامی علاقوں سے ہو کر گزرتے تھے۔ عادل مطلق نے مسلمانوں کو ایسی انتقامی کارروائی اور ظلم سے منع فرمادیا سورۃ المائدہ کی ابتدائی دو آیات ابھار دیا جس کا بانی مجزہ ہیں۔ یہ آیتیں قانون سازوں اور قانون نویسوں کے لئے ایک دستاویز اور نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں ان بنیادی احکام کو سمجھ دیا گیا ہے جس کا تعلق ادا جتنی عمرہ سے ہے۔ احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت، شکار اللہ کا احرام، حرام مہینوں کی حرمت قربانی اور نذر کے چاروں پر دست درآر کی ممانعت اس لوگوں کا احرام جو کعبہ کے راضی ہوں۔ اور پھر صاف صاف یہ ارشاد کہ کفار کی طرح تم خندہ کعبہ کی راہ بند کر کے زوارینہ دیتوں کے مرتکب نہ ہونا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا بِالْعُقُوبَةِ أَجَسْتُ لَكُمْ يَهْنَةُ
الْأَنفُسِ إِلَّا مَا نَسِيَ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِبِّ الصِّدِّقِ وَأَتَمَّ
حُرْمٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لَا تَحْسَبُوا عَسَافِئَ اللَّهِ وَلَا الشُّهْرَ الْحَرَامِ وَلَا الْهَدْيَ
وَالْفَلَاحِدَ وَلَا آتِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَتَفَوَّضُونَ بِضَلَالٍ
رَبِّهِمْ وَرِضْوَانِهِ ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَفُوا ۚ وَلَا تَحْرِمُوا
شَيْئًا قَوْمًا صَلَّوْا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِنْ
تَعَنَّدُوا ۚ وَتَعَلَّوْا عَلَى الْبَيْتِ وَالتَّقْوَى ۚ وَلَا تَعَلَّوْا عَلَى
الرُّؤُوسِ وَالْعُنُودِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

”اسماں والو احمد! ● کوہِ قمر کو تدار سے تقسیم پانچے چرے
 دے (یعنی اونٹ، بکری، گائے) کوں سٹال کے گئے ہیں مگر جن کو ذکاوت
 آتا ہے، مگر فکر کو حالتِ اہرام (عجیب قسم میں ہو) سٹال مت کہتا ہے
 شک بند ہو جاوے حکم کے سے اے ایسا والو! یہ سختی نہ کرو اتنا تھکی
 انتہائی کی ماوراءِ حرمت والے عینیت کی، اور نہ حرم میں قربان ہونے والے
 جانوروں کی، اور نہ اس جانور کی جن کے گائے میں بچے ڈال کر بے جا نہیں
 کھیا، کو اور نہ انسان کو ان کی جو کہ بیعتِ اہرام کے قصد سے، یہ ہوس اور اپنے
 رب کے غضب اور غضائے مندی کے طالب ہیں اور جس وقت تم اہرام سے باز
 آ جاؤ فکارت نہ کیا اور اور مینا نہ ہو کہ جس قوم سے جو اس سب سے غضب
 (یعنی) اے کہ اس نے تم کو کھرا حرام سے نہک اور یا نہا ● وہ تیار نہ لئے اس

۱۔ ان کی عبادت ہے عزت اور جہنم اور جہنم ہے۔ یعنی اپنے ہر رسول ﷺ کے ارشادات کو سچی طرح کرنا ہے کہ اس سے گریز کرنا ہے۔

● عیش و سرگرمیوں سے غافل ہو جانے والی عورتیں بھی کئی کئی گنا زیادہ ہوتی ہیں۔ خصوصاً اگر وہ بڑے بڑے شہروں میں رہیں تو ان کی زندگی بھر بے پرواہی میں گزر جاتی ہے۔ ان کی زندگی بھر بے پرواہی میں گزر جاتی ہے۔ ان کی زندگی بھر بے پرواہی میں گزر جاتی ہے۔

کا، عفت ہو جانے کے ہمہ حد سے نکل جاؤ اور نیک اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور رنگارنگ اور بے ادبی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کر رہو، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔"

$$(e_{i_1} e_{i_2} \cdots e_{i_r})^T \text{ and } \delta_{i_1, i_2, \dots, i_r}^{\alpha_1, \alpha_2, \dots, \alpha_r}$$

صلح حدیبیہ کے اگلے سال سرحدوں میں ﷺ، بیت اللہ کے طواف اور عہدہ کے نئے روانہ ہوئے۔ دو سالہ فتنے کا کاروانِ شوق میں شامل تھے جو پچھلے سال حدیبیہ سے واپس لوٹ آئے۔ ہمارے اہلِ کربلا، مہاجرین و انصاریوں نے ان کے لئے تیار کیے تھے۔

کے کلمات بظہر صفت اس وقت جڑیں اٹھنے لگیں کہ ارمیہ کی اونٹنی حرم کی طرف بڑھی۔
 سہارنپور رسالت کے گروہ کی کنگھڑا بنگلہ گئی تھی۔ حضور ﷺ کے ہاتھ کی مہر حضرت
 محمد بن ابی وقاص کے ہاتھوں میں تھی اور ان کے ہاتھوں پر الفاظ "ہی" کے قلم کر دیے تھے۔

اعلوا بني الكفار عن سيئه

اليوم نضربكم على تنزيله

صبر يا ويل الهام عن عقليه

ويذهب الحليل عن حليله

”بھٹ چاؤ کافر، بھٹ چاؤ کافر، اس کی رہا سے بھٹ چاؤ۔ آج اگر تم نے اترنے سے روکا تو ہم وار کریں گے۔ دو وار جو سر کو خنجر کا گھسے، لنگ کرے اور کھلبار سے دوست کی ہرید چھین لے۔“

یہ قائل اہل ایمان تھیں ان مکہ شریف میں مقیم بارہ مائے قریب کے لیے نئی گرم کھانگی اس
 شائن سے تشریف آوری اس وجہ کراں ثابت ہوئی کہ ان میں سے بیشتر کہ چھوڑ کر یہاںوں پر
 چلے گئے تھے تو آپ ﷺ کے والدین شریف لے جانے کے بعد وہاںے انکار رسول ﷺ کی کھانگی اس
 کراں خاطر یہاں اس کے سلطان میں بھیجی ہوئی تھی خروذ و زینت کو خوب جانا تھا، مائے اس
 سے عجز کیا کہ خلاف کے پہلے چلے چھوڑوں میں صاحب مکرہم رضوان اللہ علیہم تعالیٰ تھے "اگر تھے ہوئے
 طبعیں"۔ حالانکہ "مہاراجہ رنجن" کی یہ مہاراجہ رنجن کی میں اس سے عطف ہوتی ہے۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامٌ إِنَّهُمْ مَسْكُوتُونَ وَيَقَامُونَ الْوُسْطَىٰ وَقَالُوا سَلَامٌ إِنَّهُمْ مَسْكُوتُونَ

”روزِ مین پرہا جزی کے ساتھ جلتے ہیں“

مل (انکر چمن) کے حکم کی ایک اور مصمت کھارک کے ساتھ مسماہوں کی اہلی ہنسنا
صوت اور غلغلی بھڑکنا نظر رکھی تو ان کی عمر بھی اور بچ کر رہی تھی۔ اسی صحت پر عمل کرتے
ہیں کون جانے ہیں سے ششوں کے ذہن رملہ کے وقت تقریباً پندرہ سال پہلے وقت میں
سوکرے ہوئے تھے۔

فتح مکہ سے پہلے کے واقعات میں غزوہ موہن کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مہم کے اہل شریعت میں محمد مصطفیٰ نے قوم کو آپ روایات کو یاد دلانے کے لئے شہ بھری کے نام کو کتاب رسالت رکھا ہے جسے حضرت علامہ ابن عمرؓ نے جوایتی علاقہ سے گزرتے ہوئے شہید کرنا یا توہم کرکرم لٹانے کے لئے ادا کیا ہے۔ جس میں غزوہ بدر و فتح کا نقشہ قصاص کے تحت مندرج ہے۔ امام احمد رضاؒ نے یہ متن حضرت علامہ کوادی کا کاغذ اذعان فرمایا حضور ﷺ کا نقشہ حضرت علامہ کے لئے بھیج دیا جس کا شرف ہے۔ جسے امام احمد رضاؒ نے یاد کیا پنا خدیم عطا فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ یہ کی شہادت کے بعد جو نقشہ کے حامل حضرت عبدالغفورؒ نے حضرت اہل طالب ہوں گے اور ان کی شہادت کی صورت میں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے حضرت ابن رواحہ کی شہادت کے بعد نقشہ ارسال ہوا ہے سال کے انتخاب کا اہتمام ہو گا۔

[illegible]

أهلوا بني الكفار عن سبيته

اس نے اس موقع پر بھی یہ فراموش نہ کیا کہ "لیقوا ہم تو عروسِ شہادت کو گلے سے لگا کر
میں تباہ آئے ہیں۔ فتح کا ہر مقصد ہمیں۔"

ع شہادت ہے مطلوب و مقصود ہر مومن

مجھے خنا اتم میں ہے کون اس سے بارے میں سچے کا وراثتہ، آحرکیں؟

[illegible][illegible]

۴۔ مثیل ہمانی ہے میرۃ النبی ﷺ جلد اول میں سہامی لشکر کو شکست دینا قرآن و حدیث سے۔

فتح مکہ

صلح حدیبیہ کے فتح عین ہونے پر منگولو ملتحدہ عرب میں کی جا چکی ہے۔ صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب کو اپنی مرضی کے مطابق مسلمانوں یا قریش کا حلیف بننے کا حق تھا۔ اس شرط کا تحت دورانی حریف اور مخالف قبیلوں میں سے جو خداوند مسلمانوں کے باور ہو کر قریش کے حلیف بن گئے تھے۔

جو کہ اس معاہدہ کے ذریعہ سال کے بعد ہی قریش کی حاجت کے مل بوتے پھر وہ یہ مظالم کا مسئلہ شروع کر دیا۔ انتہا یہ حد درجہ میں بھی قریش نے ہو کر کے ساتھ مل کر جو فوج اٹھ کے خون سے اپنی کلاہوں کا لودہ کر لیا۔

رسول اکرم ﷺ نبوی میں حکام پر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دربارن شریف فرما تھے کہ خراہ کے فریادی عمرو بن سالم کی قیادت میں فریاد کتاں پہنچے اور مرو کی "وڑگوئی" سے خدا میں محمد ﷺ کو داعی ہمد اور وعدہ یادلاتا ہوں۔ اے اللہ کے رسول ﷺ ہماری نصرت فرما، اپنے اور اللہ کے بندوں کو (ہماری اعانت کے لئے) آواز دیجئے۔ سب ﷺ کی آواز پر جمع ہو جائیں گے۔ اس فریاد نے گھبراہٹ رسول اللہ ﷺ کے گھبراہٹ کو بھاریا۔

فریادیوں نے مظالم کی تفصیل بتائی لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے اس نازک مرحلہ پر بھی صاف کے برحقہ لئے کو پورا کیا۔ آپ نے قریش کو اپنے قاصد کے ذریعہ پیغام بجا کیا۔

(۱) یا اوتخولوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔

(۲) یا قریش ہو کر کی حاجت سے دست بردار ہو جائیں۔

(۳) یا معاہدہ حدیبیہ منسوخ فرما دیا جائے۔ قریش نے تیغ معاہدہ کی شرط منظور کر لی۔

اس معاہدہ کی تیغ کے ذریعہ جو قریش نے کائنات کی تکمیل کا سامان مہیا کر دیا۔ حرم کعبہ کو جوں کے دو جودے پاک کئے گئے پھر عرب میں عرب میں "توحید خدا لعل کا حق" ممکن تھا۔ اب

• قسود ۱۰۱ کی کہ در قریش کو مسرت حال کی گئی تھی کہ اس میں ہوں سے خود خداوند کے لئے کھلیاں نہ ہوں کچھ نہیں اب پیچھے چھوٹ گئی مسلمانوں کی کھلیاں کے پانچ تھے۔

علامہ سیہرمان ندوی نے حاشیہ میں اس لفظ کی اصلاح فرمادی ہے۔ ویسے یہ صاحب کا یہ فرما درست نہیں کہ اس لفظ کی اساس ابن اسحاق کا بیان ہے۔ ابن سعد نے مسلمانوں کو کشت ضرورہ بتایا ہے، جب کہ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق یہ جنگ کسی فیصلہ کے بغیر ختم ہوئی اور ابن قیم نے بخاری کی روایت کے مطابق مسلمانوں کو فتح مند کیا ہے۔ خود سرکار دود عالم ﷺ نے اس لشکر کو "فراری" نہیں بلکہ "مکرمی" فرمایا، یعنی یہ لوگ پیچھے ہٹنے ہی اس لئے تھے کہ چٹ کر مٹ کر رہیں۔ دوسرے علی دلائل کو مار مار کر اس بھی مسلمانوں کی فتح کے بیان کے حق میں ہیں۔ ظاہر ہے کہ مسلمان اپنے مرکز سے بہت دور تھے اور شہر کھاراس سے پینتیس چالیس گنا زیادہ دور تھا۔ اگر مسلمان کشت کھاتے تو وہاں بھی یہ لوگ تھی اور دشمن ان کا تعاقب کئے بغیر نہیں واپس کیوں آئے دیتا۔ پھر ایک سہ تریب اور ہزیمت خور و فوج کا فرار کتنے بھیا کیا نتائج کا حال ہوتا اور دشمن اے سوت کی جموں خدا دستہ (۱۷) تک محدود نہ ہوتی۔



• صاحب سہرمان ندوی نے بھی کہا کہ جوں کے دو جودے نہ صرف کھلیاں کے لئے مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت کو بھی کیا ہوا ہے۔

• شیخ محمد صالح المنجد نے بھی کہا کہ یہ (توحید خدا لعل کا حق) ایک نیا ہے۔

حیات محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں

یہ جہری ہیں۔ کیا تمہیں وہ ارشاد روئی یا انہیں کمال حور سے کوئی مواخذہ نہیں؟۔ یہ سنیے ہی زیادہ جہنم سے مرعوبہ کے فخر کی آگ بجھ دی۔ سورۃ الفتحہ کی پہلی آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا عَلِيَّ بْنَ أَبِي تَالِبٍ
تَلْفُوتُ بِهِمُ الْوَعْدَ وَفَدَّ كَفَرُوا بِمَا جَاءَهُمْ مِنَ الْحَقِّ
يَحْرِضُونَ الرِّسُولَ وَيَقُولُونَ أَنْ تَأْتِيَنَا بِاللَّهِ وَمِنْ
بَيْنِ كُفْرِهِمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِ الْإِسْلَامِ فَزَيَّنُوا
لَهُمُ الْوَعْدَ وَأَنَّا نَعْلَمُ مَا أُفْعِيْتُمْ وَمَا أَعْلَمْتُمْ وَمَنْ
يَقْعَلْ مِنْكُمْ فِدْلًا سَاءَ السَّيْلُ ۝

”اے ایمان والو! تم سے ہم نے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست سے جدا کر کے دینی کا اکابر بنا کر رکھا، لہذا ان کا تم پر ہے پاس جو دین حق اچکا ہے وہ اس کے منکر ہیں رسول اللہ ﷺ کو اس بنا پر کہ تم اپنے پیروں کو اللہ پر ایمان لے آئے شہر بارہ رکھے ہیں تم میرے دست پر جدا کرنے کی فرض سے اور میری رضا مندی و عفو نے کی فرض سے (اپنے گمراہ سے) نکلے ہوا دریاں سے چپے چپے دینی کا تم بنا کر رہا، تاکہ کھوکھلے چیز کا خوب علم ہے تم جو کہ کچھ کر کے اور جو ظاہر کرتے ہو۔ جو فرض تم میں ایسا کرے گا وہ راستہ سے نکلے گا۔“ (سورہ آل عمران ۶۰ آیت)

۱۰ رمضان ۱۱۷۰ھ کو قلعہ نبوت مکہ کے نورانی منار سے مسعود الظہران میں لشکرِ اسلام نے پراگندہ رات کو جب غیوم کے گرد خفّہ و قذات پر اُٹھ کر دشمن کی فوج کی تاریکی کا جگر چاک ہو کر شعلے کے نفاخات میں "قامِ مسعود اودی" کی بجلی میں لگا۔ یہ روشنی اس حقیقت کا اشارہ دیتی تھی کہ لشکر کی رات کا خاتمہ آچکا ہے اور اب ام المومنین حضرت ام المومنین کے سورج کے چمکنے کی گھڑی آگئی۔

ابوحنیفہ ابن عمارؓ نے عمارتِ اودھ صبرِ جلالہٰ اُن کی اپنی اسبہ کے نکل کر لشکرِ اسلام میں آگئے۔ یہ یوسفیانِ حضور ﷺ کے پیچھے سے اور دوزخ کے پھاٹی اور عبد اللہ بن ابی بنی حضور ﷺ کے پیچھے بھی رازو

19.

۱۹۹۱ء کو آپ نے قہر کا لہر کا راستہ روکے دلوں سے ان کا مرکز جھین لیا ہے۔ بیت اللہ مسلمانوں کا قبلہ، دینی و دنیوی امور کو روحانی بن چکا تھا۔ دین باغی تہیت بیت اللہ کی طرف رخ کر کے غمزدار کرتے ہوئے ان کے دلوں میں یہ خیال آ جاسی ہوگا کہ ہمارا مرکز کب تک کھنکے کے زیرِ کھنکس رہے گا۔

حضور ﷺ نے مکہ کی طرف توجہ قدسی کی تیار کیا اس احتیاط کے ساتھ شروع کیا کہ
 اس مکہ کو معلوم نہ ہو۔ چند مسافروں کے علاوہ عام لوگوں کو خرم نبوی کے بارے میں کچھ خبر نہ تھی۔
 اتفاق سے مکہ منقر سے ایک عورت آئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے
 منصوبہ کے بارے میں کہہ کر بعض سرداروں کے نام تک لکھ کر اسے دے دی۔ دوسرے دن
 سے روانہ ہوئی تھی کہ مجرب صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے بارے میں مطلع کر دیا۔ حضور ﷺ
 نے مسیحا کی ایک بن عت کو بھیجا اور اس جماعت نے نہ دینے کی روئے رکھ کر عاصیہ پر یہ خط
 اس عورت سے بھیج دیا۔ حضور ﷺ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس خط کے بارے میں
 سوال کیا تو انہیں نے جواب دیا۔

”یہ رسول اللہ (ﷺ) اور انہی میں نے یہ چھٹی گھنٹی، لیکن مجھے خدا نے ٹیمری کے جسم کے لیے کھلی تھی۔ میں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی نیت سے کیا اور نہ تو کفر اور نہ ہی بھلائی کے خیال سے۔ بلکہ اس لیے کہ میں نے چھٹی کے دوسرے ہر جہز کی کوئی مصلحت نہیں دیکھی اور اقرار کرتا ہوں۔ ان کے مال اور اداؤں کی حفاظت اس وقت تک کہ جب ہمارے لیے اور میں ٹیمر کے کاہنے والے ہوں (حضرت صاحب رحمہ اللہ کی جگہ تھے) کہ وہ ان سے کوئی رشتہ نہیں۔ میرے مال اور اہل و عیال کی حفاظت کرنے والے اور ان کوئی نہیں۔ چونکہ مجھے کمال یقین تھا کہ خدا نے ہر زمانے پر دین کا ہول بالا کر کے گاوار اس کے نیچے کو ہول میں جمع ہو کر رہے ہیں۔ خیر کیا کہ اگر کمال کے کوس چڑھائی کی طمانہ سے دوسرے تو اس سے اسلام اور اہل اسلام کو کوئی ضرر نہیں، بلکہ قریش میرے احسان میں ہو کر رہے اہل و عیال اور اہل و عیال کی حفاظت کریں گے۔“

اسلام کی شمشیر برہنہ فاروق علیہ السلام نے کہا: "جارت ہو تو میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔" یہ سن کر شفقت، رحمت اور محبت کے خیر سے ٹکدے مٹے ہوئے وجود علیہ السلام نے فرمایا: "عمر"

”اور ہم نے تمہیں ہندوں یعنی رسولوں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے کہ سبہ تک وہی غالب کے پے نہیں کے اور عمارا علی الشکر عابہ رہتا ہے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انھوں نے وہ نہ تک (میرے کھینے اور ان کی مخالفت اور غیر اربانی کا خیال نہ کیجئے اور (آؤن) کو دیکھتے رہتے ہو مقرر یہ ہے بھی دیکھ لیں گے۔“

(الشکوۃ ۳۵ آیات ۱۵۵ تا ۱۵۷)

یہ آیت کی دور کے وسط میں نازل ہوئی تھیں جب کہ راکب سورج بلاخیز کی طرح سلام کو بہاے پائے کا یقین رکھتے تھے۔ مسلمان حق پرستی کے عوض ہر ایذا اور ظلم کا ہدف تھے اور اس وقت مومنین کے عقد کے علاوہ کسی کے حاشیہ کیاں میں بھی جے پت نہیں سکتی تھی کہ ایک دن کفر اپنے ترنم میں حق سے سنے یوں رہ سکتا ہوگا۔ آج اسلام غنی مملکت کے ساتھ تمام مقررہ کے ایک سنے اور کی تاریخ کا پہلا سب تاریخ کی جیسی پر تحریر کر رہا تھا۔ وہ تحریر جس کے خواجی دم دایران کی جگہ تک پہنچ گئے۔

اور پھر کہ دایوں نے حیرت کے ساتھ کہ حرم کعبہ کے علاوہ ابوسفیان کے گھر کو بھی دارالمان قرار دے دیا گیا۔ یہ بھی اعلان کر دیا گیا کہ نئے پے گھر کے دور دے سے ہندو کے گاس سے کوئی تعرض نہ ہوگا۔ حکیم بن حزام کے گھر کو بھی دارالمان قرار دے دیا گیا۔ لیکن اس سلسلہ رحمت کا دائرہ پیش کی ایک جماعت نے یوں دیا کہ تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شہید کر دیا۔ ان کے اس منہ کو پھانسی کرنے کے لئے سیف اللہ خالد علیہ السلام کی کمر بانی اور دشمن تیرہ نائے چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

اللہ کا آخری رس بیت اللہ میں داخل ہوا۔ یہ حضور ﷺ کے چہرہ اور حضرت ہر ایم علیہ السلام کے تحریر کہ وہ حیدر خانے سے تین سو ساٹھ بتوں کو کال دینے کی سماعت تھی حضور ﷺ ان توبہ اپنی چھتری سے ضرب لگاتے جاتے اور حضرت عبداللہ بن مسعود علیہ السلام کی روایت کے مطابق سورۃ النبی اسرائیل کی آیات پڑھتے جاتے۔

جاء الحق وروح الصالحين انما جعلوا كان رهوفه

”حق آگیا اور باطن صلی اللہ علیہ وسلم کی اور باطن تو تھے ہی والا تھا۔“ (کنز اسرار علی ص ۸۱)

بھائی اور ام المومنین حضرت ام سلمہ کے وسیلے بھائی تھے۔ دامن رحمت اللعالمین ﷺ نے انہیں اپنے آپ میں سمیٹ لیا۔ اور مشہور صحابہ اسلام ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بطل بن ورقہ بن سوسی کے لئے اسلامی خیمہ لگا رکھے۔ انہیں دیکھ کر حکیم بن حزام اور بطل بن ورقہ اور قوراء وادیں ہو گئے، لیکن ابوسفیان کو گھر کی فکر کہ حضور سرور کائنات ﷺ پیش کیا گیا۔ حضرت عباس کی سفارش پر آپ ﷺ نے ابوسفیان کو مصافحہ فرما دیا جو اسلام کی جگہ جگہ کے سلسلہ میں قریش کے کا دماغ تھا، جو نظر کمار کے خاص منصوبہ ہندوں میں سے تھا، جو حضور ﷺ کے قتل کی سفارش کرنے والوں میں سے تھا لیکن ان سب جرائم پر حکیم مقررہ عالم ﷺ نے خط تحنن بھجوا دیا اور وہ خیمہ اعلان معافی پر ہر رسالت کی خدمت ہو گیا۔

جب کاروان رحمت رحمت اللعالمین کے میں داخل ہوئے تھے تو حضور کی کریم ﷺ نے حضرت عباس ﷺ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو ”پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کر دو“ تاکہ وہ اللہ کی رحمت اور اللہ کے شکر کی پیش قدمی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور پھر ابوسفیان نے دیکھا کہ وہ جماعت جس نے چہرہ پہلے ہی زمانے (رضافن) میں بدور کے میدان میں اچھائی سے سرور مانی کے عالم میں کفر کا تہ بند کیا تھا، آج خوشبو کی موجوں اور دریائے رحمت کی لہروں کی طرح کفر کے مرکز کو جو کہ تو حیدر میں بننے کے لئے آگے بڑھ رہی تھی۔ حضور ﷺ کے لبوں پر سورۃ فاتحہ کی آیات تھیں۔ ابوسفیان نے کہا۔ ”عباس! تمہارا بیٹا تو شیشا ہوں کے جبروت کے ساتھ کہ میں داخل ہورہا ہے۔“ حضرت عباس ﷺ نے جواب دیا۔ ”ابوسفیان! یہ شیشا ہوں کا جبروت نہیں، یہ حق کا جلال و جلال ہے۔“

یہ وہ گھڑی تھی جب خدا نے ذوالجلال و صاحب جبروت نے اپنے آپ اس دہرے کی تکمیل تک پہنچا دیا جس نے اپنے بندے سے کیا تھا۔

وَسَقَدْ سَقَتْ كَلِمَةً لِّعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ اِنَّهُمْ لَكَاثِبُونَ ۝ وَلَٰكِنْ حَسْبُنَا لَنُفْعَالُيُونَ ۝ فَوَلِّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حَبْرٍ ۝ وَآهِيهِمْ فَنَقُضْ فَنَقُضْ فَنَقُضْ ۝

● ابوسفیان سے اس فقرہ سلام کی ادا کی کے ساتھ ہی داخل کر میں ان دنوں درجی ہندو کے اوقات خراب ہیں کہ ان کا اسلام پھوڑا ہوگا۔ جو وہاں ظہور ہوگا جس کی جماعت سے ان کے ایمان کے شہادت ہے۔

تخلیہ کعبہ کے بعد دوبارہ جوت میں قریش کے سردار حاضر ہوئے۔ آج ان سب کی آنکھوں میں نہ مست تھی اور ان میں خوف کے سائے۔ آج یہ اس کے سامنے کھڑے تھے جسے انہوں نے مکہ سے نکلے پر مجبور کر دیا تھا اور جس کے پیغام کو کھینچنے کے لئے انہوں نے مدینہ پر دھاوے کیے تھے۔ حضور ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ تاریخ کے ہر قارئین کے خلیفہ سے مختلف تھا۔ اس فاتح نے اللہ کی وجہ کا لفظ بلند فرمایا اور پھر قریش کو وحدت آدم ﷺ کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ جاہلیت کا ہر فرد اور ہر فرد خدا کے متادبا۔ برتری کوئی نہیں توہی کو حاصل ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ آدم علیہ السلام کی نسل سے ہو، اور پھر اس ارشاد کا سلسلہ قرآن حکیم کی اس آیت سے وابستہ کر دیا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاهُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ خَبِيرٌ ۝

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد و ایک عورت سے پیدا کیا، اور پھر تمہارے شعبہ و قبائل (قومیں اور برادریاں) بنادیں تاکہ ایک دوسرے سے تعارف ہو سके۔ اور حقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ ہے، اے نبی! اللہ تعالیٰ سب کو جاننے والا اور جبر ہے۔ (الجمرات ص ۱۳)

اس خطبے کے بعد حضور ﷺ نے قریش کے سرداروں کی طرف رخ فرمایا۔ یہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقلیت کو رد کرتے تو واقف تھے۔ چاہتے تھے کہ یہ "شریف بھائی" اور "شریف بھائی کا بھائی" ظلم نہیں کرے گا، لیکن اس جانے کے باوجود وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ اس فاتح کی زبان سے یہ حد ظالمیں کسے۔ "چاہا تم سب آکر آؤ ہو۔" نبی اکرم ﷺ پر پروانہ آزدی قرآن حکیم کے ان الفاظ سے چڑی ہوا "لا تفرسب علیکم اللہ" یہ الفاظ ارادہ نبوت کی وحدت اور تسلسل کی بھی گواہی ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے سب بات اپنے بھائیوں سے درخشاں فرمائی تھی۔

اس سلوک کی نظیر اس کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ ہمارے دور میں بھی تمدن و تہذیب کے

مذہبی متنازع قوسوں کا سدھارس کرتے ہیں جیسے گورکن آپس میں قبریں تقسیم کر لیں۔ جمعیہ اقوام سے اقوام متحدہ تک۔ ساری روئیدہ لوہس اٹھتی ہے کہ ہر تقسیم بقدر اچھے ساختہ نکرہ بہر تقسیم بقدر اچھے ساختہ نکرہ

لیکن مدینہ مکہ مکین ﷺ نے اپنے اور مسلمانوں کے خون کے پیاسوں کو صرف "آزادی" ہی عطا نہ فرمائی بلکہ نہایت فیاضانہ سلوک کیا۔ مہاجرین کے مکانوں پر قریش مکہ کا قبضہ تھا۔ آپ ﷺ نے مہاجرین سے فرمایا کہ "تم میں سے جو لوگ مکہ میں رہنا چاہیں وہ اپنے لئے دوسرے مکان تلاش کریں، لیکن اب ان میں رہنے والوں کو بے گھر نہ کیا جائے۔"

فتح مکہ کی نوعیت خلیفہ فتح مکہ سے ابھر کر ہمارے سامنے آچکی ہے۔ اس خطبہ کے الفاظ آج بھی بتا رہے ہیں کہ فتح مکہ کو نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے قدسی عرس مہاجرینوں نے وقتی مرحلہ کی سبب نہیں سمجھا، بلکہ ان کے نزدیک یہ فتح حق و باطل کی کیس سالد اور پیش میں حق کی فیصلہ کن فتح تھی۔ حق کی یہ فتح تنہائی کی سر بلندی کا اعلان تھی۔ حق کی یہ فتح تمام امتیازات تقویٰ ملی اور نفسی امتیاز اور باطل فخر کی موت تھی۔ یہ فتح وحدت آدم ﷺ کے فخر نامہ پر عمل رسول اللہ ﷺ کی حکم اور داعی مہر تھی۔



غزوة حُنین

ہیت اللہ) خواہر چہ در اعظم بن گیا تھا) نے مکہ کو اہل عرب کی زندگی میں ایسی مرکزیت دلا کر دی گئی کہ کچھ بعد اہل عرب جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہونے لگے، لیکن ہوازن اور ثقیف کے قبیلے اس صورت حال کے سامنے پہرہ ناز نہ ہوئے۔ یہ جنگ آرب اور ہم قبیلے تھے۔ یہ عراقی میں ہوازن کا کوئی حریف نہ تھا۔ ان قبیلوں نے سچا کہ گرد اس دین اور اس کے رسول ﷺ کو شکست دے دی (معاذ اللہ) تو قریش کی جگہ عرب کی قیادت انہیں مل چکی۔

اس منصوبہ پر قوت بولان اور شقیقت نے مکہ پر حملہ کے منصوبہ کو مانے۔ نبی کریم ﷺ کو جب اس منصوبہ کی اطلاع پہنچ کر یہاں تک گئیں تو آپ ﷺ نے بازو بڑا کر لشکر جبار کے ساتھ پیش قدمی فرمائی اور شاہراہ ۱۰۰ میں دونوں لشکروں کے میدان میں ایک دوسرے کے سامنے صف بٹھا دیا ہوئے۔ جب میدان کا رور اور اس اپنی صفوں اور کثرت پر نظر پڑی تو کہتے ہی صیہ بنہ کر رہے صفوں اور صفوں کے درمیان میں خدائی کہ دوڑ گئی کہ اب باطل میں شکست کھائے دے گا۔ آج تاہم بازو بڑا ہیں۔ بدر کے میدان میں ہم صرف ۳۱۳ تھے، اور باطل اس وقت بھی میں شکست نہیں اے کا تھا۔ حق نے اپنے سارے سامان اور کثرت اور دیر غرور کیا اور پھر جنین کے میدان نے یہ منظر دیکھا کہ کچھ ﷺ کے تربیت زدہ سپاہی میدان سے بھاگ رہے تھے۔ یہ وہ تھے جو چٹانوں بھی استقامت رکھتے تھے، مگر میدان جنین میں استقامت کی یہ چٹانیں کثرت غرور کے آتش سے ڈوب گئیں۔ یہ ان کے اعلا درگزی کی سرچھی، انہوں نے ایک بار افسوس کے میدان میں بھی ارشاد نبوت کی خلاف ورزی کی تھی اور خاک و خون میں نہا گئے تھے۔ جنس نے میدان میں وہ اللہ کی نصرت پر بھیجے کرنے کی جگہ اپنی قوت پر ناز کر بیٹھے، اور یہ قوت دہنی کے کاغذ کی طرح نفاست بے جنگ میں بھرنے لگی۔

جب مجاہدوں کو اپنی سمت کا پتہ نہ تھا اس وقت وہ آوار گونجی جس نے انہیں جدوں کی جگہ

عَلَيْكُمْ لَا رَيْبَ سَاعَتُنَا ثُمَّ وَلَيْتُمْ عَلَيْكُمْ إِنْ لَمْ يَأْتِ
اللَّهُ سَكَنَةً عَلَىٰ زُنُوبِهِ وَ عَلَىٰ الْمُؤْمِنِينَ وَ قَرَلَ جُودُهُ ثُمَّ
نَزَّوَهَا وَ عَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ ذَٰلِكَ حَرَامٌ الْكَافِرِينَ ۝

"تم کو اللہ تعالیٰ نے (آئی کے) بہت (سے) موقعوں پر (کفار پر) خطبہ دیا، اور انہی کے ابھی جب تم کو اپنے پیغمبر (اور مقرر) کی کثرت سے غم ہو گیا تھا، پھر وہ کثرت تیرے سے تم کو کائنات سے لے کر تم پر زمین و آسمان پر اپنی فراموشی کے نکل کر رہ گئی، پھر (آخر) تم پر چھوڑ دیا کہ اب یہ کفر ہوئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور اس کے سوا کسی پر اپنی قیامت و نازل فرمائی اور (وعدہ کے لئے) اپنے مقرر نازل فرمائے جس کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو کھڑی اور کھڑی اور کھڑی کی (کو کھڑی کھڑی)۔ (الغیرہ آیت ۳۶-۳۷)

حنین کے میدان میں ہواؤں اور تیز رفتاری کے جب آوازوں کو شہید جب اور حرکت کے بعد اجتماعی شہید ہو گئے تھے، مگر وہ لوگ نہ جانتے تھے کہ وہ اسلام کے خلاف عرب کے آخری معرکہ آراء ہیں اور اس خیال سے ان کو نہ حوصلہ قائم رکھنے میں مدد کی۔ یہ لوگ اداس اور غافل میں دوبارہ جمع ہوئے۔ اداس کے معرکہ میں غافلین اسلام کو شکست ہوئی اور جنگی قیدیوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچی۔ ان قیدیوں میں حضور سرور کائنات ﷺ کی دودھ شریک نبی حضرت شیر بھی تھیں۔ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئیں تو انہوں نے بچپن کی ایک بات یاد دلائی۔ "اے میرے کریم بھائی! انھیں یاد دے کہ ان بچپن میں تم نے میری پیٹھ پر کھڑے کیا تھا۔ وہ نشان آج بھی میری پیٹھ پر تیرا ہی جھبٹ کا نشان بن کر چمک رہا ہے۔" حضرت شیرا کے ان کلمات سے رفتہ رفتہ لین کی آنکھوں میں آنسوؤں کے گہر گرنے لگے۔ حال حاضر بن گیا، وقت نے اپنے لافسون کو سمیٹ لیا۔ بھائی نے آگے بڑھ کر اپنی زبان کے لئے اپنی پیر در پیر چھادی۔ ہمارے جنت کی غنڈی چھاؤں سے بھولی نے ان کو گھٹے حکاکے دور پر بہت احترام سے رخصت کیا۔

اس کے بعد آج ہر زمین ﷺ نے طائف کا بھی صرہ کیا۔ جس دن کے کا صرہ نے ان کی جمعیت اور حضور کو شکست دے دی۔ اگرچہ شہر فتح نہ ہو سکا لیکن یہ صرہ کا مقصد پورا ہو گیا، اور

تہذیب انسانی کا صبر و رادروائی کی شکستوں کا یکن بیاہ تھا۔ "یہا معشر الانصار"۔۔۔ اور یہ آواز بھارتے ہوئے قدموں کے لئے زنجیر و فکائی اور بھارتے ہوئے قدم ایک بار پھر چٹان کی طرح اپنی جگہ جم گئے۔ چاہے اندھ کیا دھرتی الہی کی حقیقت کبریٰ سامنے آگئی اور انصار رسول ﷺ نے "ایک ایک رسول اللہ ﷺ، ایک ایک رسول اللہ ﷺ" کے حروں سے "یہا معشر الانصار" کا جواب دیا اور اس انداز سے بھیے کوئی ناظر میدان میں سمجھ گیا ہو۔ یہ یہ فکر اپنی تعداد پر ناز کرنے والوں کا فکر نہیں تھا بلکہ انہی قیدی نفس انسانوں کا فکر تھا جن کو نصرت الہی پر اعتماد تھا۔ بیان کا مختصر یہ جنہوں نے دوسری پہلے درخت کے نیچے حضور ﷺ کے کھوں پر بیت کی تھی۔ جان نثاری کی بیت۔ وہاں کی قیمت پر، جنت کے حضور کی بیت۔ اللہ کی رضا کی خاطر باطل سے نکل جانے کی بیت۔ وہ بیت جو رسول اللہ ﷺ کے دیکھے اور اسطے اللہ کے ہاتھ پر بیت کی تھی۔ دشمن نے جب بھاگے ہوئے کایوں جم جانا اور غم و مارادہ کے پیکروں میں بدل چکا تھا تو حیرت کے نقش کے سوا اور ہر نقش مٹ گیا، اور یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے انہیں اس تبدیلی کا راز بتا دیا، اور نہایت اختصار و جمعیت کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے بلند آواز میں فرمایا۔

اِنَّا اِنْسِي لَا كَلْبَ اِنَّا اِمْنِ عَبْدِ الْمُطَلَبِ

"میں برسوں اور میں یہ جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

اور جب یہ بات قحقی تو باطل پر روند کیسے ہو سکتا تھا۔ باطل جسکی تقدیر ہی حق کے سامنے ہر لحاظ سے ہونا ہے۔

سورۃ التوبہ کی دو آیت میں غزوہ حنین کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے کہ ان میں دو تمام قحقیل سے آئی ہیں جواس غزوے کا ماحصل ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کی قوت کے سرچشمہ کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ اللہ کی نصرت کے ذکر سے جیسے وہیں بیت شروع ہوتی ہے۔ یہ ذکر مختصر ہے، مگر اس میں بدست کے کثیر تک کے تمام معرکوں کی تاریخ سن آئی ہے۔ پہلے چار نقشوں کے دان میں یہ پوری تاریخ آگئی ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَىٰ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِّنَ مَّكَّةَ وَ يُؤْمِنُ خَشْيَ

اِذْ اَخْرَجَهُمْ كَثُرَتْ اَنْفُسُهُمْ فَاَمَّا نَحْنُ عَلَيْنَا وَ صَافَتْ

آپ ﷺ اس مقدس کی شکل کے بعد حرات واپس لوٹ گئے۔

جبر کی طرح جنس اور واسطہ کی غرضات سے بھی بہت سال مشرت جماعت مومنین کے ہاتھ پائی۔ حضور ﷺ نے اس صنعت کی تقسیم میں شک کے بعد مصدق ہونے والوں کو خصوصی طور پر یہ وہ حضور صحت فرمایا۔ یہ بھی اس پر کرم کی شہادت تھی۔ آپ ﷺ نے انہیں انوارِ جوتج نہ تک آپ ﷺ کے خون کے پیاسے تھے۔ عاقل معظم ﷺ کے اس فیصلے سے نضار کے بعض حضرات کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قبیلہ عربیوں کے زاد و حصہ سے دیا۔ چہرے کی گلیروں میں اللہ کے نور سے اشیا و دیکھتے رہ کر کئے والے ﷺ نے اس خیال کو پڑا کر لیا (ظہر ہے کہ آپ ﷺ کے وہاں مسلمانوں کے سامنے اس خیال کو کون طہر کر سکتا تھا۔ انصار ﷺ کے ہاتھ کے رسول تھے مایہ رملو کوش تھے مسلمانوں کے سپہ سالار معظم تھے۔ آپ ﷺ کے فیصلے کے خلاف کون محتاج کر سکتا تھا مگر یہ وہ وقت تھی جو مسلمانوں کے لئے وہاں درہم جمی، ان کے لئے کریمیں و مزین تھی، اور ان کی اولیٰ کی تکلیف پر جس کی روح ہے قرار ہو جاتی تھی۔ یہ وہ امت تھی جس نے خیر کے پیادوں اور خیر کی بنی کے لئے صدقہ رات کو دعا فرمائی تھی اور انصار تو آپ ﷺ کی تحکیموں کے تارے اور آپ ﷺ کے دل کی ٹھنڈک تھے۔ حضور ﷺ کو وہ دن یاد تھا جب آپ ﷺ جانی اسامہ و عمار بدر و قرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ پہنچے تھے اور جمعی بچوں نے وہاں پر نذر پاپا تھا کہ

”پانچ نکل آیا ہے کہ وہ دران کی گھاٹیوں سے“

حضور ﷺ نے انصار کو بلایا اور ان کے اجتماع سے حب کر کے ہوئے فرمایا۔ ”اے مدینہ و لا“ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جب تم گمراہ تھے اس وقت اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں ہدایت کی دوست علی کی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ ہوئے اور منشر تھے اور اللہ نے میرے ذریعے تم میں طاعت و امان اور اخلاقی پیدا کیا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے اور اللہ نے میرے ذریعہ تمہیں مافی کر دیا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تم موت سے رزتے تھے اور اللہ نے میرے ذریعے تمہیں ایمان کی وہ طاقت علی کی کہ موت کو زندہ کی جھٹتے ہو۔“

ہادی برحق ﷺ کے ہر فقرے پر جماعت انصار ایک زبان ہو کر جواب دیتی۔ ”ہے شک، ہے شک۔ اللہ اور رسول ﷺ کا احسان سب سے بڑا کر ہے۔“ اس پر نبی اکرم ﷺ نے نہایت

کرب اور شفقت کے ساتھ فرمایا۔ ”نہیں نہیں۔ میرے رفیقو! تم ایک جواب نہیں دے رہے ہو۔ تم یہ کہو کہ اسے محمد ﷺ) کیا یہ سچ نہیں کہ جب تیرے شہزادہ عربیوں نے تجھے جھٹلایا تو تم نے تیری تصدیق کی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ جب کہ اہل نے اپنے دروازے قہر پر بند کر دیئے تو ہم نے تجھے پناہ دی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تو ہمارے درمیان مجلس آیا تھا اور ہم نے تیری اعانت کی۔“ اور یہ کہنے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”غرض اہم کچھ تو۔ اور میں تمہارے ہر فقرے پر کہوں گا کہ تم سچ کہتے ہو۔ تم سچ کہتے ہو۔“ انصار کے مجمع پر کسی شہر سوار کے باشندوں کا گمان ہوتا تھا۔ ایک سنا تھا کہ انصار پر طاری تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے انصار تو سانس لینے ہوئے اور رہتے تھے کہ انہیں خاموشی کا سینہ گزرتا نہ ہو جائے اور اس خاموشی کے سمندر میں محمد ﷺ کی آواز کی چادریں ہوا بھری اور انصار کے سینوں میں اس طرح اتارتی چلی گئی جیسے ایمان کی شعاع نور اتری تھی۔ ”آپ ﷺ نے کہا۔“ سے انصار ”یہ سب سچ ہے مگر کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ دوسروں کو لوٹاؤ، بکریاں، خیرے اور گواہیں میں دھرم ﷺ تھا۔ میرے منہ میں ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرو گے کہ دنیا کی دولت کے ساتھ چلے میں محمد ﷺ کو اپنے گھر لے جاؤ۔“ اور پھر تو انصار بے اختیار ہو کر نکلے سنے بچوں کی طرح رونے لگے۔ حضور ﷺ کے سامنے جو لوگ سنا داتھد باب کے بچوں کی طرح جھپٹتے تھے۔ انہوں نے بھی حد اعلیٰ کے خوف سے ذلت و رست تاپ ﷺ کے سامنے ملنے والی مشقتوں کی تھی، مگر یہ ہوں ان کے گلوگیر ہوا کہ وہ اپنی بچوں کو ہدایت

کے۔



وفدِ نجران

فتح مکہ اور غزوہ تبوک میں وہ طائف نے جزیرہ نما کے عرب پر اسلام کی جو بادشاہی قائم کر دی۔ اب اسے قرب و جوار کی قوتوں اور قبیلوں نے تسلیم کر لیا۔ چند ہی سال پہلے صحیح حدیبیہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے قاصد مختلف سامانیں و اسراہ کے پاس بھیجے تھے وراہ مختلف قوتوں کے وفد دارالاسلام مدینہ آ رہے تھے۔

۹۔ ہمیری میں نجران کا بیسائی وفد مدینہ آیا۔ نجران کا علاقہ حجاز اور یمن کا درمیانی علاقہ ہے۔ اس علاقے کی اہمیت اور پھیلاؤ کا اندازہ اس سے کیجئے کہ نجران کے بیسائی قبیلے در ستر (۷۰) سے زیدہ و استیوں، ایک آوارہ پر سوالہ مکہ جنگجو سپاہیوں کو مدینہ کا رزار میں صف آرا کر سکتی تھیں۔ ان بستیوں کا نظم و نسق جس سر دارمل کر کرتے تھے، اسی نئے اس علاقے کی حکومت کو ہمیری قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو وفد مدینہ آیا اس میں تینوں سرداروں کے ساتھ اس بیسائی جمہوریت کے کم و بیش ساٹھ بہترین داغ شامل تھے۔ یہ لوگ قریش کے مختلف شعبوں پر ہمیری نظر رکھتے تھے۔ اسی بات سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ مسلح قوتوں کی ریاست کو کس درجہ بہت دے رہے تھے۔ یہ وفد ایک طرف تو اسلامی ریاست کے ساتھ اپنے آئندہ تعلقات کا چارہ لینے آیا تھا اور دوسری طرف اسلامی معاشرہ کا مفاد اس کا مقصد تھا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ لوگ بیسائیت اور اسلام کے مفاد کا تقابل بھی کرنا چاہتے تھے، بلکہ موقع ملنے پر بیسائیت کی تبلیغ بھی ان کی آرزو تھی۔

یہ ایک تاریخی موقع تھا۔ ایسا موقع کہ رب العزت نے حضور ﷺ پر وہ تقریر نازل فرمائی جو آپ ﷺ نے اس وفد کے سامنے پیش کی۔ یہ تقریر سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۳۳ سے شروع ہوتی ہے اور آیت نمبر ۱۲۰ تک جاری رہتی ہے۔ اس تقریر میں نہایت مدلل طور پر بیسائیوں کے نقطہ مقابلہ کی تردید کی گئی ہے اور اسلام کا سیدھا و سچا رستہ ان کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

● اس سمرقند میں ۱۲۳ھ تک جاری رہی ہے اور اس کے بعد کی آیت کا مخاطب یہاں سے ہے اور یہ آیت کی اور سورج پناہ مل چکی ہے۔ جس طرح کہ آیت میں کی جا سکتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تربیت کے اعلیٰ تر مرحلے اور ایلا و تخیر

گزشتہ ابواب کے مطالعہ سے یہ حقیقت کئی مقامات پر آپ کے سامنے آئی ہو گی کہ عہد نبوت کے بعض بڑے بزرگ موقعوں اور سوڑوں پر ایسے مسلک بھی سامنے آئے جن کے ابھرنے سے اسلامی معاشرہ کی اندرونی قوت کا ٹکڑا ہوا تھا۔ نبی اکرام ﷺ نازل ہوئے ملت سماج کو آداب معاشرت عطا کئے گئے، وراثتی فطرت اور انسانی کمزوریوں کے حوالے سے تصویر کشی و معاشرہ کی تعلیم دی گئی۔ واقعہ الگ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نبی اکرام ﷺ کے نکاح کے مواقع کو اپنے ذہن میں دہرائیے، پھر آپ کو سطور بالائی اہمیت اور مسلمانوں کی تربیت کے مراحل کا پورا اندازہ ہو سکے گا۔

فتح مکہ اور غزوہ احنین کے بعد اسلام کے دامن رحمت میں پناہ لینے والوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی اس سے پہلے بھی قوم لوگ اسلامی آداب سے یکساں واقفیت نہ رکھتے تھے ورنہ یہ سب ایمان کے ایک سے درجہ پر کاغذ تھے۔ سورۃ جمعہ کے حوالے سے یہ نکتہ بھی بیان کیا جانا چاہیے۔ جزیرہ نمائے عرب پر اسلام کی سیاحت کی بلا دستی کے بعد ایسے لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی جو سابقہ ادا دلوں کی طرح تربیت اور آداب کے ٹکڑے ٹکڑے سے نہ گزر رہے تھے۔ نئے نئے مسلمان ہونے والوں میں ایسے بھی تھے جو "کرنا ٹھنڈا اور، خیر" و ذیل اللہ کے نبی برحق ﷺ سے ٹکٹو کرتے، اور اگر نبی اکرام ﷺ اور ان کے صحابہ کے تجربہ میں ہوتے تو آپ ﷺ کے باہر آئے گا تھا۔ رنگ نہ کرتے بلکہ دہرے آواز میں دینے لگتے۔ ان لوگوں میں دہرہ دہرہ لوگ تھے جو باہر سے دینے آتے اور اس وقت سلامی آداب و معاشرت سے بیگانہ ہوتے اور اپنی پرانی عادتوں کا بے ساختہ اظہار کرتے۔

نبی قسیم کا وفد ۷ھ میں مدینہ آیا۔ جس وقت اہل وفد نبی عظیم ﷺ سے ملے پہلے تو آپ ﷺ کسی حجرے میں تھے، اور ان لوگوں نے باہر سے ہی آوازیں دینی شروع کر دیں۔ دو وقت جو نمازیں سے گئے، دو دفعہ درجہ چھٹی پر سب کچھ برداشت کرتی رہی۔ مگر سب اعزت نے ہماری تاریخ کے اس مرحلے میں مسلمانوں کو نبی کے ذریعہ ان آداب کی تعلیم فرمائی جن سے یہ جماعت

تہماری گورنوں کو اور خود اپنے عسکروں کو آدھارے عسکروں کو (ہم تم دونوں)۔ پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں، اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہمیں ملے (اس بحث میں) نا حق یہوں۔" (آل عمران ۱۱۰-۱۱۱)

وفد حیران کے اکثر ارکان آنحضرت ﷺ کی سچائی کے کاکل ہو گئے تھے اور باقی ماندہ بھی آپ کی نبوت کے باب میں حیران ہو گئے تھے۔ ان کی نفسیاتی کیفیت کا اندازہ اسی حقیقت سے ہو سکتا ہے کہ وہ اس مہلک سنے کی بجائے تیار نہیں ہوئے۔ اس طرح انہوں نے اپنے نا حق ہونے کا خودی ثبوت فراہم کر دیا۔ ان کی نفسیاتی بے چینی کا ایک بڑا سبب یہ حقیقت بھی کہ انہیں اپنے بہت سے عقیدوں (مثلاً عقیدہ الوہیت صبح) کی سند خود اپنی کتابوں میں نہ ملتی تھی۔ چوں اہل عرب نے دیکھ لیا کہ فلاسین اسلام کا موقف کتنا بڑا ہے۔



اپنے مہم (اور ہر مہم) کی تمام برائیتوں سے بچنے کی جگہ۔ سورۃ النحر کی اولین آیات اسی میں منظر ”مدونہ فی الخیم“ میں نماز ہو گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْعُدُوا عَنْ صَلَاةِ رَبِّكُمْ وَارْتَمُوا
وَمَسْكُوا إِلَهًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَابَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا
تَحْضَرُوهُ أَلْفَافًا بِالْقَوْلِ كَحِجْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْضُرَ
عَمَّا لَكُمْ وَاسْتَمُوا لِمَنْ يَدْعُو ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَعْصُونَ
أَمْرًا مِنْهُمْ عَنَدَ رَسُولٍ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ
قُلُوبَهُمْ لِيَتَذَكَّرَ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ۝ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ
يُنَادُونَكَ مِنَ الْمَسْجِدِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝
وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى نَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ
وَاللَّهُ عَزِيزٌ رَحِيمٌ ۝

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے پہلے تم
سبقت مت کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ
(تمہارے سب اقوال کا) سننے والا اور (تمہارے سب افعال کا) جاننے والا
ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نہ اٹھاؤ کہ تمہاری جگہ سے بلند مت کیا کرو
اور ان سے پہلے کل کر یا اگر دوسرے تمہاری جگہ میں ایک دوسرے سے کل کر پور
کرتے ہو (اپنے ہونے کی اطلاع دینا)۔ اے ایمان والو! جو جاہل اور کفر میں نہ
ہو، بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے
ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے سختی کے لئے خاص کر دیا
ہے ان لوگوں کے لئے عسکر اور اجر عظیم ہے جو لوگ جہاد کے باہر سے

آگے نہ گئے اس وقت میں اس سے ہم سب کو آپ کی جگہ کے ہیں جہاد میں ہر ایک کی ضرورت
کے بعد فیصلہ کرنا اسی اللہ تعالیٰ کی صحت میں مسلمانوں کا حق ہے جس میں ہر ایک کی صلاح و اعلیٰ نیت ہے

پاکارتے ہیں ان میں سے ان لوگوں کو چھل نہیں ہے اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر
(اور انکار) کرتے ہیں اب تک آپ خود ان کے پاس آجائے تو یہ ان کے
نے بھڑکا (کیونکہ آپ کی بات سچی) اور اللہ تعالیٰ غور (اور) رحم ہے۔“

(سورۃ النحر ج ۳۹ آیت ۵۶)

اس بیان کے آغاز میں مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ”عزیز قدیم“ (سبقت)
سے متعلق کیا گیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مسلمان کسی معاملہ میں خودی فیصلہ کرنے سے پہلے
یہ معلوم کرے کہ متعلقہ معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت و اس کے رسول ﷺ کا طریق کار در
مست کیا ہے؟ اور عورت مؤمنین سے اس لحاظ تک کا تعلق صرف نظر خودی معاملات تک محدود نہیں
بلکہ عین امتیاز اور اجتماعی مسائل سے بھی ہے۔ مسلمان اپنے معاشرہ و امتیاز اجتماعی اور سیاسی
تقدم کے خداوندی رشتہ کو اور مسرت نبوی ﷺ کی روشنی ہی میں اپنا سہ ہیں۔ اس ”سبقت کا تعلق
بھی خودی فیصلہ سے بیان کیا گیا ہے۔ مسئلہ یہ تھا کہ نئی قییم پر کسے حکم مقرر کیا جائے؟
آنحضرت ﷺ کے سامنے اس مسئلہ پر گفتگو شروع ہوئی۔ ”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قتل عام بن
سعید کی نسبت رائے دی اور گفتگو بلا کہ دو دنوں کی ”وازیں بلند ہو گئیں۔ اس پر یہ حکم مقرر
ہوا۔“

یوں اس معاملے میں ایک طرف تو افضل البشر بعد انبیاء حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
اور دوسری طرف ”شہنشاہ رسالت“ حضرت عمر فاروقؓ کی امتیاز سے تمام مسلمانوں کو تفسیر دی
گئی ہے اور دوسری طرف اس میں ہر سے لئے اور ہر دور کے مسلمانوں کے لئے بھی ایک
مستقل چابک ہے۔ ہر راوی یہ بھی جی ہوا چاہئے کہ ہر مسئلہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ
سے رجوع کریں اور جہاں آپ ﷺ کا کوئی حکم پیش کیا جائے اس کو کھانتا دب و احترام سے
قبول کر لیں کیونکہ رسول ﷺ کا مرتبہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ ادنیٰ سی ہے ادنیٰ ساری زندگی کے
اعمال ضائع ہو جائے گا سبب بن گئی ہے۔

اسی دور میں واقعات کا ایک ایسا سلسلہ رونق پڑا جو جس میں ہم سب کے لئے ایسی
سبق موجود ہے۔ قرآن حکیم کی تعلیمات میں تمام مسلمانوں کے لئے ایسی چابک کا سامان

تو سچ غلط کے مقابلہ کے علاوہ کسی زمانے میں ایک اور ایسی بات ہوئی جس نے حضرت محمد عربی ﷺ قدسہ الہی والہی کی جمعیت خاطر پر بڑا اثر ڈالا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازدواج مطہرات میں کسی سے کوئی راز کی بات فرمائی اور وہ انہوں نے دوسری ازدواج سے بیان کر دی۔ اگرچہ حضور ﷺ نے منع فرمایا تھا۔ وہ بت بھی کچھ ایسی اہم تھی۔ محض یہی کہ اس الہیاتی بات کے پاس ہر مرتبہ آپ ﷺ نے عہد کر دیا کہ اس میں شہد کی بیعت نہ کریں گے۔

وَاذْهَبْ إِلَى الْيَمَنِ بِغُصٍّ فَرُجَاهُ حَذَرًا ۖ فَلَمَّا كُنَتْ بِهِ
وَأُظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ غُصَّهُ وَانْقَرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا
بَيَّنَّاهَا بِهِ قَالَتْ مَرَّ أَتَانِكَ هَذَا قَالَتِ سَأَلَنِي لَعْنَةُ الْحَبِيرِ ۝

”اور جب کہ یمنی (ﷺ) نے اپنی بی بی سے ایک بات چیکے سے فرمائی پھر جب اس الہیاتی بات نے وہ بات (دوسری الہیاتی) کو تلاوی اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ وحی) اس کی خبر کر دی تو رسول اللہ ﷺ نے (ان کا ہر کر دیے والی بی بی کو) قصوری ہی مات تو جتنا وحی اور تجویزی کی بات کمال مجھے سو جب آپ ﷺ نے اس الہیاتی کو وہ بات تلاوی وہ کہیں گے آپ کو کس نے خبر دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھو کو بڑے چاہنے والے، خبر رکھنے والے (اللہ تعالیٰ) نے خبر کر دی۔“ (سورۃ التہیم آیت ۳)

لہذا تعالیٰ نے اپنے ہی برحق کو صرف اس وقت سے خبر دی کہ نہ دیا بلکہ مصمت خداوندی نے کمال ترین انسان کی زندگی کے اس عہد کے پس منظر میں یہ الہی حکم بھی نازل فرما دیا کہ کسی چیز کو طہا حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۚ تَبَيَّنَ مَرْصَدُ
أَرْوَاجِهِمْ ۖ وَاللَّهُ عَوْدُ رَوْحِهِمْ ۝

”اے نبی ﷺ! جس چیز کو اللہ نے آپ ﷺ کے لئے حلال کیا ہے آپ ﷺ (حکم کی) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں (بجوروحی) اپنی ازدواج کی خصوصیت حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ جیسے اللہ تعالیٰ ہے۔“ (سورۃ النور آیت ۳۱)

اس آیت سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ طہا حرام کے تعین کا حق صرف ذات ہادی تعالیٰ کو ہے اور رسول اکرم ﷺ نے جو چیزیں حرام بتائی ہیں وہ وحی الہی کی روشنی میں۔ دوسرے انہیں کہتے ہیں کہ یہ بات ہے کہ باہف مصمت نبی کریم ﷺ کا جو قدم ڈرا بھی غلطانے خداوندی سے ہوا تو ہاں قرآن حکیم میں اس کی خوش کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات بیان طور پر اجاگر سے سامنے آتی ہے کہ حضور ﷺ کی ساری زندگی آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لئے نمونہ اور معیار عمل ہے اور یہ زندگی ایک ایسی کتاب ہے جس کے صحیح نگاہ پر اعلیٰ ترین کی ہے ورنہ میں ایک خط کی نقلی کا احوال تک نہیں ہے۔

اس طرح اہمیت المؤمنین کا جو میں ان کے مرتبہ کے شایان شدہ تھا اسے بھی قرآن کی عہدیت نے محفوظ کر دیا ہے کہ امت اسلامیہ کی بنیاد کے سامنے یہ مثالیں رہیں اور دوسرے مستقیم کو پناہ نکلیں اسی کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم نے اہمیت المؤمنین کے مرتبہ اور وجہ کا مسلمانوں کے سامنے اس طرح پیش کیا ہے کہ ان کی طرف اہل ایمان اور ان کے جہاں طاعت بنانا انسان کے ایمان کی بنیاد رکھا تھا ہے کیونکہ ان کی تحریک قرآن حکیم نے حبت رسول ﷺ کے ساتھ پیچ کر دیا ہے۔

الَّذِي يُؤْتِي بِالْأَلْهَامِ حَسَنًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَآرَوْا أَجْنَاحَهُمْ أَنْفُسُهُمْ

”وہ جس کی ہمت کے ساتھ خود سے نفس سے بھی زدہ و فلق رکھتے ہیں وہ آپ ﷺ کی ازدواج (طہا حرام) ان کی مائیں ہیں۔“ (سورۃ الاحزاب آیت ۶)

یہ کہ وہ جس حضور میں نبی کریم ﷺ نے ایک نامک ازدواج مطہرات وحی اللہ میں سے نہ سمجھ کر ہوا۔ اسی کا اصطلاح شریعت میں ایسا کہتے ہیں۔ اتفاق یہ کہ سرور دو عالم ﷺ کے حق میں نرم گئی جس کے سبب آپ ﷺ کو ایک نامک میں گوشہ گیر ہونا پڑا۔ آپ ﷺ کی اس گوشہ گیری اور معزولیت طہا حرام کو کچھ کر ایک صحابی نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازدواج کو طہا حرام سے دلی ہے اور اس بات کو ایک خبر کے طور پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے دوسرے تک پہنچا دیا اور اس حدیث کی فضا سوگوار ہو گئی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے جہاد سے کام لے کر حضور ﷺ سے حقیقت حال دریافت کی اور جب یہ معلوم ہو کہ یہ خبر درست نہیں ہے تو یہ سخت ”الذکر“ کا خیر و اچھا بنانا کیا کریم و نامک کے ہاں چھٹ گئے اور حقیقت کا سورج چمکنے لگا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں اور حدیث کی فضا کی

عزرونی قسم ہوئی اور مسرت احساس بہر کی طرح غنائیں رنچ گئی۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ قرآن اور اپنے اخذ کردہ نتائج کی تفسیر کی اسلامی معاشروں میں گنجائش نہیں ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ کے کسی بیٹے کی خطبوں ہمارے سے راہ مستقیم بن گئی ہیں۔ انہیں مثالوں سے ہمارے راستے کو کھل بنایا ہے اور شاید ہی انسانی زندگی کی کوئی صورت حال ایسی ہو جس کے سلسلہ میں ہمیں عہد رسنت و آداب ﷺ کے واقعات اور حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے روشنی ملے ہو۔



غزوہ تبوک

فتح مکہ اور غزوہ حنین کے ساتھ ہی جبرائیل نے عرب میں حق و باطل کی کھٹکھٹ فتح ہو گئی۔ لیکن یہ حقیقت خود اس بات کا اشارہ تھی کہ اب اس کھٹکھٹ کا دائرہ زیادہ وسیع ہو گیا ہے، کیونکہ حق و باطل کی یہ کھٹکھٹ تو ازل سے جاری ہے اور آج بھی ہمارے لئے قیامت کا دہانہ کھٹی ہے۔

رومی سلطنت کے ساتھ مسلمانوں کی کھٹکھٹ کی جانب گزشتہ صفحات میں بعض اجماعی و بعض قدرے تفصیلی بیانات پیش کئے جا چکے ہیں۔ حضور ہادی کا نکاح ﷺ سے جب امر اور مسلمانوں کے درباروں کو اپنے وفد بھیجے تھے تو رومی سلطنت کے وزیر اثر بعض قبائل سے تمام سفارتی آداب کو دیکھنے کے حلقہ کرانہ انجلیوں میں سے کئی کو شہید کر دیا تھا۔ ایک وفد کے چندہ رکاب اذات اطوار کے مقام پر شہید کئے گئے تھے۔ بھری کے جیسائی وہاں نے بھی قاصد رسول ﷺ کو شہید کر دیا تھا۔ انہیں واقعات کے بعد ● غزوہ موتہ میں ایک لاکھ سے زیادہ فوج سے قانوس توحید رسالت کے حقین ہزار ہا دے جا کر اسے اور لوگوں کو باطل غالب نہا سکا۔

فتح مکہ کے بعد رومی سلطنت نے یہ بات اور زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کی کہ اگر فوج اس سے نہ بچے، کی جنگ کی زندگی تو یہ ایک سیاسی اور سرکاری طاقت بن کر سلطنت روم پر چھا جائے گا۔ رومی سلطنت کے دربار میں مل و ملندہ نے مسلمانوں سے اپنے سے بے شام کے جیسائی حکمران خاندان مسانی کو چتا۔ دوسرے جیسائی قبائل بھی اس مہم میں ان کے شریک تھے۔ ان کی جنگی تیاریوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ میں ۱۰ کے چار ہتھ سے بچنے کے لئے ہی خطوط کی ”شب مشقی“ کا کھنڈہ لگا کر دیا گیا تھا۔ دویسوں نے شام میں ایک ٹکڑے پر جمع کیا اور یہ ہیں میں ساں بھری کھنڈہ ہانت دی تاکہ وہ اپنے حلقہ کی طرف سے بے فکر ہیں۔ اور غزوہ میں

● ایک۔ دینی ایستادہ رومی سے ہو سکتا ہے کہ اس پر یہ حکم ہوا، اس سے نہ دیکھا۔ بدھلی ہے۔ اس قدر ہے۔ جنگ روم کی سستی بھی یہ بات کے پہلے نہیں مالدوں کی ہجرت کا دور تھا۔ اور اس فی و کر رہا تھا۔ اس سے نہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس میں ملکر مسلمانوں اور مسلمانوں سے دینی آزادی اور اسلام سے کر رہی قرار دیا۔ اور اس کی مشورت و مباحثہ کا یہ عرب اور کوفہ سے ٹکڑوں کے پیچھے ہے۔ کی میں اور بدھلی قلعوں کے سرانجام اور اس کے کالی مسلمان ہیں۔

مناقض کی سازشوں اور سرگرمیوں کا سلسلہ ختم ہوا تھا۔ مدینہ کے منافقین جو عہدِ رسالت کے قحط سے رہا ہوں اور جن کے پیچھے یوں کے ساتھ رابطہ قائم کر چکے تھے۔ وہ انہوں نے مسجدِ نبویؐ میں سازشوں کا گڑھ بنالیا تھا۔ جس کو جب دین کے لئے مسجد کی تعمیر کی گئی تھی۔

جب نبی کریم ﷺ اور اللہ کے فضلِ کردہ علم، اپنے ذرائع اور شام سے آنے والے سوداگروں کے ذریعہ اس تیار کردہ مدینہ پر حملہ کر دی اور خدائی منصوبہ مکمل ہوا تو آپ ﷺ نے عامِ رب بنی کا حکم فرمایا۔ ہر مسلمان کو شرکتِ جہاد کے لئے طلب کیا گیا، اور وہی اسی نے اس طلب پر لبیک کہہ کر ایمان کی طاعت قرار دیتے ہوئے ناپاک جو اس جہاد میں شرکت سے پہلوئی کر کے اللہ و طلبِ اکمل کا حق ٹھکرے گا۔

لَا تَعْرُؤْ اِيْضًا نَفْسَكُمْ عَنِ الْمُبَاہِلَةِ وَ يَسْتَبْدِلُوْا فَوْضَٰلَهُمْ
وَلَا تَتَّخِذُوْهُ شَيْفًا وَ اَلْفَةً عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَلِيْلًا

”اگر تم جنسِ فلو گے (جہاد کے لئے) تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا ●
(بلکہ اگر کدے گا) اور تم اسے بے لادری تم کو بیکار کر دے گا (قرآن اس سے اپنا کام لے گا) اور تم اللہ (کے دین) کو جگہ نہ ضرر پہنچا سکو گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

یہ جہاد کا واقعہ ہے۔ جسکی تقویم کے اعتبار سے اگرچہ نومبر ۶۲۵ء کا مہینہ تھا، مگر سخت گرمی پڑ رہی تھی، سخت قحط سالی کا المیہ، دوسری طرف فتنیں تیار تھیں، اور لوگوں سے ابھی فصل کی سید کے سہارے نہ سون گز رہے تھے۔ بلکہ صورت حال یہ تھی کہ مسلمانوں کی کوئی مستقل فوج نہ تھی۔ ہر مسلمان اللہ کا سپاہی تھا، لیکن اس بار دروز دراز کا سفر و پیش تھا، اور قحطِ دنیا کی عظیم ترین دو طاقتوں میں ایک سے تھا۔ سوری کے جانوروں کے ساتھ اعلیٰ حکم کی فراہمی کا مسئلہ سنگین تھا۔ اس لئے لشکر کی تیاریوں کے لئے فوری طور پر بہت سرمائے کی ضرورت پڑی۔ یہ جماعت سربایہ وادوں کی جماعت تھی جنہیں، یہ ان کی جماعت تھی جنہوں سے اتفاق کو چاہتا رہا تھا اور دراندازی سے کوئی بہرہ نہیں رکھتے تھے، لیکن اس

● کیا آیتِ محمدیٰ ص ۱۰۰ جہادِ مسلمانوں کا یہ مسئلہ نہ کوئی خاص مسئلہ ہے؟ شک نہ ہو کہ یہ ہے اور وہی ہے

”قحط“ کا مقدمہ کرنے کے لئے اہل ایمان سیرسہ پٹائی ہوئی دیوار بن گئے۔ اہل ذاتی ضرورتوں کا نینس کو کھنڈا۔ جس کے پاس جو کچھ تھا اسی کے مطابق چب دی تیار یوں میں حصہ لیا۔ اگر ایک طرف حضرت عمرؓ سے اپنے اندر خشت کا آغا حصہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور حضرت عثمانؓ نے اس میں ایک ہزار اونٹ اور سو گھوڑے پیش کئے تو دوسری طرف حضرت ابو بکرؓ نے انصاری، دوسرے چھوڑے لے کر ہاضم ہو گئے۔ کسی کے حکمت میں کام کر کے انہیں اپنی حادری اور حقِ حجت کے طور پر چور سیر چھوڑا لے گئے۔ آدھے چھوڑے بال بچوں کو دے آئے اور آدھے چھوڑے مسلمانوں کے ”شکری قند“ میں دے دیئے۔ اقبال کی وہ نظم جس میں صدیقی اکبرؓ کے بیان کا ذکر ہے، اسی موقع سے متعلق ہے۔

اک دن رسولِ پاک ﷺ نے اصحاب سے کہا
دیں میں راہِ حق میں جو ہوں تم میں ہاں دار

صدیقی اکبرؓ نے جواب دیا، راہِ حق اور کھر کے اثاثہ میں ہاں چس کا بھی کوئی حصہ الگ نہیں کیا، بلکہ اس رفیقِ نبوت نے تو یہ کہتے ہوئے اپنا سارا سرمایہ نبیؐ کی خدمتوں پر چر دانہ دار بنا کر دیا تھا۔

ع صدیقی کے لئے یہ خدا کا رسول ہی

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ حالاتِ ایسی ہی اٹھارہ کا قضا کر رہے تھے۔ اسماعیلی ریاست قحط سالی کا شکار تھی، موسم بہت سخت تھا، اور مسلمانوں کی دن کیفیت یہ تھی کہ کھانا پین کے لئے سوار یوں کا انتظام کر نہ بھی دے سکتے تھے، طرح طرح کے قحط اور سختیوں کا جہنمِ ایمان جہنم جہنم کا لہروں میں دبائے ہوئے تھیں موت کے نیچے لیکن ان کے لئے سوار کی جانور تھے اور مدینہ سے تنوک کا واسطہ کوئی پونے چار سو میل تھا۔ اور پھر اس جہاد سے پہلے ہی کو ”قند“ یا ”ہم“ کا سامور دراز پڑ گیا تھا، اس سے ان ”سیرسہ سامان“ یا ”چھوڑا“ کا خطرہ بکھڑا ہوا ہی نہ ہو گیا تھا۔ ان کے خطرہ اب کو اس حقیقت کے ساتھ اور بھی بڑھ دیا تھا کہ منافقین نے انہیں اور غرض ان کے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ قرآن کریم نے ان مومنوں کو تسلی دیتے ہوئے انہیں ”محسنین“ میں شامل کیا اور منافقوں کے کھرِ غریب کے پردے چاک کر دیئے۔ منافقوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ کھرِ جہاد رہے ہوں بلکہ انہوں نے انہوں کو ساری اور چھوٹی خبروں کی سمجھ کر پندہ پندہ اپنا اور فتنہ پیدا کرنے کے مواقع

پیدا کرتے رہے۔ یہ منافقین کے علاوہ وہ اعراب بھی جدا رہے جو گئے رہے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ایمان لائے جن کے دلوں میں جگر نہیں بٹائی تھی۔

وَجَاءَ الْمُعَذَّبُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ يُلْذِنُهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ
كُدُّوا إِلَهُهُمُ وَرَسُولُهُ مُنْجِبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ
غَدَابَ اللَّهِ يَسْ عَلَى مَعْصِيَةٍ وَلَا عَلَى لِعَاصِيَةٍ وَلَا
عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفَعُونَ حَرَجَ إِذَا صَخَرُوا لِلَّهِ
وَرَسُولِهِ مَا لِعَامِلِيٍّ الْمُتَحْسِنِينَ مِنْ سَبٍّ وَمَا غَنَى
رَحِيمُهُ وَلَا عَمَلِيٍّ الَّذِينَ إِذَا مَا بَدَأُوا سَحَابَهُمْ قُلْتُ
لَا أَجِدُ مَا أُحْمِلُهُمْ عَلَيْهِمْ سَوَّلُوا وَأَغْنَاهُمْ تَعْبُورَ
الْمَدِينِ خَرَأُوا لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفَعُونَ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى
الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَ وَهُمْ أُغْنِيَهُمْ رَحْمَتِي يَكُونُوا مَعِ
الْمُؤْمِنِينَ وَصَنَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

”اور کچھ بہت بے دل و لک اعراب (دیہاتوں) میں سے آئے تاکہ ان کو (کہہ
دینے کی) گاہز تمل جائے اور (ان میں سے) جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس
کے رسول ﷺ سے بائگلی ہی بیعت لے لیا تھا (اپنے حکمرانی ایمان کے سلسلہ
میں) ہاں اگر کسی نے چاہا ہے۔ ان میں سے جو (آخر تک) کارفرما ہیں گے ان
کو روزِ ناکِ طلب ہوگا مگر روزوں اور کم طاقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ
مرضیوں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو (اللہ تعالیٰ کی راہ اور اس پر اخوت
کرنے کو) میر نہیں جب کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ
غیر میں سمجھوتہ (اور ٹیکہ دلوں) پر کسی قسم کا اثر نہیں اور نہ تعالیٰ
بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں اور نہ ان لوگوں پر
(کوئی گناہ اور ایراس) ہے کہ جس وقت وہ آپ ﷺ کے پاس لے آئے
ہیں کہ آپ ﷺ ان کو کوئی ساری (مطر) جدا کے لئے کہہ دیں تو آپ ﷺ

اس سے کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کر دے تو وہ
اس حالت میں (تاکام) کہ انہیں چاہے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے ”نہو
رواں ہوتے ہیں اس ٹلم سے کہ ان کو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرنے
کو کچھ بھی میری نہیں، پس اہرام (اور گرفت) تو صرف ان لوگوں پر ہے
جو باہر اہل سامان (اور صاحبِ قوت) ہوں گے (مگر میں رہنے
کی کاپرت ہاں ہے میں ہوں) لوگ (نہایت بے خبری سے) مکان میں غور توں
کے ساتھ رہے پر راضی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر میر کر دی جس
سے وہ (گناہ و گناہ) کو چاہتے ہی نہیں۔“ (سورۃ اعراب آیہ ۴۵-۴۶)

رسائل کی ایسی کی کی کہ ہر سے خواہ ہو کہ خواہ مسرت بھی کہ کیا ہے لیکن حضور ﷺ کے
جہانِ رسالت رسول ﷺ کو اپنی زندگی کا مرکز سمجھتے تھے اور اس مرکز کے گرد ہمیں ہزاروں ہزار فرشتے
ہو گئے۔ اب بعد میں سے رخصت کی گئی تھی۔ حضور ﷺ جب بھی ہیندے کی خواہش کی بھی
کام سے جاتے تو کسی نہ کسی کو اپنا قائم مقام بناتے۔ اس موقع پر حیدر کرارہ کے حصے میں یہ
سعادت آئی، لیکن اللہ کا شہر تو میدانِ جنگ میں اپنی گواہ کے جو ہر دکھانے اور اپنے خوس کے
قلمروں سے جنتِ حریہ کے لئے بے قرار تھا۔ اب یہ صورت حال بخدای شریف کی یک
مددیت میں ملاحظہ کیجئے۔

”رسول اللہ ﷺ جب تبوک کے لئے روانہ ہوئے تھے تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو
ہیندے میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ ”کیا آپ مجھ کو بچوں اور
عورتوں میں چھوڑ رہے ہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”علی تم کو خوش ہونا چاہئے کہ میرے
نزدیک تر اور میرا پیار ہے جیسے موسیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاں ہارون رضی اللہ عنہ کا ہے مگر یہ کہ میرے بعد اب
کوئی نہیں آئے گا۔“

زیرِ جب شہرِ ہجری میں حضور ﷺ جب ہیندے سے نکلے تو ہمیں ہزار ہزاروں کے ساتھ دس
ہزار گھوڑے بھی تھے۔ یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کہ ابوبعلی انصاری تک کے ایسا راہِ قرآن بنوں
کا شہر تھا۔ راستے میں دو مقدمات سے جو غلط فہمیوں کی رند و شبہ دلوں کا زور پر رکھتے تھے۔

مجاہد بن اسلام کے قدموں سے کل کی طرح چھٹی۔ حضور ﷺ کے اس طویل جہاد نے ان عرب قبائل کے حصوں کو بیڑ کے لئے پست کر دیا جو روپیوں کی طرف نگاہ امید سے دیکھتے تھے۔ نتیجہ کے طور پر غزوہ تبوک کے بعد سلطنت روم اور ہند کے درمیانی علاقے کی قوتیں مسلمانوں کی بالادستی کو تسلیم کرنے لگیں اور مختلف ریاستوں اور علاقوں کے وفود نے ہندو مت پر زور کیا۔

اللہ جل جلالہ نے اس غزوہ کا مقصد اپنے رسول کی معرفت اسی وقت اہل ایمان پر واضح کر دیا تھا اور یہ مقصد اسی سفر کے ذریعہ حقیقت بن کر نظروں کے سامنے آ گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ
وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ
”اے ایمان والو! ان کافروں سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو
تمہارے اندر سختی پانا چاہیے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ (اور اس کی مدد) متقیوں
کے ساتھ ہے۔“ (سورۃ قہر آیت ۱۲)



قوم مشرک کے دو مکانات جو پہاڑوں کا چکر پڑ کر تراشے اور تعمیر کئے گئے تھے اور جن کی جگہیں اور مضبوطی پر انکس اتنا یقین تھا کہ مذہب الہی کو اٹھان نہ کھٹے تھے اور پھر خرافات نہ بن کر رہ گئے۔

حضور اکرم ﷺ نے لشکرِ مسلم کو دعائیت کی کہ وہ اللہ کے مذہب سے بناوا لگتے ہوئے تیزی کے ساتھ اس علاقہ مذہب سے بڑھ جائے۔ یہاں شدتِ قیام کی مٹی جی بورت اس علاقے کا پانی پی گیا۔ تبوک پہنچ کر فوج مجاہدین کو قیام کا حکم دیا گیا۔ یہاں یہ حقیقت سامنے آئی کہ روپیوں نے حضور ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں کی لشکر کشی کی خبریں کر سہ سے اپنی فوجیں پٹانیں۔ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء نے کوئی دین نہ تبوک میں قیام فرمایا، پھر ہندو اسی کا حکم دیا۔

جب نبی ﷺ فرج حق نکلاں اس کے ساتھ لوہاں مدینہ میں پہنچے تو وقت نے جیسے ماضی میں سفر کا شروع کر دیا اور وہ صبح ایک بار پھر طلوع ہوئی جب حضور ﷺ حیرت فرما کر شرب کوہ پینا لہی ﷺ بنانے کے لئے یہاں پہنچے۔ ایک بار پھر معصوم بچیاں اور عصمت و عفت کے پیکر گھروں سے نکل آئے اور ان کے لبوں پر وہی کلمات استہلال تھے، وہی غنہ فضاؤں میں پراپٹاں تھا۔

طلع البدر علینا
چاندیم پر طلوع ہوا
من فیصات الوعاع
وہاں کی گھاٹیوں سے
وحب الشکر علینا
مداہنا اللہ داج
شکر ہم پر واجب ہے
جب تک اللہ کو پکارنے والا کوئی شخص بھی باقی ہے

غزوہ تبوک مسلم کے مذہب کا ایک اور نمونہ بنا۔ غزوہ تبوک کے بعد دروہ کا نکات ﷺ نے فرمایا تھا۔ ”اس سال کے بعد اب قریش والے تم پر چڑھائی نہیں کریں گے۔ اب تمہارے لشکر ان کی طرف بغیر کریں گے۔“ اور غزوہ تبوک کے بعد اہل عرب اور عاق کی تمام قوتوں کو معلوم ہو گیا کہ رومہ انکھری کی عظمت کا پچا مد گہنا چکا ہے۔ رومہ رومہ انکھری جس کے لشکر سے برقی کے پر ہم تمام انسان کی بالادستی کو شکست میں تبدیل کر دیا تھا۔ پھر غزوہ تبوک میں حضور ﷺ کا شام کی طرف سفر ایک اشارہ رہا باقی تھا۔ اور اسی اشارہ کو سمجھتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بعد غزوات میں مدنی لشکر نے اسی راستے کو اپنا راستہ بنایا۔ حضور ﷺ کے نقش قدم و مدد و نصرت کی طرح اس راستے پر چمک رہے تھے اور پھر شام کی سرزمین

غزوہ تبوک کے بعد

مسجد خضراء۔ کعب بن مالک۔ حج اور برأت۔ عام الوفود

غزوہ تبوک کے بعد میں ابوہریرہؓ اور مسجد خضراء کا ذکر کیا چکا ہے۔ حضور ﷺ نے یہ تشریف لے کر سب سے پہلے مسجد تبوک کی تعمیر فرمائی تھی۔ وہ مسجد جس کی بنیاد قرآن مجید کے فرمان کے مطابق پیچھے ہی دن سے توفی پر رکھی گئی تھی۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی سرکردگی میں جماعت مؤمنین نے مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کی۔ یہ بند کے مسلمان مسجد نبوی میں نماز ادا کرتے تھے اور مسافعات مدینہ کے مسلمانوں کے لئے مسجد تبوک تھی۔ اس مسجد کے ہوتے ہوئے منافقوں نے ایک اور مسجد بنا رکھی تھی اور اسے اسلام کے خلاف اپنی سازشوں کا مرکز بنایا۔ یہ منافق اندرونی بیادیت کے ساتھ ساتھ سلطنت روم سے بھی ساز باز کر رہے تھے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے لشکر نصرت کے ساتھ مدینہ سے تبوک کی طرف روانہ ہونے لگے تو ان منافقوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ اس مسجد میں ایک نماز کی امانت فرمادیں تاکہ برکت کا سبب بن سکے۔ ان منافقوں کے ارادے اور سازشیں نبی برحق پر اسی طرح آشکارہ تھیں جیسے ان کے چہروں میں منافقت کی گچھیں ہوئی کہانیاں آپ ﷺ نے فرمادیا کہ مجھے تبوک سے واپس آئے دو۔

جب نبی کریم ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے لگے تو مدینہ پہنچنے سے پہلے فرمایا کہ اب اس مسجد کے بارے میں فیصلہ کرنے کا وقت آگیا ہے اور فیصلہ یہ تھا کہ اس مسجد کو آگ لگا دی جائے۔ قرآن حکیم نے اس مسجد کو مسجد خضراء قرار دیا ہے کیونکہ اس کا مقصد اسلام کو نقصان پہنچانا اور مسلمانوں کے درمیان چھوٹ ڈالنا تھا۔

آپ ﷺ کے منتخب کردہ صحابہؓ، نبی جماعت سے آپ ﷺ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی مسجد خضراء میں مقدس درمیں کو پناہ دیا کیونکہ آپ ﷺ کے سب سے آپ ﷺ کو دیات فرمادی تھیں کہ

• یا نبی! میں نے تمہاری قبر پر کھڑی ہوئی ہیں؟ میں کہہ رہی ہوں کہ تمہارے ہاں میں میری جاتی ہے اور تمہاری مسکن میں میری قبر ہے۔

وَعَسَى الْأُخْلَةُ أَنْ يَسْخُلُوا حَتَّى إِذَا صَافَتْ عُلْفُهُمْ
لَا رُحْصَ سَدٍ رَحَتْ وَصَافَتْ غُلْفُهُمْ أَنْفُسُهُمْ وَطَلُّوا
أَنْ كُفِّ مَسْحَامُ اللَّهِ الْأَنْفِ لَهُمْ نَابَ عَلَيْهِمْ "يَبْنُونَ"
إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَوَّاثُ الْغَوَّاثُ ۝

"اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے حال پر توجہ فرمائی مہاجرین اور انصار کے
صاف پر بھی مہاجرین نے بھی کئی سے وقت رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا یہ توجہ
کے کہ ان میں سے ایک گروہ نے دل میں کچھ نزول اور کئی دھکی جی برسر
تعلیل سے ان کے حال پر توجہ فرمائی کہ جب اللہ تعالیٰ روف اور رحم (شفیق اور
مہربان) ہے اور ان عین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ بتائی
کردیا گیا تھا یہاں تک کہ جب ان کی پریشانی کا یہ عالم ہوا کہ میں اپنی فراموشی
و وسوسہ کے باوجود ان پر شک ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے شک آگئے
اور انہوں نے سمجھا لیا کہ اللہ (کی پکار) ہے کہیں پتا نہیں لائی جی جی اس کے کہ
اسی کی طرف رجوع کیا جائے اس وقت وہ غافل توجہ کے قائل ہوئے اللہ
تعالیٰ کی طرف رجوع رہا کریں یہ کلمہ اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرماتے
اور (توجہ قبول کرنے والا) اور بہت رحم ہے (حدیث صحیحہ) (آیت ۱۰۰-۱۰۱)

اس تیسری کتابوں کی دینی کیفیت کو قرآن پاک نے چند لفظوں میں سمیٹ لیا ہے کہ میں
پنی فراموشی کے ہاوصف اس پر شک ہونے لگی اور وہ خود اپنی جان سے شک آگئے۔ حضرت کعب
بنہ کلب نے اس حالت اور اس کی کیفیت نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی ہے
میں ان کے بیٹے عبد اللہ بن کعب کی روایت کے ساتھ بخاری شریف کے صفحہ ۱۷۸ پر لکھا گیا
ہے۔ یہ بخاری کے باب ۴۷ کے پہلی حدیث ہے۔ اس حدیث کو تفسیر سے انحصار کے ساتھ
قبول کیا جاتا ہے کہ کعب بنہ کلب کے ہاوصف میں ایسا واقعہ شریف پیش کیا گیا ہے۔
"تو کہ کے وقت میں میری حالت بہت بھی جی خفا آگاہ ہے کہ اس سے پہلے کبھی میرے
پاس دو سواریاں میں نہیں ہوتی تھیں

آنحضرت ﷺ کا دستور تھا کہ جب جنگ کا ارادہ فرماتے تو صاف صاف (مقام بھاریکا) پتہ

تھا ان اور جنگ نہیں جانتے تھے بلکہ کچھ سیم نظام میں ظاہر کرتے تھے۔ لیکن جب تو کہ (کے
غزوہ سے) کا وقت آیا تو آپ ﷺ سے مسلمانوں کو پورے طور پر آگاہ کر دیا کہ ہم تو کہ چاہتے ہیں
اور تو کہ پوری تیاری کرلو۔ گئی بہت شدید تھی، راستہ طویل اور بے وقار اور دشمن کی تعداد
زیادہ تھی

کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا جو اس زلزلے میں شریک نہ ہوتا چاہتا ہو۔ غرض محمد ﷺ نے جہاد
کی تیاری شروع کر دی اور یہ ارادہ تھا کہ یہ وہ پاک رہا اور اسے میں جینا چاہتا ہوں
ہوتا تھا۔ سب لوگ تیاریاں کر رہے تھے اور میں ہرج و مرج کو بھی سوجھتا تھا کہ میں تیاری کروں گا کیا
جلدی ہے۔ میں تو ہر وقت تیاری کر رہا ہوں۔ اسی طرح دن گزارتے رہے اور ہر ایک صحابہ
ﷺ روانہ ہو گئے۔ میں نے سوچا کہ میں ایک دن کی تیاری کر کے راستے میں اس لشکر کو جا
پکڑوں گا۔ غرض دوسری صبح کو میں نے تیاری کرنی چاہی مگر نہ ہوئی۔ تیسرے دن بھی یہی ہوا
اور پھر میرا راز یہی حال ہوا۔ اب سب لوگ بہت دور نکل چکے تھے۔ میں نے کئی دفعہ کہہ
کہ آپ ﷺ سے جا ملوں مگر یہ مقدمہ میں نہ تھا۔ کاش ایسا کر لیتا۔

"آنحضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں مدینہ میں چلا بھرتا تو مجھ کو پتہ
نہ تھا نظر آتے تھے، یہ انداز آتے جو کہ وہاں صغیر اور بچہ تھے۔ مجھے بہت افسوس ہوتا تھا
آنحضرت ﷺ جب یہ تشریف واپس لا رہے تھے تو میں سوچنے لگا کہ کوئی ایسا حیلہ بھانا
تھا آجائے تو آپ ﷺ کے لئے سے مجھے بچا سکے۔ میں اپنے خاندان کے کچھ دارو کوں سے
مشورہ بھی کر کے لگا کر جب یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ کے بالکل قریب آئے ہیں تو میرے
دل میں بھانہ سازی کا خیال دوا ہوا کہ میں مجھے یقین آگیا کہ مجھ کو آپ ﷺ کے لئے سے مجھے
نہیں بچا سکے گا۔"

"غرض کہ اس طریقہ کو جب سطرے سے انہیں آتے تو پہلے سجدے میں جاتے اور رکعت اٹھا
فرماتے۔ اب خوں کو جیسے دیکھتے تھے انہوں نے کچھ نہ ہوئی اللہ میں "ان شرع کیا اور اپنے بیٹے
عزیز بیان کرنے لگے اور میں کہنے لگے۔ یہ لوگ ۸۰ تھے وہاں سے کچھ زیادہ۔ آنحضرت ﷺ
نے ان کے بعد تشریف لے لئے اور اس کے دوسرے خیالات کو اللہ کے ع سے کر دیا۔

میں بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام پیش کیا۔ آپ ﷺ نے غصہ آور قسم کے

چاند بھائی ابوالقادر کے باغ میں پہنچے اور اسے سلام کیا۔ مجھے اس سے یہ دعوت تھی مگر خدا شاہد ہے کہ اس نے میرے سامع کا جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا: "ابوالقادر کیا تم نہیں دے سکتے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے تقویٰ ملے۔" میرا بھائی حاضر رہا۔ پھر میں نے قسم کھا کر یہی بات دہرائی اور وہ خاموش رہا۔ میں نے تیسری بار یہی بات دہرائی تو اس نے صرف یہ کہا: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو خوب معلوم ہے۔" پھر مجھ سے خطبہ دہن کا اور آنکھوں سے تسکین کا سلسلہ جاری ہو گیا اور میں لوٹ آیا۔

ایک دن میں بازار سے گزر رہا تھا کہ ملک شام سے وفد فروخت کرنے کے لئے مدینہ آنے والا ایک یہودی تاجر لوگوں سے میرا پتہ پوچھ رہا تھا۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر کے کہا: "کعب بن مالک وہ جا رہے ہیں۔" دوسرے نے پاس آیا اور فطمان کے نصرانی حکمران کا خط مجھے دیا اس نے لکھا تھا کہ "جہاد سے رسول اللہ ﷺ کو بہت فائدہ ہو کر ہے۔ میں اور تمہیں ذلیل کر رہے ہیں۔ تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ ہم تمہیں نہایت عزت و اکرام کے ساتھ رکھیں گے۔" میں نے سوچا کہ یہ دہریہ آؤں یا نہیں ہے (اب کافر میرے ایمان کی قیمت لگا رہے ہیں) میں نے خط کو گم کر کے تھک دور میں ٹھونک دیا۔ یہ تھا میرا جواب۔

اور وہ بچا سوال سن رہا تھا۔ میں فخریہ نہ کر کے بعد اپنے گھر کے پاس بیٹھا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ زندگی ایک عذاب بن گئی ہے، اور زندگی کی وسعت میرے لئے تنگی میں بدل گئی ہے۔ کہتا ہوں کہ میں کوہِ معلیٰ پر کسی خدا دینے والے نے نکار کر کہا اے کعب بن مالک تم کو بشارت دی جاتی ہے کہ یہ سارے سننے کی حق باتوں سے بعد میں گم ہو گیا۔

اب تو کوہِ میرے پاس اور میرے دوسرے دونوں ساتھیوں کے پاس خوش خبری اور مبارک باد دینے کے لئے بھاگ بھاگ کرتے تھے۔ ایک صاحب (زبیر بن العوام) گھوڑا بھاگاتے ہوئے میری طرف آئے اور اپنی سلم کے ایک آدمی نے کوہِ معلیٰ پر چڑھ کر ہاں کی بلند جوں سے میرے سے بشارت ملو کا خواہر لگا دیا اور اس کی آواز میرے کانوں میں گونجی تھی۔ (زبیر) دوسرے پاس آیا تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کو دے دیئے اور ابوقت دو سے دو کپڑے لے کر جانکے لئے کیونکہ اس وقت میرے پاس وہی دو پارچوں کا کاغذ لباس تھا۔

میں حضور ﷺ کی خدمت میں ماضی کے سنے پہنچا ہوا روانہ ہوا۔ راستے میں لوگوں کا ایک

ساتھ جواب دیا۔ میں آپ ﷺ کے سامنے (دو زانو) ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: "کعب تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے حالانکہ تم نے تو سواری کا انتظام کر لیا تھا۔" میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اگر میں کسی اور کے سامنے ہوتا تو حیلہ بہانہ کر کے چھوٹ جاتا کیونکہ میری زبان میں خوب روانی ہے، لیکن جانتا ہوں کہ اگر آج میں جھوٹ بول کر آپ ﷺ کو راضی کر بھی لوں تو کل اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو مجھ سے ناخوش کر دے گا اس لئے میں سچ ہی بولوں گا۔ اللہ میرا ہد ہے اور اسی سے مجھے مغفرت اور بخشش کی امید ہے۔ خدا کی قسم میں قصور وار ہوں۔ بل دولت کی فراوانی کے باوجود میں شریک چھاؤں ہوں۔"

"آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر فرمایا کہ کعب نے سچے بات بیان کر دی۔ اچھا جاؤ اور اب اپنے بارے میں اللہ کے حکم کا انتظار کرو۔" فرض میں اللہ کر چلا تو نئی سلم کے آدمی بھی میرے ساتھ ہوئے اور کہنے لگے: "تم نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح حضور ﷺ کی خدمت میں کوئی عذر پیش کر دیا ہوتا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا کوئی اور بھی ہے جس نے میری طرح اپنے گمراہ کا اقرار کیا ہو۔" کہنے لگے کہ ہاں دو آدمی اور بھی ہیں ایک مراد بن رافع عمری اور دوسرے بلال بن اسد رافعی۔ یہ دونوں صالح مسلمان تھے اور خود بدہ میں شرکت کا شرف حاصل کر چکے تھے، ان کا نام سن کر مجھے سکون حاصل ہو گیا کہ میں ان کا ہم قسمت ہوں۔

"حضور ﷺ نے تمام مسلمانوں کو گمراہ کیا کہ تم نہیں سے بات چیت نہ کریں اور کوئی سرکار نہ رکھیں۔ اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے میں کوئی جانتا نہیں تھا۔ زمین و آسمان بدل گئے۔ فرض پچاس راتیں اسی حال میں گزر گئیں۔ میرے دونوں ہم قسمت تو گھر بیٹھے رہے، مگر میں ہمت والا تھا، لگتا رہا۔ نہ زکی نہ عاصم میں شریک ہوتا اور باز آدمی نہ تھا۔ کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا۔

"میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری دیتا۔ میں سلام کرتا تو مجھے ہر گنا جیسے آپ ﷺ کے ہونٹ تل رہے ہوں اور آپ ﷺ سلام کا جواب نہایت کر رہے ہیں۔ پھر میں آپ ﷺ کے قریب ہی تو زادوار کرنے لگتا اور جب مجھے موقع ملتا تو میں چپکے چپکے آپ ﷺ کو دیکھ کر جاتا جب میں غم میں ہوتا تو آپ ﷺ مجھے دیکھتے رہتے، لیکن جب میری نظر آپ ﷺ سے جاتی تو آپ ﷺ کا ہاتھ پیر لیتے۔

"اس کیفیت میں کتنے دن بیت گئے۔ میں لوگوں کی خاموشی سے عاجز آ گیا اور پھر اپنے

انعام تھا جو مجھے مبارکباد دینے کے لئے بھیج ہو گیا تھا۔ میں جب مسجد نبوی ﷺ میں پہنچا تو حضور ﷺ کے پاس لکھی ہوئی چھینچھوٹے تھے۔ طہرین عید اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ کر روزے اور صلا کی کیا اور پھر کہا کہ: "دو" میں من کا یہ احسان کسی نہیں بھولوں گا۔ اور جب میں سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کیا تو آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے پرکھ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اے کعب! یہ دن جس میں مبارک ہوا جو تمہاری پیدائش سے سترے کرب تک تہذیبی زندگی کا بحرین دن ہے۔" میں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! (ﷺ) یہ معنی "پ" ﷺ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی طرف سے۔" حضور ﷺ جب خوش ہوئے تھے تو چہرہ مبارک پر نئی طرح چمکے لگا اور میں ہم آپ ﷺ کی خوشی کو بچانے کا تے تھے۔

میں سے حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں اس نجات اور معافی کا شرف دیکھنے کے لئے اپنا سامان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے خیرات کر دوں یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ مال پانے لئے روک لو۔ میں نے کبوتر دوے لئے کبوتر دوے گا۔ میں نے عرض کیا جیسا اور شان میں اپنا خیر کا حصہ خیرات کرتا ہوں۔ اور میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! صدق سے مجھے نجات دلائی ہے اور میں اپنی باقی ماندہ زندگی بچاؤں گا۔ حج کے سوا کچھ نہیں۔ خدا کی قسم! حج جو سے شاید ہی کسی پر پس رمت آتی ہو جیسی مجھ پر ہوئی۔"

مکہ مکرمہ ۱۰ھ میں حج ہو چکا تھا، لیکن اس سال حج شریک کے زہر میں ہی کیا گیا تھا لیکن یہ صورت حال بدل چکی تھی۔ اب مسلمانوں کا قتلہ اس سے نہ بچ سکتے تھے۔ چکا تھا۔ حیرہ لڑنے عرب سے شریک پہنچا ہو چکا تھا۔ اس میں منظر میں اب تہذیبی شریک کے جھین لینے کا وقت چکا تھا مگر نبی ﷺ حکم الہی کے منتظر تھے۔

جبکہ وہ اپنی پر آپ ﷺ نے حج کے لئے تین سو مسلمانوں کی ایک جماعت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجی۔ اس جماعت کی روانگی کے بعد ہی سورۃ التوبہ (سورۃ تائت) کے آیتیں پڑھ کر کھانڈ بولے، یعنی ابراہیمی بنائیں (۲۷) آیات۔ اس اعلان برأت کو مسلمانوں اور شریکوں تک پہنچانے کے لئے نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کریم اللہ وجہہ کو روانہ فرمایا۔ ۱۰ھ کے حج میں مسلمانوں اور شریکوں کے مابین جنگ نہ ہوئی۔ حضور ﷺ نے قربانی کے لئے جو ذبائح ساتھ کئے تھے وہ دیکھ کر اصرار میں کبر جیسے نے خفا برپا فرمایا۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورۃ توبہ کی آیات پڑھ کر تائیں۔ پھر ہر ایک کے تحت چاروں کے بعد شریکوں سے تمام معاہدے منسوخ ہو جانے کا اعلان کر دیا گیا۔ یوں اس کے پاس ۱۰ رجوع الہی تک اسے مستقل کے بارے میں فیصلہ کرنے کا وقت تھا۔ جنگ یا ملک بدری یا قبول اسوہ ۱۰ھ اس وقت کے لئے اس کے بعد شریکوں کو مکہ مکرمہ میں رہنے کا حق نہیں تھا۔

سورۃ توبہ کی آیات کی تلاوت کے بعد حضور ﷺ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ اس سال کے بعد کوئی شریک حج نہیں کر سکے گا اور خدا نے کعبہ کے گرد ہر ہر طرف ممنوع قرار دے دیا گیا۔

سورۃ التوبہ کی جو آیات حضرت علی کریم اللہ وجہہ نے لوگوں کو ہر اہل الہی کے حضور پڑھ کر سنائی تھیں ان میں یہ حکم موجود تھا کہ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَلْعُسْطُورُوْنَ جُنُوْدُ جِسْرٍ عَلٰۤى اَقْرَبُوْا
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَلٰمِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ جَعَلْتُمْ غِيْلَةً فَاَنْتُمْ
يُعَذِّبُكُمُ اللّٰهُ مِنْ غِيْلَتِهِ اِنْ شَاءَ اَللّٰهُ عَسٰى يَّجْعَلَكُمْ
اُمَّةً يَّتُوبُ اِلَيْهَا فَاَكْفُرُكُمْ (۱) اے مسلمانوں! تمہاری فوجیں جو مسجد
الحرام کے پاس پہنچنے والی ہیں، (سورۃ توبہ ۱۰)

اور اسی آیت کے اگلے کلمے میں یہ وضاحت فرمادی گئی کہ اللہ پر توکل رکھو۔ ۱۱ھ کے نہ آنے اور ان کے دولت نہ خرچ کرنے کی بناء پر جیسے نفس نہیں جیسے کا اور تہذیبی سے خوشی کی دوسری سبیلیں کا لگے۔ حضور ﷺ نے اسی حکم قرآنی کا اعلان فرمایا کہ حضور پر اس موقع پر کریا۔ یہ اسلامی ریاست کے سربراہ کے طور پر شریک کے لئے آپ ﷺ کا حکم تھا۔

سورۃ التوبہ ۱۰ کا "اور اہل ایمان انہی کا سا ہے۔" اور اس پر سورۃ المائدہ ۱۰ سے مست کے دستورالعملیت دیکھی ہے۔

سِرَّاءُ قَسَمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَلَيْسَ الْفُسْطُورُ غِلَظَتُمْ
اَلْعُسْطُورُ كَس ۝ فَمِنْ حُوْا هٰى الْاَصْرَ رُبْعَةً اَشْهُرًا وَّعَلِمُوْا
مَنْكُمُ عَنِ مَّعْجَرِى الْاَلِيَّةِ ۚ وَاَنَّ اللّٰهَ مُعْجِرُ الْكَلِمٰتِ ۝

"اعلان برکت ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان مشرکوں سے جن سے تم سے عداوت ہے۔ اے نبی تم لوگ ملک میں چور مبینے اور گھوم پھرو، اور یاد رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کو گناہیں کر سکتے اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ معجزین حق کو رسوا کرنے والا ہے۔" (سورۃ بقرہ آیت ۱۷۷)

یہ اعلان عام آخر بخشی، ذی الحجہ کو کیا گیا اور قرآن حکیم نے اس موقع کا ذکر کر کے حج کی معجزت کو کس طرح بھر دیا ہے۔

وَأَذِّنْ لِلَّهِ بُرْءًا ۚ يَوْمَ تُبْعَثُونَ ۚ أَلَمْ تَكُنْ مِنَ الْمُنْذَرِينَ ۚ وَرَسُولُهُ خَافُكُم مِّنْهُوَ ۖ فَهُوَ حَقِيرٌ لَّكُمْ ۚ وَاتَّخَذْتُمْ عِندَهُ عِزَّكُمْ ۚ وَتَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ ۖ وَتُخَاطَبُ فِيهَا الْمَلَائِكَةُ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ عَلِيمٌ

"اعلان عام ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تمام انسانوں کے لئے حج کی حج کہہ دوں کہ اللہ شریعتیں سے بری اللہ ہے اور اس کا رسول ﷺ بھی اب اگر تم لوگ توپ کر لو گھا اسے قتل ہی بھرتے ہو اور جو منہ جھیرے ہو تو جب بھوکو کرم اللہ وجہہ لکھیں کر سکتے اور اسے نبی الٹا کرنے والوں کو دکھا دینے والے خطاب کی خبر سنا سکتے۔" (سورۃ بقرہ آیت ۱۷۷)

مسلم کے معاشرتی احکام تو بدنی زندگی کے آغاز ہی سے نازل ہونے لگے تھے۔ اسلامی معاشرے کے قیام اور شخص کے لئے یہ حکام بنی تھے۔ اب سیاسی اقتدار اور باطنی کے حصول کے بعد ایسے معاشرتی اور سیاسی احکام بننا ضروری تھے جن کے نفاذ کے لئے قوت کی ضرورت تھی۔ حشر میں سورۃ معلقہ خرام قرآنہ دیا گیا اور اسی سال آیت درجہ نازل ہوئی۔

(۴)

حج مکہ کے بعد ہی قبائل عرب نے فوج دیا کر پڑھ لیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ پر تو مستقبل کے منظر عام سے کتاب کے صفحات کی طرح کھول دیئے تھے اور حضور ﷺ مختلف مسلمانوں اور فکر نوں کو اپنی فطرت و غور و فکر سے پیہری اور اس بار فرما چکے تھے۔

حشر میں جن لوگوں میں رومیوں کے بغیر جنگ کے پسا ہونے کے بعد قبائل عرب اور یزید کی طاقتوں نے یزید کی اسلامی ریاست کے ساتھ ہی بنیادوں پر معاہدات کو درست کرنا شروع کیا۔ اب یزید کی سر زمین، عرب اور جزیرہ عرب کے قبائل اور قوتوں کے وفود کا غیر مقدم کر رہی تھی۔ وفود کے ارکان اسلامی ضرورت کی سے اس وجہ متاثر ہوتے کہ سیاسی شرائط اور معاہدہ کو قبول کرنا اسلامی دولت کو اپنے لئے جن بیٹے، بی بی، عمارتی عمارتیں بنی، یعنی یزید، عبدالمطلب اور دوسرے قبیلوں کے وفود دینے تھے۔ سیرت ابن ہشام میں ان وفود کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ بی بی کے وفد میں قوم کے عداوت کے ساتھ ساتھ ان کے شاعر و خطیب بھی تھے جن کا معاشرہ اسلام کے شاعر اور خطیب سے اور اسلام کے حقائق گھر کر سامنے آئے۔ بی بی کی طرف سے ان کے عظیم خطیب عداوتیں جب نے اپنی "قوم" کی برتری پر خطبہ دیا۔ اس کا جواب ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کے حکم سے دیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنی خبر و غرور سے ہر بات کو توڑ دیا۔ جب انہوں نے اپنے خطبہ میں کہا کہ "تم لوگ انصار راہی اور ذرائع رسالت ہیں" تو ایک نے اٹھ کر جہنمی شدت سے ابھرا۔

وہ شخص کی قیادت اور قیادت کی جگہ کر اور اور یزید، اپنی قوم۔ پھر جو قیادت کے شاعر و زبان نے اپنا قیادت بنا دیا اور اس کے جواب میں حضرت حسن بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے شعر پڑھے۔ اور اس مناظرہ وقت بلکہ بعد اسلام کی برتری اور صداقت کو قیادت کے رد کے تسلیم کر لیا۔ اس واقعہ سے شعر و ادب اور زبان و بیان کا حقیقی معرکہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ آج ادب میں اہل بیت اور عقیدت کا چرچا عام ہے۔ یہی اسلامی دین ہے۔ نبی کے وفد میں یزید انہیں اور حاتم طی کے بیٹے عری بن حاتم بھی شامل تھے۔ دونوں کو اللہ نے ایمان کی دولت سے نوازا اور یزید انہیں کو حضور ﷺ نے زید الخیر کا لقب عطا کیا۔

حضور ﷺ نے اپنے وفود بھی تبلیغ اور تعلیم اسلام کے لئے روانہ فرمائے۔ معاذ بن جبل، ابوسوی، خالد بن ولید اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بعد دیگرے یمن کے علاقے میں بھی گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب یمن میں قیادت ہوا ان حضور ﷺ کا وفد پڑھ کر نہایت قاطعانہ رسالت ﷺ کے علی قیادت کے دلوں کو کھول دیا واری محسوس میں پور قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کھد کے درمیان باطل اور صحیحی۔ آپ ﷺ

مکہ نبوی ﷺ میں تشریف لے رہے تھے جب کہ آپ ﷺ نے اپنا "خدا بخشنے والی" کتاب لکھ کر اپنے پیروں کو پیش کی۔ "برکت و برکات" کے ساتھ ہی جو یہاں پر مسلمانوں کو پہنچا رہا ہے۔

وہ خزانہ کا ذکر یہیں کیا جا چکا ہے۔ حضرت خاندن علیہ السلام نے بحران میں تعلیم اسلام کا کام کیا اور ان کے ساتھ ہی خزانہ کے احوال مرثیہ کا ایک مقدمہ پیش کیا۔

گھر چھٹ چکی تھی۔ اسلام کے سورج نے عرب اور روم کے حکاموں کو منور کر دیا تھا۔ اس سورج کی کرنیں کتنے ہی دلوں میں چائیں ہوئی چاروں طرف سے روشنی روشن دلوں والے۔ ایسے سورج بنے کہ انسانی تاریخ کے صفحات اور وقت کے احوال "ج" بھی ان کی چھوٹ اور چمک سے منور ہیں۔ دہائی آخر قرآن ﷺ سے حضرت خدیجہ رحمہ اللہ عہد عرب کے ساتھ اپنی رسالت کا اعلان کر کے جس طریقہ کا حاکم کیا تھا وہ اپنی کھلی کی "قرنی حدوں کو پھور پاتا تھا۔" اور دوسرے میں واقعات کی تیز رفتاری جیسے افق میں سبز شاد اور شاد تھی۔ "خ" مکہ غزوہ موت وغزوہ حنین، غزوہ تبوک، عام الحودہ، سورۃ البقرہ کے زمانہ نزول کے بارے میں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ "س" حضرت ﷺ کے اعلان "ج" سے پہلے نازل ہوئی اور اسی کی روشنی میں آپ ﷺ نے اعلان "ج" فرمایا۔ لیکن قوی تر شواہد ان کے مطابق یہ صورت چیز انوارا کے دوران نازل ہوئی۔ یہ "قرنی" کی صورت ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ ہر صورت یہ بات تو واضح تھی کہ اللہ کے حبیب کو اللہ تعالیٰ نے وصاحت یا شہادے سے یہ بتا دیا کہ آپ ﷺ انسانی سے آٹھ گز اونچے پر آج پڑتا ہے۔



حجۃ الوداع

حضور نبی کریم ﷺ دین کے ہر شعبے میں اپنی ذاتی مثال سے امت کے لئے طریق کار مرتب فرما چکے تھے۔ عذراہ تبوک کے بعد مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلے حج بھی کر لیا تھا لیکن دین کے اس اہم رکن کے مناسک و طریق میں حضور ﷺ کی تفصیلی مثال اگلی قافلوں میں ہوتی تھی۔ یہ وہ مرحلہ تھا کہ آپ ﷺ نے "س" شہادہ یحییٰ کے تحت حج کا راز اور پھر اعلان فرمایا تاکہ تاہم قیامت مناسک حج پر حضور ﷺ کے عمل کی ہر مشیت ہو جائے۔ یا شہادہ یحییٰ وہی الہی کی صورت میں بھی محفوظ ہے۔ یہ ہے قرآن حکیم کی سورۃ البقرہ۔

"جب اللہ کی نصرت آجائے اور فتح حاصل ہو جائے اور (اے نبی ﷺ) تم دیکھو کہ وہ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو، اور اس سے مغفرت طلب کرو، پہلے شک و جواب (ہوا) تو یہ قبول کرنے والا ہے"

حضور ﷺ کے پہلے حج اسلام کو حجۃ الوداع یوں کہا جاتا ہے کہ یہ اس اعتبار سے "آپ کا آخری حج بھی تھا اور پھر یہ حج تھا جس میں آپ ﷺ نے ذاتی امت کو "وداع" کہا اور "آپ کے الوداع" پر نکلتا یا امیر مشرقی اور خطبہ "قرنی" کی صورت میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر گئے ہیں۔ یہ حج وہ موقع تھا جب آپ ﷺ دھاک سے زیادہ سکناہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کی معیت میں اپنے شب دروز گزارے اور آپ کے ہر عمل کا حوالہ لیا کہ "ج" بھی حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کے آرزو مندوں کی راہیں روشن ہیں۔ اس حج کی اہمیت کے پیش نظر اس کی تفصیلات اور جزئیات ہمارے ذہنوں میں ابھرنے لگی ہیں۔ علامہ سادات اقصیٰ کی کتاب "ازاولہ" اسی چاروں حج "آپ" کے ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ذاتی قعدہ کے مینے میں سفر حج کا اعلان فرمایا۔ وہ اسباب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے ہر در کے میدان میں حج کا راز وغزوہ تبوک تک ہر راہ میں آپ کا ساتھ دیا تھا وہ اس سفر کے لئے ہر تہا رہ گئے۔ صبح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے منظر ایک دہر

حرم میں داخل ہو کر حضور ﷺ نے کعب کا رخ کیا۔ حجر اسود سامنے تھا۔ وہ پھر سے آپ نے میں نصب فرمایا تھا کہ عرب کے قبیلے ایک خور پر جنگ سے بچ گئے تھے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے حجر اسود کا پیر لیا اور پھر کعب کا طواف کیا۔ حجر اسود جس نے حضور ﷺ کے کس کو اس کو سے آج تک سنی ہی نسلوں اور ملکوں کے گھٹت مسئلوں کے کیوں تک منحل کیا ہے، آج بھی اس کو کی یاد سے قلب منومن کی طرح ہلک رہا ہے۔ طواف کے بعد آپ مقام ابراہیم پر تشریف لائے اور یہاں پر کعبہ پر بھی۔

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ

(مقام ابراہیم کو کعبہ کا گود بناؤ) اس جگہ حضور ﷺ نے دور کعبہ نماز پر بھی اور مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان رکھا۔ حضور ﷺ کے اسی محل سے طواف کے بعد دور کعبہ نماز کو واجب بنا دیا ہے۔

نماز دو گانہ کے بعد آپ نے حجر اسود کا استیلام کیا اور درمیان سے باہر نکل کر کعبہ صغیرہ تشریف لے گئے، جب کہ وہ صغیرہ کے نزدیک پہنچے تو یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۚ

”بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔“

اس موقع کی دوسری تفصیل مدائن منورہ اور میرت کی دوسری کتابوں میں دیکھ کر جانتی ہیں۔ مکہ میں چار دن قیام کے بعد آپ ۱۷ ذی الحجہ کو تشریف لے گئے۔ عہد اور عصر کی نمازیں یہاں ادا کی گئیں۔ یہ حضرات کان تھا۔ اور جب مسجد کا سورج طلوع ہوا تو ”مشرقِ باختر“ کا یہ قافلہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قیادت میں عرفہ کی طرف روانہ ہوا۔ نروہ میں آپ ﷺ کا خیر کما چا چکا تھا۔ آپ ﷺ اس خیر میں آرام فرمایا اور جب دو پہر داخل ہوئی اور زوال کا وقت پہنچا تو وہ انسانیت کے لئے ہنگامِ عرفہ تھا۔ حضور ﷺ اپنے باق قصور پر سوار ہوئے اور میدانِ عرفات کے وسط میں اس مقام پر پہنچے جو آج بھی ہر مسلمان کے لئے محترم ترین مقامات میں سے ہے۔ عرفات کے میدان میں اس چوٹی کی چوٹی تک پہنچنے کے لئے کتنے ہی مسلمان ہر سال جگہ جہاد میں قاتل ہے تاہم بڑے بڑے کرتے ہیں۔ یہ قاتل

• (اصحاب) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے یہ مقام ۱۲۰ ہجری میں پہنچ کر ۱۲۰ ہجری میں

بکھرنے کے لئے زندہ ہو گئے۔ اور اب تو ان سابقین الاولیاء کے علاوہ یہ پر راعلاقہ اہل اسلام کا علاقہ تھا۔ بعد میں مسلمان ہونے والے اپنے جیش و جوش کی سعادت پر رشک کرتے تھے اور اب زیادہ سے زیادہ وقت نبی کریم ﷺ کی معیت میں گزارنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اعلانِ حج سننے ہی پر یہ کئی حضرات درود کے علاقوں سے بھی مسلمانوں کے قافلوں میں پہنچنے لگے۔ ہر رات بے باق ہو کر طرفِ خیبر ہی سے نظر آنے لگے۔ ۲۵ ذی القعدہ ۱۱ کو حضور ﷺ نے نازک حکم کے بعد آغا سطر رہا۔ ایک لاکھ سے زیادہ قافلوں آپ کے ساتھ تھے۔ ان احرام پوشوں کی تحریک میں آج راتے نرم ہو گئے تھے اور جب راتیں ﷺ نے اپنے رفیق اہل کعبہ کر کے کہا۔

لَيْكَ اللَّهُمَّ لَيْكَ ۖ لَا شَرِيكَ لَكَ لَيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَ

مُعَافَاتُكَ وَالسَّلَامُ لَا شَرِيكَ لَكَ

تو ایک، کھلیوں سے تنہی آواز بلند ہوئی۔ لیک لیک لیک لیک۔ اسی ہم نوائی، اس بحر سے پہلے ہی رسول کے صدر میں چھلکی اٹھی۔ وہ مشت جو جنگ و حیات میں بے ساز و برباق نکلا تھا آج اس کی شوکت کی معراج کا دن تھا۔ آج یہ تنہا خداؤں سے بیت اللہ اس کا درونِ شوق کے سفر کا آغاز دیکھ رہی تھیں۔

۱۲ ذی الحجہ ۱۱ صبح اللہ کے آخری رسول ﷺ کو کہ معتمر میں داخل ہوتے دیکھا۔ بیت اللہ کا دل فردِ شوق سے دھڑکنے لگا۔ وہ گھر میں اللہ کی رضا کے لئے حضور ﷺ کے جدا ہر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر پر کیا تھا، آج اس قبر کے مقصد کی تکمیل کا دن تھا۔

نواہم کے پہنچے گھر میں سے نکلے۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے جن بچوں کو اونٹ پر بٹھالیا۔ کوئی بچہ گئے میٹھا کوئی پیچھے، اور جب کعبہ حرم پر پہن کر نبی کریم ﷺ کی نظر پڑی تو خوشی کے آنسو آنکھوں میں گز رہے۔ یہ الفاظ آپ کے کپڑوں پر تھے ”اے رب کعبہ! اپنے گھر کو عزت اور شرف عطا فرما۔“ اور آپ نے فرمایا کہ واللہ جو واحد ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، وحیت اور موت کا خالق ہے اور جو ہر چیز پر قادر ہے، اس نے اپنے بندہ کے ہڈی کے اٹھادھہ پورا کر دیا اور باطن کی تو میں نکلتی کی گود میں سو گئیں۔

جو بہت مختصر ہے اور بہت طویل ہے۔ حضور ﷺ نے اس چوٹی پر کھڑے ہو کر وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو خطبہ چیمہ اوداع کے نام سے معروف ہے۔ یہ خطبہ انسانیت کے اس عہد حاضر کے قیام کا منظر ہے جو اب مستقبل بھی آپ ہے اور جس میں ہمارے مذہب سے متعلق آئے ہیں۔ دو عہد حاضر جو قرآن حکیم کی پہلی آیت کے ساتھ شروع ہو اور جس کا دامن، دامن اللہ سے بندھا ہوا ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ نے ایک طرف ان لوگوں کی انفرادی زندگی کو بہت بڑا دیا ہے تو دوسری طرف ایک اجتماعی نظام قائم کر دیا۔ وہ اجتماعی نظام جو مساوات، صہبائی اقدار، عدلیہ عمرانی اور انسانی امکانات کی تکمیل سے عبارت ہے۔ یہ قدریں اس نظام کی کھلی چند رویتیں ہیں۔ رہائے کی بے شمار کروٹوں کے باوجود حضور ﷺ کی رہائے سے نکلے ہوئے اللہ عزوجل بھی اسی ایک ہی تار بند اور رستہ میں ہیں، بلکہ حق یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ اس پیغام کی عظمت بڑھتی ہی گئی ہے۔ اس میں اپنی تمام تر ذات، تجزیوں اور ہم کے باوجود آج میں ناقوسیت کی گانگ پہنچا ہے اور اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا یہ خطبہ اقلیت کے مقام بلکہ کی تعمیر اور قرآن حکیم کے اس ارشاد کی تکمیل ہے کہ "اسے اس طرح اہم نے قبول و شوق کو قبول کے لئے بنایا ہے، اختیار کے لئے نہیں۔ اللہ کے نزدیک وہ عزت صرف تھوٹی ہے۔"

"اقبال" کے حضور ﷺ کے اسی خطبہ کی طرف اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے۔
 کہ لئے دیا خاک بھیڑا کو یہ پیغام
 جمیعت اقوام کے جمیعت آدم
 حضور ﷺ کے خطبہ چیمہ اوداع کا عربی متن اور اردو ترجمہ میں میں پیش کیا جا رہا ہے۔

خطبہ چیمہ اوداع

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بِخَمْدِہٖ وَتَسْتَعِیْزُہٗ وَتَسْتَعِیْزُہٗ وَتَسْتَعِیْزُہٗ وَتَسْتَعِیْزُہٗ
 وَتَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّہٖ وَتَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ سَبَاتِہٖ اَعْمَلٰہِ
 مِّنْ یَّہْدِہٖ اِلَیَّہٗ فَلَا مُصِیْبَ لَہٗ وَمَنْ یُّصَلِّہٗ فَلَا حَاقَی لَہٗ
 وَشَہِدُ اَنَّ اِلٰہَہٗ لَا اِلٰہَہٗ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ مَا لَمْ یَلْکُ
 وَنَہٗ اَلْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیَمِیْتُ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا سَمَہٗ وَحْدَہٗ اَنْجَرُ وَعَدَہٗ وَبَصَرُہٗ عِنْدَہٗ وَہَرَمُ
 الْاَحْرَابِ وَخُذَہٗ بِاِلَیْہِہَا النَّاسُ اَسْمَعُوْا قَوْلِیْ هَآئِیْ لَا اُرٰی
 وَتُکْرِہٗ اَنْ یَّجْمَعُ فِیْ ہٰذَا الْمَجْمَعِ۔ وَلَا یَجْعَلُ بَعْدَ
 عَامِیْ ہٰذَا اَنْبِیَآءَ النَّاسِ اِنَّ سَمَہٗ یَقُوْلُ یَا اَنْبِیَآءَ النَّاسِ اِنَّمَا
 حَلَمْتُکُمْ مِّنْ دُکْرِیْ وَنَسِیْ وَجَعَلْتُکُمْ شُعُوْبًا وَفِیْہِمْ
 تَعَارُفًا اِنَّ کَرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ تَعْلَمُکُمْ فَنَسِیْ لِّیْرِیْ عِیْ
 عَمِّیْ فَصَلِّ وَالْعَمِّیْ عِیْ عَرَبِیْ وَلَا اَسُوْدُ عَلٰی
 اَنْبِیَآءِ وَلَا یَصْرِ عَلٰی اَسُوْدِ فَصَلِّ اَلَا تَلْقَوْنَہِیْ۔ اَلْاَنَسُ
 مِنْ اَدَمَ وَاَدَمَ مِنْ شَرَابٍ۔ اَلَا کُلُّ مَائِرَہٗ وَذَمَّ اَوْمَانَ
 بِدَعٰی بِہٖ فَمِنْ نَحْبِ قَدَمِیْ هَآئِیْ لَا سِنْدَہٗ الْبَیْثِ
 وَسَفَافِہٖ الْحَاجِ۔ ثُمَّ قَالِیْ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشِ لَا تَحْتَسِبُوْا
 بِالْمَدِیْنَةِ حَمْلُوْا بِہَا عَلٰی قَرَابَکُمْ وَیَحِیْیُ النَّاسُ بِالْاَحْرَہٗ
 فَلَا اَنْفِیْ عِنْدَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَافَہٗ۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِّنْ اَمْرِہَا عَلَیْہِہٖ نَحْتُ قَدَمِیْ مَوْضُوْعَہٗ۔
 وَدَعَاہَا عَلَیْہِہٖ مَوْضُوْعَہٗ۔ اِنَّ اَوَّلَ دَمِ اَضْعَمَ فِیْ دَعَاہٖ
 اَنْ رِیْضَہٗ مِنَ الْحَارِثِ وَکَانَ مُسْتَرْصَعًا فِیْ بَیْتِ سَعْدِہٖ۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ بِخَمْدِہٖ وَتَسْتَعِیْزُہٗ وَتَسْتَعِیْزُہٗ وَتَسْتَعِیْزُہٗ
 وَتَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّہٖ وَتَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ سَبَاتِہٖ اَعْمَلٰہِ
 مِّنْ یَّہْدِہٖ اِلَیَّہٗ فَلَا مُصِیْبَ لَہٗ وَمَنْ یُّصَلِّہٗ فَلَا حَاقَی لَہٗ
 وَشَہِدُ اَنَّ اِلٰہَہٗ لَا اِلٰہَہٗ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ مَا لَمْ یَلْکُ
 وَنَہٗ اَلْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیَمِیْتُ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

اَلْاَنَسُ! اِنَّ دَعَاکُمْ وَامَوَالِکُمْ وَغَرَاصَکُمْ عَلَیْکُمْ
 حَرَمٌ اِلَّا اَنْ نَعُوْذَ بِرُحْمَتِکُمْ کَحَرَمِہٖ یَوْمَکُمْ ہٰذَا۔ وَکَحَرَمِہٖ
 شَہْرِکُمْ ہٰذَا فِیْ ہٰذَا کَرَمِہٖ۔ وَاَنْکُمْ تَسْتَفْقُوْنَ رُحْمَتِکُمْ

فِي سُلُوكِكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ۔

يٰۤاَيُّهَا اسَاسُ اِنَّ لَكُمْ عَلٰى سَابِغِكُمْ حَقًّا وَّلَهُنَّ عَلَيْكُمْ
حَقًّا، وَلَكُمْ عَلَيَّهِنَّ اَلْوِطْءُ فَرُشَتُهُمْ غَيْرُكُمْ، وَلَا
يُدْجَلْنَ اَحَدٌ تَكْرُهًا وَّلَهُنَّ يَوْمَ تَكْمِلُ اِلَآدِيَهُنَّ، وَعَلَيْهِنَّ اَنْ
لَّا يَأْتِيَنَّ بِمَا حَشَىٰ مُبِيَةً اِنْ مَعَدَّ فَلَا اِلَهَ اِلَّا اَدْنٰ لَكُمْ
نَ تَهْتَدُوْنَ هُنَّ فِي الْمَصَاحِفِ وَاَنْ تَصْرِفُوْا صِرَافِيْنَ مَرِيضٍ
فَاَنْ تَهْتَبِى لِهِنَّ رَرْقِيْنَ وَكَسُوْنَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔

لَا يَجِدُ لِمَرْأَةٍ تَعْتَمِدُ مِنْ مَالِ رَوْحِهَا شَيْئًا إِلَّا
يَذَرُهَا وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ كَمَا فِئْتَهُنَّ غَوَّانُكُمْ لَا
يَمْلِكُ لِنَفْسِكُمْ شَيْءٌ أَنْتَقُو اللَّهَ فِي الْأَسَاءِ فَإِنَّكُمْ لَتَنصُرُونَ
أَمْرَ اللَّهِ وَاسْتَعِذْ بِلَدُنْكَ رُبَّ حَبِيبٍ يُكَلِّمُكَ اللَّهُ

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ اعْطَى كُلَّ دَنٍّ حَقَّ حَقِّهِ
فَلَا وَصِيَّةَ لَوَارِثٍ مِنْهُ أَكْثَرُ مِنْ الثَّلَاثِ، وَالْوَلَدُ لِلْغَنَى
وَالْغَنَى لِلْحَجَرِ، وَجَسَابِهِمْ عَلَى الْغَنَى، ادْعَى إِلَى عِيبِ
يَسِهِ وَأَتَمَّنِي إِلَى عِيبِ مَوَالِيهِ، فَتَعْلَمُ بِعَدْوِ اللَّهِ بِالَّذِينَ
مَقْصُودُ الْوَالِدِ عَارِفُهُ، وَالْمُحَنَّةُ مَرْغُودُهُ، وَالْمَرْغُومُ عَارِمُهُ.
أَلَا لَا يَحْبِسِي خَافٍ إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ، أَلَا لَا يَحْبِسِي خَافٍ
عَلَى وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٍ عَلَى وَالِدِهِ.

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَكُونُوا مِثْلَ النَّاسِ الَّذِينَ كَانُوا يَكْفُرُونَ
مِنْهُمْ وَلَا تُغْنِي عَنْكُمْ كُفْرُهُمْ شَيْئًا مِنْ شَيْءٍ

أيها الناس انكُلْ مُسْلِمَ إِخْوَانِ الْمُسْلِمِينَ، وَأَنْتَ الْمُسْلِمِينَ إِخْوَانُ

لَوْ تَاكُم اَطْعَمُوهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَاَكْسُوهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ
اَلَا فَلَآ تَرْجِعُوْا بَعْدَ اِذْ كَفَرْتُمْ بِهٖضَبٌ بَعْضُكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
فَمَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ لِمَاقَةٍ فَلْيَدْعُ اِلٰى مُرْءٍ اَوْ ثَمَنَةٍ عَلَيْهَا
اِنْ اَمْرٌ عَلَيْكُمْ عِنْدَ مَجْدُعٍ اَسْوَدُ يَفْقَدُكُمْ بِكَرْبِ اللّٰهِ
فَاَسْمِعُوْا لَهُ وَاُطِيعُوْا

أَيُّهَا السَّاسُ إِنَّهُ لَا نَحْيَ بَعْدِي وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ كُفْمِ-

وَأَمَّا قَدَرُكُمْ فَيَكُمُ مَاذَا تَصَلُّوْا بَعْدَ إِسْلَامِكُمْ أَتَعْصِمْتُمْ بِهِ
 كِتَابَ النَّبِيِّ وَأَمَّا كُمْ وَالْعُلُوْمُ الدِّيْنِيَّةُ إِذَا عَلِمْتُمْ مِنْ فِكْرِكُمْ
 الْعُلُوْمُ الدِّيْنِيَّةِ وَأَنَّ الشَّيْطَانَ قَدِيسٌ مِنْ أَنَّ يَعْصِي
 أَرْضَكُمْ هَذَا لِمَا وَلَكُمْ تَكُوْنُ لَهُ طَاعَةٌ بِهَا تَحْقِرُونَ مِنْ
 عَمَالِكُمْ مَرْضِي بِهِ فَاحْذَرُوا عَلَى ذِكْرِكُمْ

فَاعْتَدُوا لَكُمْ بِوَسْطَىٰ أَحْسَنِكُمْ بِوَسْطَىٰ أَشْهَرِكُمْ وَأَدْوَىٰ رَكُوعَةِ السُّورَةِ طَيِّبَةً بِهَا لَكُمْ، وَحَقَّ أَيْتُ رَبِّكُمْ، وَالطَّيِّبُ أَوْ لَا أَمْرُكُمْ، نَذَحُوا أَحَدَهُ رَبِّكُمْ.

أبها ساس! إنما السبب في زيادة في الكفر بصل به الذين
كفروا بحلوه علماء وحرّموه عاملا وصوا عدة
ما حرم الله، محلّوما حرم لله وحرّموا ما حلّ الله،
وإن امرأان قد امتدّار كهنته يوم حق مسماوات
والأرض، وإن عدة الشهور عند الله اثني عشر شهرا
منها أربعة حرم، ثلاثة متوالية، ورجب قصر لدى
ش جمادى وشعبان.

کا یہاں ہم تک پہنچا دیا اور نصرت کا حق ادا کر دیا۔

اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہلکی آواز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور ہمارے

لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ! اگر کوئی ہمارا اے اللہ تو

گوئیور ہمارا اے اللہ تو گوئیور ہمارا۔"

نقطہ چھ الوداع آپ نے مل جل کر فرمایا۔ اس خطبہ کے نکات کی تشریح کے لئے دہتر ہے

کرن چاہیے مگر انصاف کے باوجود اس خطبہ کے بہت سے پہلوؤں کو بھی آج کے مسلمان کا

ذہن اپنی گرفت میں کسی تفسیر و وضاحت کی حد تک بغیر لے سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے اس خطبے

میں اتحاد و اتفاق کی ہدایت فرمائی، تعلیم و تہذیب کی اس وجہ تاکید کی کہ "مکتی جنتی نلہ" کی

احادیث بھی مسلمانوں کے لئے آج تک جہادِ خیر ہے۔ حضور ﷺ نے عورتوں کے حقوق کی یاد

دہائی کر مائی۔ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی میں عورتوں کے حقوق اور "زادہ" کے

کے نئے جوہر تکین چلائی گئیں اور جو کچھ تھا اور لکھا گیا ہے ان کا مجموعہ بھی تاریخ اور ضم کی میران

میں رسول اللہ ﷺ کے اس ایک جملہ سے کہیں سبک تر ہے کہ "عورتوں کے معاملے میں بھی

تقویٰ اختیار کرو اور یاد رکھو کہ تمہارے عورتوں پر اور تم پر عورتوں کے حقوق ہیں۔" تقویٰ کے

تصور کو اسلام میں جو بنیادی اہمیت حاصل ہے اس کو ظہر میں دکھا کر ہی اس جملے کو سمجھا جاسکتا ہے۔

جس کے خطبہ کے متن میں بیان کیا گیا، خدا شاد فرما کر آپ کے اپنے فریضہ نبوت کی

ادائیگی کے بارے میں لوگوں سے شہادت طلب کی۔ تاریخ کے اس جملے کو تصور مومن کے لئے

جادو بن کر آیا ہے۔ جب آپ نے چاروں طرف دیکھا، ہر طرف ایمان کی شراب کے ستارے

تھے۔ اس سب سے پہلے اسی وادی میں حضور نبی کریم ﷺ نے ادا کی وادی نے اس عسکر میں اپنے رب

کی پیغام کی اشاعت کے "حرم" میں ہجرت فرمائی تھی اور آج یہ وادی اسی پیغام کی تکمیل کا مرقع

تھی۔ ایک ماٹھ سے زیادہ زبانوں نے شہادت دی کہ عظیم ترین رسول ﷺ نے فریضہ

رسالت پکی تمام انکیت کے ساتھ انجام دیا اور رسولِ عربی ﷺ نے آسمان کی طرف انکیت

شہادت بلند کر کے عین حریفہ فرمایا کہ "اللہم اشہد"

رسول اللہ ﷺ تین مرتبہ اللہ جل جلالہ کو اپنا گواہ بناتے اور بارگاہِ ربِ اعزت سے جواب د

اتا، یہ جیسے ممکن تھا۔ اللہ نے رسول اکرم ﷺ کے فریضہ رسالت کی تکمیل کی شہادت ہی وقت

اجادت کسی کو دکھوے جو عسکرِ جہاد کی گرتی میں ہیں اس لئے ان کے ساتھ تم

ایکے برتاؤ کے پابند ہو، عورتوں اپنے سعادت کو خود میں چل سکتیں، اس لئے

عورتوں کے سعادت میں اللہ تعالیٰ کا حکم اختیار کرو، تم نے اس کا اللہ تعالیٰ

کی انصاف کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے دو قسم پر

مطاب کی گئی ہیں، اسے لوگو اللہ تعالیٰ نے تم میں واروں کو (میراث میں) ان

کا حق عطا کیا ہے، اس لئے کسی کو کسی کے حق میں ایک تہائی سے زیادہ وصیت

کرنا جائز نہیں، اپنے نسب کی کسی کی بیوی (بہرہ) سے (بہرہ) سے (بہرہ) سے (بہرہ) سے

جس نے بدکاری کی اس کے لئے سزا ہے اور ان کا صاحب اللہ تعالیٰ کے کھڑے

ہے، جس نے اپنے باپ کے عطا کردہ کسی اور سے اپنے نسب کی نسبت کی، یا

جس غلام نے اپنے مالک کے عطا کردہ دوسرے سے اپنے باپ کو نسب کیا، ان

پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، قرآن ادا کیا جائے، عاریتی بیوی حیر واپس کی

جائے گی، ادا ان ضامن کے کھڑے ہوگا۔

"یاد رکھو! مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار ہے، جیسا باپ کے جرم کا اور باپ بیٹے کے

جرم کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔"

"کسی کے لئے بھی اپنے بھائی کی چیز نہیں، ہاں اگر وہ خوش دلی اور

رضامندی سے دے دے تو چاہئے، تم اپنے باپ اور چچا کے ذمہ دار ہو۔"

"ہم کو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان آپس میں بھائی

بھائی ہیں، تمہارے غلام تمہارے غلام (اور تمہاری ذمہ داری سے) ہیں، تم

جو کچھ کھاتے ہو وہ ان کو کھانا دلاؤ جو خود پیٹتے ہو انہیں پہناؤ۔

"ہمیرے بعد کسی طرف شہادت چاہنا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو،

جس کے پاس کوئی انصاف کی بات ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اسے ٹھیک طور پر لوٹا دے

اگر تم پر کوئی غلام جیسی امیر عطا کیا جائے اور وہ اس کا مالک اللہ کے مطابق امور

سرا لیا دے تو اس کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

"اے لوگو! میرے بعد کسی بھی شخص اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔"

”اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایک چیز چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم کتاب اللہ سے مضبوطی کے ساتھ وابستہ رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے اور دین میں غلطی اور مبالغہ سے بچے، کیونکہ تم سے پہلے کی قومیں غلطی اللہ بین کی وجہ سے ہلاک ہو گئیں اور شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سر زمین میں بھی اس کی عداوت کی جائے گی لیکن اگر معمولی باتوں میں بھی اس کی اطاعت کی گئی تو وہ اس پر بھی راضی رہے گا، جس اپنے دین (اور اس کی خلافت) کے واسطے مژدہ دیتے ہو۔“

”اپنے رب کی عداوت کروا دینا یا انجوں نمازیں ادا کرو اور اپنے (وضاں کے) پیچھے کے روزے نہ کھو اور اپنے اسوہ کی زکوٰۃ ادا کرو اور پوری خوش دلی کے ساتھ اپنے رب کے گھر کا حج کرو اور اپنے امیروں کی اطاعت کرو (یوں) تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔“

”اے لوگو! میں (حلال و حرام میں) دو بدلے لکھ کر کی زبانی کا سبب ہے اس سے نکار کر رہا ہوں تھے وہ دوا کی سال میں (حرام میں) کو (حلال کر لیتے تھے اور دوسرے سال حرام کر لیتے تھے تاکہ یوں حرام میں کا شمار ہوتا ہو جائے، لیکن اب نہ آسمانوں اور زمین کے ہم خلق کی بیعت کی طرف مت آجیے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سال کے وہ مہینے ہیں، ان میں چار حرام ہیں اور تین مہینے مکمل ہیں۔ اور ان میں سے دو رجبہ، جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔“

”جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ہمیری بات ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں کیونکہ وہ بہت سے لوگ جن غیبی بات پہنچنے کی بے شک وہ اسے اس وقت پہنچانے والوں سے زیادہ غلط فہم رکھیں گے۔“

”اے لوگو! تم سے میرے حقیقی پوچھا جانے کا تو کیا کہو گے؟ (اس پر) لوگوں نے کہا ”ہم شہادت دینی کے آپ نے امانت ادا کر دی ہے اللہ تعالیٰ

دی اور ان الفاظ میں۔

اَللّٰهُمَّ اَخْفِ لِحُجَّتِمْ دِيْنَهُمْ وَ تَعَمَّتْ عَلَيْهِمْ بَعْمَنِي وَ رَضِيتْ لِحُجَّتِمْ اِسْلَامَ دِيْنِ

”آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنا عہد پوری کر دی اور تمہارے لئے اس بات کو پسند کر لیا کہ تمہارا دین اسلام ہو۔“

اللہ تعالیٰ کی اس شہادت کے بعد آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ قرعہ صریح آپ کو پڑھا ہوا ہوئی تھی کہ معراج انوار میں بن گئی اور نبی زکوٰۃ آپ سے دین کا ستون اور اپنی آنکھوں کی خشک کر دیا، اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے دین کے کامل ہونے کا اعلان آپ کی زبان حق صدارت کر لی تو فوراً قامت مسعود کی دعوت کا حکم دیا گیا۔ ان کے بعد آپ نے ظہر کی دو رکعتیں اور اظہار میں اور اس کے بعد عصر کی دو رکعتیں۔

اور انجیل صلوٰۃ کے بعد آپ ﷺ کو وقف ہر آئے۔ عرفات کے میدان میں وقوف کی یہ جگہوں مؤمن کو اپنی طرف آپ بلاتی ہے۔ یہاں آپ نے اپنی سواری کی پیٹھ پر بیٹھے بیٹھے دیر تک اپنے رب سے باتیں کیں۔ اپنی قزاقی کا شہر، اس کی عظمت و جلالت کا اعلان، گریب و زاری، مرکز اہمیت عہد و عہود کے درمیان جیسے اس شہر کو کوئی بد و حال نہیں رہا تھا۔ صلیبہ کرام رسولان اللہ علیہم السلام، جن میں ایک نوحی اضطراب سے گزر رہے تھے۔ وہ اضطراب جو تینے کے رسائل سے ہر گرد اور میل کو بہرہ معرفت کے سند میں معصومیت اور صفائے باطن میں ڈھال دیتا ہے۔ ”مصورا کرم بھٹانے دے کے داران ہے بہر کہ، تھوں کو یہ نہ قدمی کے مقابل رکھتا تھا، جس طرح ممکن ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ اور ہونٹوں پر یہ دعا بھی۔“

”اے میرے غلط الامیر! اکل منہ سے اور تو ہمیری جگہ کو دیکھتا ہے اور تو میرے مجبور اور غلام کو جاتا ہے اور ہمیری کوئی بات تھ سے غلط نہیں رہ سکتی۔ میں مصیبت زدہ ہوں، میں غلام ہوں، میں فریاد کے گرجے سے رہا ہوں، حاضر ہوں۔ میں تمیری پناہ کا طالب ہوں، پریشان ہوں، ہر سال ہوں، اپنے

کو یوں ہوا۔ اے اللہ! جو جلی سے محبت رکھتے تو مجی اس سے محبت رکھ۔ اس خطبہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ان کے رب نے بعد میں پیدا ہونے والے "تختہ مصیبت" سے اسی طرح "گاہ گرد" تھا جس طرح آپ ﷺ لائین سے وقت تھے، اسی لئے خلف موات پر آپ ﷺ نے حضرات یحییٰ بنی امیہ، حضرت عثمان کی نصیحت بین فرمائی۔ یہاں تک کہ خطبہ "مہم فہر میں" آپ ﷺ نے فرمایا کہ

اَقْلَمُوا بِاللَّيْلِ مَنْ يَهْدِيْ اَيْسَىٰ بِمَكْرِ وَعُثْمَرُ

"کہ تم میرے بعد دین کے معاملات میں ایسا کرنا اور مکر کا اہتمام کرنا"

وہ دن کا وقت تھا جب سو اہل بیت کے مناظر آپ ﷺ کی نگاہ میں چلے گئے۔ آپ ﷺ نے "گاہ گرد" کو دیکھ کر تین بار تکبیر ادا کی اور ارشاد فرمایا: "کوئی نبی نہیں ہے سوائے اللہ کے" وہ واحد ہے اور شریک ہے سلطنت اور ملک اسی کا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نوٹ کر آ رہے ہیں تو یہ کرتے ہوئے، مہمات کرتے ہوئے، اللہ کے سامنے اپنی بی بیٹائیاں بچہوں میں جھگڑاتے ہوئے، اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرتے ہوئے۔ اللہ نے اپنا وعدہ چاکر دکھایا اور اپنے بعد سے کوہرت عطا کی۔ اور اس نے تمام حقوں کو کشتہ دے دی۔

یہ نہ منورہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدون کے وقت داخل ہوئے۔ یہاں سرائی منیر کی واہی اپنے موقف کی طرف تھی جو اپنے رب کے اذن سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عالم انسانیت کے لئے روشن سورج بن کر آیا تھا۔



عالم جاوید کی جانب

یہ اودار کے دوران دین کی تکمیل کی نوید دی جا چکی تھی، مگر حضرت انبی کی آمد کے ذکر کی صورت میں یہ حقیقت اہل ایمان کے سامنے پیش کی جا چکی تھی کہ نبی کریم ﷺ کا کار و سراسر مکمل ہو چکا حضور ﷺ نے ایک ایسی امت کی تشکیل فرمادی تھی جس میں صدیق ﷺ تھے جس نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ کی برصداقت کی تصدیق کی اور سب سے آپ کے بعد بھی اپنی صدیقیت کا اظہار کرتا تھا، وہ وہاں واقع تھا جس کی شہرہ پیکر وہاں، عزم کراں اور لگاؤ تھا جو ہمیں نے حق و باطل کو محض کز حیات میں الگ الگ کر دیا تھا، وہ نبی ﷺ تھا جس نے یہ حقیقت آشکار کی کہ

کافر کی یہ بچکان کہ آفاق میں گم ہے

مؤمن کی یہ بچکان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اور وہ علی مرتضیٰ ﷺ تھا جس کی حدودیت سے معجزہ خیر کو سراہا اور جس کا ہم، معلوم نبوی تک پہنچنے کا دیباچہ ہے۔ یہ اودار کے خطبہ میں بھی حضور ﷺ نے اپنے سرچاؤ کی طرف اشارے فرمائیے تھے۔

"وہو! میری بات سنو، میں نہیں کہتا کہ آنکھ بھی ہم اس طرح ہم جیسے ہو نہیں سکتے"

اور خطبہ کے آخر میں حضور ﷺ کا تین مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ

"اے میرے سدا پالو گوار ہوتا"

اللہ تعالیٰ کی بلا تو ان کے مطابق حضرت قائم لائین ﷺ نے اپنے سفر آخرت کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آپ ﷺ اپنے رب سے ملنے کے لئے بے یمن تھے۔ اور ہیں آپ کے اشتیاق کے پیش نظر یہ جمل نے اپنے حبیب و محبوب کو "وصل حق کی اجازت عطا فرمائی۔"

حضور ﷺ کی مہم رات اور استغراق میں اضافہ ہوتا گیا۔ آپ ﷺ کے رب نے یہ اودار کے دوران آپ ﷺ سے فرمایا تھا کہ، فسبح بحسبہ ربک واستغفرہ۔ اور آپ ﷺ

نے اس حکم کے مطابق قبیل و تنج میں پانچ وقت گزارنا شروع کر دیا۔ اپنے اصحاب کے ساتھ آپ ﷺ کے معاملات اور رعایا میں زیادہ درست، شفقت، محبت اور نرمی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ الوداع کے ریلوں کو آپ ﷺ نے بے حد شفقت کے ساتھ رخصت کیا۔ اس رعدوں کے ساتھ ساتھ ان زعدوں کا تیسرا بھی آپ ﷺ کے قلب مبارک میں قہ جاس دینے سے بچنے لگے۔ ان میں سب سے زیادہ حق شہدائے اُحد کا تھا۔ حضور ﷺ شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لے گئے تاکہ وہ بھی آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو سکیں۔ آپ ﷺ نے نہایت رقت کے ساتھ شہدائے اُحد کی مغفرت کے لئے دعا فرمائی اور اس طرح رخصت ہوئے جیسے کوئی چاہے دار اپنے اعراسے ملی کر رخصت ہوتا ہے۔ پھر آپ ﷺ مسجد نبوی کے سرکاری طرف گئے اور اسی کرامت سے فرمایا

"میں تمہارے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہوں اور خدا کی قسم اچھے حواس کی طرف دیکھ رہا ہوں اور میں تم کے خدایوں کی نیکیاں مجھے عطا کر دی گئی ہیں۔ اور خدا کی قسم مجھے اس کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد حشر میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن میں اس سے ڈرتا ہوں کہ تم حصول دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگو گے۔"

ان الفاظ کا دیکھنے والی امت کے لئے نبی کریم ﷺ کی محبت کا اندازہ کیجئے۔ ایک طرف شہدائے رخصت ہو رہے ہیں اور دوسری طرف اپنے اصحاب سے خطاب ہے۔ اور تیسری طرف مشفقین کے لئے ہوں میں بھائی تھے ہوتے والے دار کے استیصال سے خطاب ہے۔ حضور ﷺ کے لئے ان کے رب نے جب چاہا وہ نہ تو ایک لمحہ میں بدل کر اس کے تمام امر اور رموز اور واقعات ان پر ظاہر کر دیئے۔

شہدائے اُحد سے ملاقات کے بعد نبی کریم ﷺ ۱۸ اور ۱۹ صفر ۱۱ھ کی درمیانی شب کو جنت البقیع تشریف لے گئے جو مسلمانوں کا عام قبرستان تھا۔ یہاں آپ ﷺ کے کئی چنانچہ مسلمان اور اہل فساد ہی تین سو رہے تھے۔ نبی آخر الزماں نے اہل قبو سے ملاقات فرمائی اور ان کے لئے دعا سے مغفرت لار کی۔ جنت البقیع سے تشریف لے کر آپ ﷺ کے سر مبارک میں شہیدہ ورنہ۔ وہ دن حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کی پوری کا دن تھا۔ حضور ﷺ کی پیروی پرستی کی، لیکن اس عام میں

بھی آپ سے اس بدل کو قائم رکھا جس کی شرط پر قرآن حکیم کے ایک سے زیادہ نکاحوں کی جائزات اہل ایمان کو دی گئے۔ امت کو امتوشن میں سے جس کی پوری ہوئی آپ ﷺ کے حجرے میں تشریف لے جاتے۔ جب ضعف حد سے بڑھ گیا، یہ آمد رشتہ مشکل ہو گئی تو امت کو امتوشن نے فرمایا کہ یا رسول اللہ ﷺ (اور سے ہاں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں) ہماری پوری ہو گئی اور آپ ﷺ کے بدلہ اہل ایمان سلوک کی دستاویز ہے۔ آپ کی ایک جگہ قیوم فرمایا اور پھر یہ سعادت مجھ کو نہ خود لپٹی قسمت میں آئی کہ صاحب سعادت کاملہ ﷺ سے اپنی حیات مبارک کے آخری دن وہاں سر فرمائے۔

جب تک آپ ﷺ کے لئے ممکن رہا آپ ﷺ مسجد نبوی کی امامت صلوة کے لئے تشریف لے جاتے رہے۔ یوں آپ ﷺ نے غار باجماعت کی امامت کے ساتھ ساتھ امامت صلوة کی عظمت بھی ادا کر فرمائی اور یہ یک واضح تر ہو گیا کہ مسلمان شہرہ کا سب سے محبوب و توفیق جنتی اور محبوب ہے۔ آپ ﷺ نے جس آخری نماز کی امامت فرمائی وہ مغرب کی تھی۔ اس میں سورۃ المرست کی تلاوت فرمائی۔ یہیں حضور عاتم الرحمن ﷺ نے رخت سطرانہ سے ہاتھ سے اپنی امت پر قیامت اور آخرت کے اثبات کی امامت واضح فرمائی۔ یہ وہ پہلے والی ہوا اس طوقانی قرار سے پہلے والی ہوا اس ہوا اس کو کافہ کر پھیلنے اور پھار کر سے والی اور یوں وہاں میں اللہ کی یاد پھارنے والی ہوا اس کی شہادت کے بعد المرست میں خدا سے یس کی آوازوں ابھرتی ہے۔

فَإِذَا السُّجُودُ فَصَعُتْ يَا وَادٍ بِسْمَاءٍ فَرِحَتْ يَا وَادٍ
الْحَبَالُ لَا تُفِضَتْ يَا وَادِ الْوُحُوشُ لَا تُفِضَتْ

"پھر جب ستارے پھار چڑھا گئے اور آسمان پھار ڈھا جائے گا اور پھار دھکے اٹھے گا۔ اے چائیں گے گار و سولوں کی حاضری کا وقت آپ پہنچے گا۔"

میں رحمت میں حضور ﷺ کے سطر عالم جہاد کا اشارہ موجود ہے، کیونکہ اس زمین پر اپنے فرائض کی تعمیل کی شہادت کو تسلیم چنانچہ الوداع میں پیش کی جا چکی تھی۔

عشہ کی نذر کے بعد آپ ﷺ نے کئی بار مسجد نبوی تشریف لے جانے کی کوشش فرمائی۔

مکرمی غالب آگئی اور جب آپ ﷺ کو کھانا ملائے ہوئے فرمایا "ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں" حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ پھر میرے پاس پاپ قربان ہوں، بابا جان کی رقت قلب آپ ﷺ کی جگہ امامت کا بوجھ برداشت نہ کر سکے گی۔" لیکن حضور ﷺ نے دوبارہ یہی حکم دیا۔ یہ صحابی کی تصدیق کرنے والے (رض) کے لئے معراج کی گواہی تھی، یہ صاحب فی القادس کے صدق و مرتبہ کی سندھی، یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ حکومت اللہ کے قیام کے لئے جو سزا کیا گیا تھا اس کے شریک کے حصہ میں رسول اللہ کی بائینی مقدر ہو چکی تھی۔

صدقہ حق اکبر، جنک یہ عظیم رسالت پہنچا کر فرما دے۔ امید وہم عالم میں حضرت قادریوں
عظیم کی طرف دیکھئے ہوئے کیا کہ "عمر! تم نماز پڑھنا دو۔" عمرؓ نے جواب دیا میرے
دوست! اب ہمارے ہادی کا حکم ہے۔ اور میں حضرت ابوہریرہؓ ہیں۔ نماز عشاء کی امامت
فرمانی، عشق و مستی میں ڈوبی ہوئی اور شدت جذبات سے لڑتی ہوئی آواز تلاوت گوش حبيب
عشاء تک ضرور پہنچ رہی ہوگی۔

اگلے دن ظہر کے وقت آپ ﷺ کی طبیعت میں کچھ عاقل تھا وہ نمازوں کی اہمیت نے کو یقین و صدق الہیہ پر مصدق ﷺ کو بلا دیا تھا کہ "کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور اگر جنتا تھا تو اس دن کے دیکھنے سے پہلے مجھے موت آجاتی اور میں رسول ﷺ کو اس حال میں نہ دیکھتا" • حضور اکرم ﷺ نے نفل فرمایا، حضرت علیؓ و عباسؓ کا سہارا الہی اور مسجد نبویؐ بکھریں لے گئے۔ نماز شروع ہو چکی تھی قدموں کی آہٹ پا کر امام جماعت الہیہ پر مصدق ﷺ پیچھے ہٹنے لگے حضور ختمی مرتبت ﷺ نے منع فرمایا اور حضرت مصدق ﷺ کے پیلوں میں بیٹھ گئے۔ اب حضور ﷺ نماز پر حار ہے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھ کر حضرت مصدق ﷺ ارکان صلوٰۃ ادا کرتے اور حضرت مصدق ﷺ کو دیکھ کر جماعت مؤمنین ارکان صلوٰۃ ادا کرتی۔ جس نبی کریم ﷺ نے حضرت الہیہ پر مصدق ﷺ کی خلافت پر مہر نبوت ثبت کی اور علیہ السلام رسول اللہ ﷺ بافضل کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ ان کے بعد اے وہاں کے خلفائے۔

ان دنوں میں حضور نبی کریم ﷺ نے خطبہ الوداع ارشاد فرمایا، مسلمانوں کو مختصر مختصر ہدایات

وہیں، ہمیشہ اسلام کی روانگی کا حکم دیا اور انصار کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی وصیت بنایا۔ خطبہ: الوداع میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو یہ اختیار عطا فرمایا کہ وہ دنیا کو اختیار کر لے یا دوسرے کو جو اللہ کے پاس ہے، اور اس نے اسے اختیار کر لیا جو اللہ کے پاس ہے۔“

”جانشین کسی فرد نے اپنی جان و مال سے مجھ پر اتنا احسان نہیں کیا جتنا ابو بکر نے کیا ہے۔ اگر میں انسانوں میں سے کسی کو اپنا نفلیل ••• تا تو ابو بکر کو، مگر اسلام کا رتبہ سب سے افضل ہے۔ مجھ کو سرفہ جتنے درجے ہیں سب بزرگوں ابو بکر کے درجے کے علاوہ۔“

”جانِ اداور آگاہ و جہادِ کرت سے پہلے کسی قوم کی گزری ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء و صلحا کی قبروں کو سیدہ گاہ بنایا۔ ہمیں لازم ہے کہ ایسا نہ کرنا۔ اسے مصلوٰہ! جی! ہمیں اس سے منع کرتا ہے۔“ خبردار! میں نے تمہیں خبردار کر دیا۔
 (اے اللہ تو گواہ رہنا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا۔“

یہاں ایسا الناس : انصار کے بارے میں جنہیں یہ صیت کرتا ہے۔
 ہم مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا مگر انصار اس طرح کم ہوتے
 جائیں گے جیسے کمانے میں ملک : انصار ان فرض ادا کر چکے ہیں
 ان کا فرض ادا کرنا ہے۔ انصار موقوفہ کی طرح ہیں جس میں خیراتی سامان
 رکھا جاتا ہے۔ جس نے ان کی طرف ہجرت کی اور انہوں نے بھی جگہ بدل
 دی اور میرے ساتھ صیت و اخلاص کا اور دینی اور صورت کا یہ ناکامی ہے
 وہ عز و دل کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں انصار کو عز
 کیساتھ ہوں۔“

حضور ﷺ نے اسی خطبہ الوداع میں اسامہ کے لشکر کے بارے میں فرمایا کہ تم میں سے

- ۱۔ اللہ کی اس نعمت کو بھرنے کے لیے آپ نے ہر لمحہ اللہ کے ساتھ رہنے کی بات کی ہے کہ آپ نے جو بات فرمائی ہے اسے سیکھ لیں اور اپنی زندگی میں لایا کریں۔
 ۲۔ اللہ کی اس نعمت کو بھرنے کے لیے آپ نے ہر لمحہ اللہ کے ساتھ رہنے کی بات کی ہے کہ آپ نے جو بات فرمائی ہے اسے سیکھ لیں اور اپنی زندگی میں لایا کریں۔

بعض اس کے باپ زید کی سرداری پر بھی معترض تھے مگر وہ اس منصب کا مستحق تھا، اور اب اس کے بعد اس کا بیٹا مجھے محبوب ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے طلال و حرام کی تیز پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ "طلال و حرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے، جسے اللہ نے طلال قرار دیا میں نے ہر وہ چیز تمہارے لئے طلال قرار دی ہے اور وہی چیز حضور اکرم ﷺ نے حرام کی ہے جو اللہ نے حرام کی ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیماری کا سلسلہ جاری رہا۔ آخری خطاب جمعرات کو دیا گیا۔ اس دوران بخاری شدت کا یہ عالم تھا کہ کبھی آپ ﷺ چہرہ و قدس کو چادر سے لپیٹ لیتے اور مکی چادر کو ہٹا دیتے۔ اسی کرب کے عالم میں یاد آیا کہ چند اشرفیاء حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس رکھی ہیں۔ آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ وہ اشرفیاء اللہ کے راستے میں ثمرات کر دی جائیں۔ دوشنبہ کی صبح جب جماعت مؤمنین، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز فجر ادا کر رہی تھی تو تلاوت صدیقی سنتے ہوئے آپ ﷺ نے حجرہ مبارک کا پر درہ اٹھا کر یہ منظر دیکھا۔ یہ دھڑکتی ہوئی آپ ﷺ کے پیغام نے کائنات میں تخلیق کی تھی، وہ عمر جس سے شہستان و جود لرزتا ہے۔ وہ عمر جس کا رامن، دامن ابد سے بندھا ہوا ہے۔ اس منظر نے چہرہ و قدس پر نفس مطہرہ اور کامیابی کا دم گاری کے ہزاروں رنگ بکھیر دیئے۔ آپ ﷺ نے اپنی مبارک آنکھوں سے دیکھ لیا کہ نماز جو آپ ﷺ کی آنکھوں کی غنچہ محراب، اب جماعت مؤمنین کی شناخت بن چکی تھی اور جماعت اپنے سجدوں میں اپنی معراج پا چکی تھی۔ دن چڑھنے لگا، سورج آسمان پر ستر کرنے لگا۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں پر وصیت اور وصیت کے نکلے جاری تھے۔ آپ ﷺ نے بار بار کہا۔ "نماز کا خیال رکھنا اور اپنے جانوں کا خیال رکھنا۔" ایک طرف امت کا یہ خیال تھا اور دوسری طرف اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کا شوق بڑھ رہا تھا۔ اور بار بار ہاتھ مبارک پر یہ کلمات آتے۔

دو دوشنبہ کا دن تھا اور رجب الاول ۱۱ھ کی بارہویں تاریخ تھی جب یہ ٹرہ کا کی اس ذات گرامی کے نگار سے سے عمر و بن ابی حمزہ سے اس کے رب نے سراج ضمیر بنا کر بھیجا تھا وہ جواہر رب کے عمر سے داغی اہل اللہ تھا وہ جواہر ایمان کے لئے بشر تھا اور راہ خلافت پر چلنے والوں کے لئے نذر تھا وہ حضرت عزرائیل علیہ السلام پر اور کروڑوں درود اس ذات گرامی پر جو آن بھی حکمت کے ساتھ بھیجا گیا۔ انھوں سلام اس پر اور کروڑوں درود اس ذات گرامی پر جو آن بھی بر اہل ایمان کے دل کی دھڑکن ہے، جس کا نام ہماری اذانوں اور ہماری نمازوں میں اللہ کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے، وہ دوزخ اور جنت اور آسمان کا شاہد تھا اور یوں قرآن حکیم کے ارشادات کی روح سے حیات ابدی جس کا حق اور امتیاز ہے کہ نہ شہید نہ ذبح ہے ہیں اور وہ تو سب سے بڑا شہید تھا۔

وہ رسول کرآج بھی جس کے رونقہ قدس پر ہر دن انھوں اہل ایمان جمع ہوتے ہیں اور اپنی روح کے سناہ پر یہ نور فرشتوں کی ہم نوائی میں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

سلام و درود سید الانکرم ﷺ پر

اے رسول عظیم ﷺ! اے رؤف و رحیم ﷺ! آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں
 "اے وہ کہ تمہاری آنکھوں کی غنچہ محراب، اے اللہ کا آخری پیغام پر۔ اللہ اور فرشتوں کے سلام کے ساتھ ہم بھی شریک ہیں
 اے نور مرثیٰ!

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیماری کا سلسلہ جاری رہا۔ آخری خطاب جمعرات کو دیا گیا۔ اس دوران بخاری شدت کا یہ عالم تھا کہ کبھی آپ ﷺ چہرہ و قدس کو چادر سے لپیٹ لیتے اور مکی چادر کو ہٹا دیتے۔ اسی کرب کے عالم میں یاد آیا کہ چند اشرفیاء حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس رکھی ہیں۔ آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ وہ اشرفیاء اللہ کے راستے میں ثمرات کر دی جائیں۔ دوشنبہ کی صبح جب جماعت مؤمنین، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز فجر ادا کر رہی تھی تو تلاوت صدیقی سنتے ہوئے آپ ﷺ نے حجرہ مبارک کا پر درہ اٹھا کر یہ منظر دیکھا۔ یہ دھڑکتی ہوئی آپ ﷺ کے پیغام نے کائنات میں تخلیق کی تھی، وہ عمر جس سے شہستان و جود لرزتا ہے۔ وہ عمر جس کا رامن، دامن ابد سے بندھا ہوا ہے۔ اس منظر نے چہرہ و قدس پر نفس مطہرہ اور کامیابی کا دم گاری کے ہزاروں رنگ بکھیر دیئے۔ آپ ﷺ نے اپنی مبارک آنکھوں سے دیکھ لیا کہ نماز جو آپ ﷺ کی آنکھوں کی غنچہ محراب، اب جماعت مؤمنین کی شناخت بن چکی تھی اور جماعت اپنے سجدوں میں اپنی معراج پا چکی تھی۔ دن چڑھنے لگا، سورج آسمان پر ستر کرنے لگا۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں پر وصیت اور وصیت کے نکلے جاری تھے۔ آپ ﷺ نے بار بار کہا۔ "نماز کا خیال رکھنا اور اپنے جانوں کا خیال رکھنا۔" ایک طرف امت کا یہ خیال تھا اور دوسری طرف اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کا شوق بڑھ رہا تھا۔ اور بار بار ہاتھ مبارک پر یہ کلمات آتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیماری کا سلسلہ جاری رہا۔ آخری خطاب جمعرات کو دیا گیا۔ اس دوران بخاری شدت کا یہ عالم تھا کہ کبھی آپ ﷺ چہرہ و قدس کو چادر سے لپیٹ لیتے اور مکی چادر کو ہٹا دیتے۔ اسی کرب کے عالم میں یاد آیا کہ چند اشرفیاء حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس رکھی ہیں۔ آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ وہ اشرفیاء اللہ کے راستے میں ثمرات کر دی جائیں۔ دوشنبہ کی صبح جب جماعت مؤمنین، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز فجر ادا کر رہی تھی تو تلاوت صدیقی سنتے ہوئے آپ ﷺ نے حجرہ مبارک کا پر درہ اٹھا کر یہ منظر دیکھا۔ یہ دھڑکتی ہوئی آپ ﷺ کے پیغام نے کائنات میں تخلیق کی تھی، وہ عمر جس سے شہستان و جود لرزتا ہے۔ وہ عمر جس کا رامن، دامن ابد سے بندھا ہوا ہے۔ اس منظر نے چہرہ و قدس پر نفس مطہرہ اور کامیابی کا دم گاری کے ہزاروں رنگ بکھیر دیئے۔ آپ ﷺ نے اپنی مبارک آنکھوں سے دیکھ لیا کہ نماز جو آپ ﷺ کی آنکھوں کی غنچہ محراب، اب جماعت مؤمنین کی شناخت بن چکی تھی اور جماعت اپنے سجدوں میں اپنی معراج پا چکی تھی۔ دن چڑھنے لگا، سورج آسمان پر ستر کرنے لگا۔ آپ ﷺ کے ہاتھوں پر وصیت اور وصیت کے نکلے جاری تھے۔ آپ ﷺ نے بار بار کہا۔ "نماز کا خیال رکھنا اور اپنے جانوں کا خیال رکھنا۔" ایک طرف امت کا یہ خیال تھا اور دوسری طرف اپنے رب کے حضور حاضر ہونے کا شوق بڑھ رہا تھا۔ اور بار بار ہاتھ مبارک پر یہ کلمات آتے۔

اللھم فی الرفیق الاعلیٰ
 سب سے بڑا شہید ہیں
 اب سرور کائنات ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے ملنے کے لئے پہنچتے تھے۔ وہ رفیق اعلیٰ جس نے شب معراج آپ ﷺ کو طرغ طرح سے سرفراز فرمایا تھا، جس نے ہجرت کے سفر میں آپ

حیات محمد ﷺ قرآن حکیم کے آئینے میں

اے خیر خلق اللہ!

اے رحمت اللعالمین ﷺ! تجھ پر انکھوں سلام

اے یسین! اے طے اے شیر۔ اے سراج منیر

بھیس مایوس نہ فرمانا قیامت کے دن تیرے ظلم کا سہا یہ ہمارے سروں پر ہو۔"

طوبیٰ ریسرچ لائبریری
اسلامی اردو، انگلش کتب،
تاریخی، سفرنامے، لغات،
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com